U12787 ~~28-12-07~~

Title - FASANA-E-UJAIB BA TASVEER.

Creator - Sarwar, Mirza Rajab Ali Beg.

Publisher - Nawal Kishore Press (Lucknow).

Date - 1949.

Pages - 188

Subjects - Urdu Adab - Dastan.

فسانۂ عجائب باتصویر



نول کشور پریس لکھنؤ مین چھپا

بحسن مساعی مکین بریحان و افضل خلاق سیمین و رنہا

قصہ شیرین بیان داستان رنگین بیان تصنیف جناب مع کمالات مخدوم مرزا رجب علی بیگ سرور لکھنوی

افسانہ ایک تھا کہ جوانوں سے سنا

جادو و قصے بیان خوش بیانوں سے سنا

فسانۂ عجائب

باتصویر اب چھپ کے ... سے

ہر ایک ... سنا

حرف بحرف نظر ثانی و تصرف اخیرہ مصنف مسبوق التوصیف باہتمام مرزا ... تحسین لطف

در مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ ... طبع شد

بااہتمام بی - پی - کپور سپرنٹنڈنٹ سنہ ۱۹۲۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد اللہ الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا و صھرا و کان ربک قدیرا ۔ سزاوار حمد و ثنا خالق ارض و سما جل و علی صانع بیچون و چرا ہے جس نے رنگ بے ثباتی سے باین نگارنگی تختۂ چمن دنیا پر از لالہ و گل و جز و کل بنایا اور باوجود ترس باغبان و بیم صیاد ولولۂ رخ گل و بلبل کو دیکر دام محبت مین پھنسایا اور عاشق باوفا و معشوق پر دغا کو ایک آب و گل سے خمیر کر کے پردۂ غیب سے بعرصۂ شہود لایا ایک خلقت سے دو طرح کا جلوہ دکھایا اور انسان ضعیف البنیان کو اشرف المخلوقات فرمایا جلوۂ حسن بتان سجدا شیفتگی کا بہانہ ہے نالۂ بلبل شیدا گوش گل رعنا کا ترانہ ہے اسکی نیرنگیون کے مشہود بنانے ہین ہم اس کی قدرت کاملہ کے دیوانے ہین صفت اس کی محال ہے زبان اس تقریر سے لال ہے جس کی شان مین مخبر صادق یہ فرمائے دوسرا اس عہدے سے کب برآئے ما عرفناک حق معرفتک

نعت سرور کائنات محبوب کبریا برگزیدۂ انبیا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

بعد حمد خالق جن و بشر حاکم قضا و قدر مدار شام طالع سحر نعت سید کائنات خلاصۂ موجودات بہترین عالم برگزیدۂ نوع بنی آدم کی ہے جسکے چراغ ہدایت کی روشنی سحر تیرہ بخت گم گشتہ کوچۂ ضلالت راہ راست پر آئے توفیق رفیق اور مدارج تحقیق کیا کیا مرتبہ بلند پائے اور منحرف کو یا طنون کو فہم ناقص کی کجی اور زعم فاسد نے کیسے کیسے روز سیہ دکھائے اسکے حق مین یہ حکم آیا ہے بچشم غور دیکھو

منند مرزا کاظم علی متقی اخوند محمد رضا رضائے خدا کا جویا حافظ قرآن ہمہ دان کسی علم میں عاری نہیں
ویسے زمین پر آقا محمد سبزہ بزری سا قاری نہیں مگر وہ جو مثل ہے نیک اندر بدیہ اصل ہے لب معشوق
بولیوں سے وہ رنڈیاں پری شمائل زہرہ پیکر مشتری خصائل اس ناز و انداز سحر کرامات غمزہ عشوہ
ادا کات بانکی کہ ہاروت و ماروت تو کیا معاذ اللہ اگر سب فرشتے عرش سے فرش خاک پر آئیں آنکی
ہمیں لکھنؤ کے کنوئیں جھر جھائیں گھڑی بھر ان سے زانو بزانو بیٹھے تو بہ نصوحا ٹوٹے اُن کا در وزہ نہ چھوٹے
کی چرخ اُن پر نثار ہے ہر ایک حور کردار ہے خوش مزاج مردم شناس روزمرہ شستہ دم
مرید ہر دکنا یا اس کوچہ کے فیض سے انسان آدمیت بہم پہونچاتا ہے تراش خراش اثر صحبت سے
یہ کا کچھ ہو جاتا ہے کلاونت قوال ہیتال چھجو خان غلام رسول سب کو موسیقی میں کمال حصول
زری کی شہ زوری کی دھوم ہے پٹے کا موجد ہوا سب کو معلوم ہے پنجہ ڈاور سلاری نے طبلہ ایسا
بنایا کہ پکھاوج کو شرمایا پتنگ ایسا بنایا ایسا لڑا کہ نزدیک و دور مشہور ہے تکھتر چتیر بار ڈور کا پتنگ
اتی یا چھنگا کے ہاتھ کا لڑائی کی گھات کا رستم کی عافیت تنگ کرنیوالا منجھی ہاتھ پاؤں پر مولوی محمد
یسا لڑایا عمداً اتنا بڑھایا کہ کروہوں سے عبادت چھوٹی دوڑ دوڑ کر ڈور لوٹی آنکھ بچا کر پیٹا توڑا
ششتے خان کا پتنگ نہ چھوڑا امردان بیگ ماجھا دینے والا دیکھا نہ سنا غرضکہ جو چیزیں یہاں نئی
ہیں اور ایجاد طبیعت سے کاریگروں نے نکالیں سلطنت سے آج تک ہوئی نقلیں اوکی زردوزی
ہی نئی ایسی باریکی چھپی کہ باہر بندوالے بنے جو پائیں بجائے سینہ سپر پیچ سر پر لگائیں جوتا خرد نوک کا
علی نے اس نوک جھونک کا بنایا کہ جہان کو پسند آیا آرام پائی جسکے ہاتھ آیا دل نے چین پایا
البیس سال دیکھ بھال کی ایسا شہر یہ لوگ نظر سے نہ گذرے اور تو اور شہدا پن یہاں کا اٹھا چاہئے شہدا
شیدا جس روز میں جو پیدا کیا عشرہ محرم میں محتاجوں کو نذر حسین کھلا دیا یہ یکرنگی مزاج میں سمائی
نام لیتی جو کھیلا دوسے کے داؤں پر اوچھی نہ لگائی ایک روپیہ ہو خواہ سو کھو دیا پر سیکڑوں داؤں
گئے شہدے سے نہ پہنچے گئے وہاں بھی ایک چوک لگا رہتا ہے آدمی کے جھکے چھوٹ جاتے ہیں
ب وہ لوگ نظر آتے ہیں مثل فقیر و تکیے مزار خوب خواب راحت میں آسودہ ہیں کہ مجذوب شاہ مینا شاہ
محمد شاہ خیر اللہ ایک سے ایک جان اللہ اللہ ہی ہی وہ حقیقت میں جیتے ہیں انشا یہ لطیفہ کھاتے پیتے
جناب مولوی عبد الرحمن برگزیدہ یزدان عالم باعمل ودین اکمل خواجہ باسط اور سید نصیر الدین جنکا عدیل نظیر خواجہ حسن

سرگروہ انجمن طبیعت بسکہ مصروف باختصار ہے ایک ایک فقرہ لکھا وگرنہ ان بزرگوارونکی صفت
مین کتابین تحریر کرے توبجا ہے مگر شعر کار دنیا کسے تمام نکرد ﴿ ہرچہ گیرید مختصر گیرید ﴾ اس پر عمل کیا
منصف سے انصاف طلب ہین ہٹ دھرم سے کیا کہین جھوٹے کے روبرو سچا رو دیتا ہے بالفرض معترض
کہے یہ لوگ کہان کے تھے تو یہ جواب شافی کافی ہے کہ یہ شہر ایسا تھا جیتے جی یہان سے نکلے مرگئے
پر یہین رہے اور یون تو مصرع کس نگوید کہ دوغ من ترش است ﴿ جو گفتگو لکھنؤ مین کو بکو ہے کسی
نے کبھی سنی ہو سنائے لکھی دیکھی ہو دکھائے عہد دولت بابر شاہ سے تا سلطنت اکبر ثانی کہ مثل مشہور
ہے نہ چولھے مین آگ نہ گھڑے مین پانی دہلی کی آبادی ویران تھی سب بادشاہون کے عصر کے
روزمرے لہجے اردوے معلی کی فصاحت تصنیف شعرا سے معلوم ہوئی یہ لطافت اور فصاحت
وبلاغت کبھی نہ تھی نہ اب تک وہان ہے قطع نظر اس سے لوگ اس خلقت کے گروہ سے لکھنؤ مین اور
جلسہ کرین چنانچہ ایک بندہ کے شفیق جگت آشنا مرزا محمد رضا مجمع خوبی ازپا تا فرق تخلص برق
فی الحقیقت کلام بلاغت نظام ان کا صاعقہ خرمن ہستی حاسد ہے بھائی بندھ شاعرون کا بازار
ان کے روبرو کاسد ہے جوان خوش رو بہادر آشنائے بامزہ نیک خوش بہ ماہ صحبت مشاعرہ بدولتخانہ
مرزا معین ہے رئیس امیر صغیر و کبیر تشریف لاتے ہین اس مکان وسیع مین آدمیون کی کثرت سے
جگہ کی قلت ہوتی ہے ہوا کشمکش سے بار پاتی ہے جب پنکھے کی سعی اٹھاتی ہے سخن سنج بیہنج خوش گو
نازک فہم باریک بین یکجو جمع ہوتے ہین لوگ ان سے وہ لوگون سے حظ اٹھاتے ہین تلامذہ مرزا کے
حسب مرحج خدمت کو حاضر کو رستے مدارئیے دسیدم گلوریان ورق لگی کتھا بسا چونا سنگ مرمر
کا متواتر قبل از غزل خوانی افیون کا چرچا ہوجاتا ہے کوئی پیتا ہے کوئی کھاتا ہے اگر چاہ کسی کو
چائے کی ہوئی دودھ پیتے بچے تک کو شیر چائے موجود کردی ہمیشہ صبح اس شام کے
جلسے کی ہوجاتی ہے طبیعت نہین گھبراتی ہے گھر جانے والون کو صدائے مرغ سحر ندائے
اللہ اکبر آتی ہے ہرچند سب لوگ یہان کے قہر ہین مگر یہ بزرگوار زینت شہر ہین اور لکھنؤ کے
جیسے بازاری ہین کسی شہر کے ایسے ہفت ہزاری ہین دلال مرفہ حال خوش پوشاک ہیچ و پوچ
اور ملکون کے سیٹھ کو وہ ہیچ جانین لنگوٹی یا دھوتی جب بڑا تکلف کیا گاڑھے کا مرزائی پہن لیا
کلمہ حق کہنے والے کا مدار وار یہ ہوتا ہے مشہور مگر اس کا محل ہے یہ نکتہ بگوش دل و جان سن الحق مرجائیے

[illegible] سے یہ مذکور مختصر کیا اگر زیادہ لکھتا قصہ ہوتا کوتاہ بین لکھنؤ کے نام سے چڑھ جاتے ہین رشک
[illegible] تے ہین افترا پردازی کرتے ہین جل مرتے ہین اچھے آغاز کا انجام بخیر ہوتا ہے اللہ تعالی شفقت
[illegible] کی بیکار نہین کھوتا ہے یہ فسانہ بعہد دولت شاہ غازی الدین حیدر شروع ہوا تھا اور تمام بعصر
سلطان بن سلطان ابو النصر نصیر الدین حیدر دام ملکہ ہوا اللہ اللہ عجب شاہ جمجاہ اریکہ نشین ہوا
کہ حاتم کا نام صفحۂ سخا سے مثل حرف غلط مٹا دیا فقیرون کو امیر بنا دیا عیش و نشاط کی طرف طبیعت
جو آئی ایک ایک ادنی اکنجڑن ہفت ہزاریون سے اعلی بنائی محمد شاہ کی گور تھرائی شہزادیونکو کہارین
پر رشک آیا خواصون کو صاحب نوبت کیا چنڈول سکھپال مین چڑھایا ہزار بارہ سو چلنے والی جو روش
[illegible] دار کبک رفتار زغن گفتار از پا تا فرق دریائے جواہر مین غرق دست بستہ روبرو کھڑی رہی جہان کی
[illegible] ان کے سامنے پڑی رہی اصیلون کو کرورون روپئے دیئے پیش خدمتون نے بادشاہت کے
چین کئے قدسیہ محل پر طبیعت جو آئی معا رفعت شان فلک ہفتم پر پہونچائی کئی کرور روپئے اس منظور نظر
نے صرف کئے خزانے خالی کر محتاجون کے گھر بھر دیئے ہر وقت راجہ اندر کا جلسہ رہا نہر دن مین عطر بہا
مکان اس طرح کے بنوائے کہ فلک گردان نے صدقے ہو کر چکر کھائے اندر اس گلشن ارم کہ ایسا باغ
[illegible] طرح کی کوٹھی چشم گوش عالم نے دیکھی نہ سنی دروازہ دہ امام کی درگاہ ایسی بنائی کہ چرخ گردان کو
[illegible] اندر اس مین عطر کا حوض چھلکتا [illegible] مہکتا رہا مغلانیون نے گوٹے کناری
[illegible] صد [illegible] لونگ الائچی زعفران کے اپنے
[illegible] تا [illegible] کیا

صفت میں لکھیے بہت کم ہے لہذا اس غزل پر اختتام کیا یہ جملہ تمام کیا

تصویر نصیر الدین حیدر بادشاہ



غزل

تا ابد قائم رہے فرمان روائے لکھنؤ | یہ نصیر الدین حیدر بادشاہ لکھنؤ

گو ملے جنت بھی رہنے کو بجائے لکھنؤ

[illegible]

نے کہا

رنج و محن

ستان مانیے تم ہم

کیا کم غنیمت ہے

تا ہے

عدی

باد

تکرار

آتش

بلبلِ شیراز کو ہے رشک ناسخ کا سرورا | اصفہان اُس نے کیے یان کوچہ ہائے لکھنؤ

الٰہی بحرمت سیّد ابرار احمد مختار و بہ تصدق آئمۂ اطہار لکھنؤ کو آباد رکھ والیِ ملک کو یہان کے کارفرما رعیت پرور سند حکومت پر دلشاد رکھ جب تک گنگا جمنا مین پانی رہے یہ خطۂ دلچسپ فرح افزا آباد رہے فرد الٰہی لکھنؤ بستا رہے دور قیامت تک ✤ سر ورد شت بہایا کا کبھی وہ شہر مسکن تھا اور مقلدی ہین یہان کے لوگ صاحب کمال ہین باریک بین دقیقہ رس زود فہم نازک خیال ہین یہ عجب اِن صاحبون کا لیکھا ہے مقلد ہی ہین موجد سے بہتر ہو جاتے انھین کو دیکھا ہے اِس شہر مین کئی مطبع سنگی ہین نمونہ نیرنگی ہین لیکن ایک ہمارے عنایت فرما ہین جناب میر حسن صاحب صاحب حُسن و جمال جوان خوشرو صاحب باطن حمیدہ خصال حُسن خلق اُن کا خلق مین مشہور ہے عجب و نخوت اُن کے نزدیک سے دور ہے موسم شباب ہے چہرے پر جوانی کی آب و تاب ہے بیت ابرو کاکل مشکبو صفحۂ رخسار گل بجا راز سر تا پا ہر شے دیوان وجاہت مین انتخاب ہے محمود نگر مین اُن کا چھاپہ خانہ جدید ہے عیاذاً باللہ پھولا گلشن بخیزان ہے کہ دیدہ نہ شنیدہ ہے عقل دنگ ہے کارخانہ کیا ہے تختۂ ارژنگ ہے ایک سمت خوشنویس ثانی آغا و میر ہفت قلم ایک طرف فاضل صاحب درس و تدریس ہر ایک بےنظیر شیر و شکر کی طرح باہم ایک جا ولایتی کل جسے دیکھکر جی بیکل ہو گیا ہے کیسا ہی جوان قوی ہیکل ہو اگر چاہے پہاڑ اُٹھائے مگر ایک کاپی مین ہاتھ کانپے کیا دخل ہے جو بے دریافت کل فرمے [illegible] اف [illegible] فرمائی کو اگر کارِ مانی کہون بدگمانی ہے بہزاد کی عقل کو حیرانی ہے پرزے پرزے پر جلا ہے جو [illegible] ہے یہ سحر کا ڈھلا ہے کہین پتھر صاف صاف شفاف جنکے سنگ کا فرسنگون نظر نہ آئے مردمِ دیدہ [illegible] ہے آئینہ نظر بند کرین آنکھ پھسل جائے ہر پتھر ہمسنگ کوہ طور ہے کبھی پر جلی لکھا کوئی قلم مُو سے پیا پیا ہین اچھا کاریگر ہر ایک سرگرم فرمانروائی ہے کتب کہن از سرِ نو زندہ ہوتی ہین ثبوت اعجاز مسیحائی ہے پہل [illegible]ت چُست و چالاک استاد ہین طبع بلند اُن کا مطبوع دلپسند اپنے کام مین ذی استعداد ہین اش [illegible]ن برانی کہتا ہون نئی تشبیہ ہاتھ آئی ہے میلن کی سیاہی مین صاف کیفیت روشنائی ہے [illegible] صنبر مشق [illegible] مرقع کی تصویر ہے لکھا مٹتا نہین گویا خطِ تقدیر ہے الٰہی جب تک فلک کی کل چلتی رہے سادہ حال زمانہ چرخ زنگاری رہے یہ کارفرما سلامت رہے کارخانہ جاری رہے بندہ کمترین تلامذہ شتے ایک خوشہ چین خرمن سخن جناب قبلہ کعبہ استاد شاگرد نواز معزز و ممتاز مجمع فضل و کمال نیک سیرت

فرخندہ خصال خرد آگاہ دانش آموز و یادگار جناب میر سوز عرفی عصر سعدی زمان رشک انوری وخاقانی نوازش حسین خانصاحب عرف مرزا خاقانی تخلص نوازش کا ہے حقیقت حال یہ مقام ہے طرز ریختہ اور روزمرہ اردو کا اُن پر اختتام ہے شعر اُن کے واسطے وہ شعر کی خاطر موضوع ہین کہنے کے علاوہ پڑھنے کا یہ رنگ ڈھنگ ہے اگر طفل مکتب کا شعر زبان معجز بیان سے ارشاد کرین فیض وہان تاثیر بیان سے پسند طبع سحبان وائل فی زمانہ تو کیا سابقین جو موجد کلام کوس لمن الملکی بجاتے تھے اُن کے دیوانون مین دس پانچ شعر تناسب لفظی یا صنایع بدایع کے ہونگے وہ اُن پہ نازان تھے اور متاخرین فخریہ سند گردانتے ہین لہذا جس شخص کو فہم کامل یا اِس فن مین مرتبہ کمال حاصل ہو اور طبع بھی عالی ہو آپ کا دیوان بچشم انصاف و نظر غور سے دیکھے کوئی غزل نہ ہوگی جو ان کیفیتون سے خالی ہو ہر مصرع گواہ ہزار صنعت ہر شعر شاہد لاکھ صفت مطلع سے مقطع تک ہر غزل مرقع کی صورت اکثر اشعار آپ کے تبرکاً و تیمناً بطریق یادگار بندے نے لکھے ہین جہان لفظ استاد ہے وہ آپ کا شعر ہے

باعث تحریر احقر ادیب پریشان و سرگذشت مجمع دوستان بکلفت ہونا محبوب کا اور بیان داستان مرغوب کا

حسب اتفاق ایک دم روز ربیع چند دوست صادق و محبان صفا کیش و موافق باہم بیٹھا تھا مگر نیرنگی زمانہ ناہنجار و کجروی فلک سفلہ پرور دون نواز جفا شعار سے سب با دل حزین و زار اور ہجوم اندوہ و یاس اور کثرت حرمان و افکار سے ہر دم یہ پاس تھے دل گرفتہ سینہ ریش اور اداس تھے انھون نے کہا شعبدہ بازی چرخ مکار از آدم تا ایندم یون ہی چلی آئی ہے اور تفرقہ پردازی اُسکی سوائے رنج و محن زیادہ مشہور ہے پیدا اور برائی ہے اب بھی غنیمت جانیے اور لازم ہے کہ اُس کا بھی احسان مانیے کہ تم ہم اسدم باہم تو بیٹھے ہین اُستاد جو ہم تم پاس بیٹھے ہین سُنو یہ دم غنیمت ہے ٭ یہ بیٹھنا بولنا رہجائے تو کیا کم غنیمت ہے اور واقعی ہے اگر شدت رنج و الم مین دوست صادق یار موافق ہمنشین ہو تو الم خیال مین نہین آتا ہے اور صحبت غیر جنس مین اگر تخت سلطنت میسر آئے تو تختہ تابوت کی طرح کاٹے کھاتا ہے سعدی

پائے در زنجیر پیش دوستان ٭ بہ کہ با بیگانگان در بوستان ٭ لیکن زمانے کی عادت یہی ہے کہ یا د کثرت غم و شدت اندوہ و الم دو شخص کو باہم نہین دیکھ سکتا مرزا پھینکے ہے منجنیق چرخ تاک کے سنگ تفرقہ بیٹھ کر اک دم کہین ہو دین جو ہم کلام دو ٭ جب سلسلہ کلام یہان تک پہونچا اِس زمرے مین ایک آشنا

با صفا پر مزہ بندے کے تھے اُنھوں نے فرمایا اس وقت کوئی قصہ یا کہانی بہ شیرین زبانی ایسا بیان
کرو کہ رفع کدورت و جمعیت پریشانی طبیعت ہو اور غنچۂ دل بستہ باہتزاز نسیم تکلم کھل جائے فرمانبردار
نے بجز اقرار انکار مناسب وقت نہ جانا چند کلمے گوش گذار کئے اگرچہ گریہ کردن را ہم دل خوش می باید
مگر اس نظر سے مصرع ہرچہ از دوست میرسد نیکوست ؛ یہ فسانہ انھیں بہت پسند آیا کہا اگر بہ جمعی
تمام تو اس قصۂ پراگندہ کو از آغاز تا انجام زبان اُردو مین فراہم اور تحریر کرے تو نہایت منظور نظر
اہل بصر ہو لیکن تقصیر معاف ہو لغت سے صاف ہو بندے نے کہا طبیعت ابنائے روزگار بیشتر
متوجہ عیب جوئی و ہنر پوشی ہے بقول دلگیر شعر سخن فہم کے دیکھنے والے تو بہت ہین دلگیر ؛ اور یہان
حسن شناسان سخن تھوڑے ہین ؛ وہ بولے چشم داشت صلہ طلب اجرت کسی سے منظور نہین
فقط ہماری خوشی مد نظر رکھ جیسا رطب و یابس کہے گا ہمین پسند ہے بشرطیکہ جو روزمرہ اور گفتگو
ہماری تمھاری ہے یہی ہو ایسا نہ ہو کہ آپ رنگینی عبارت کیواسطے دقت طلبی اور نکتہ چینی کرین
ہم ہر فقرے کے معنی فرنگی محل کی گلیون مین پوچھتے پھرین بندے نے کہا یہ تو مقدمہ تحریر ہوا اگر سرکار
کے کام آئے جائے تقریر نہین مگر جلدی نہ کرنا بوقت فرصت لکھونگا وہ تو یار شاطر نہ بار خاطر تھے کہا
اچھا فقیر کو اسی دن سے ہمیشہ اس کا خیال رہتا تھا عدم فرصت سے نہ لکھتا تھا آخر الامر بمقتضائے حیات و
تلاش معاش کے حیلے مین فلک تفرقہ انگیز دون عہد و ساز نے صورت مفارقت کی دکھائی
[illegible] کوئی حسرت بوقت تفرقہ جو رونا ہے حسرت گفت کہا ہم ؛ کہ روز [illegible]
ایام [illegible] ربیع الثانی کے مہینے مین کہ سن ہجری نبوی صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم [illegible]
ہے ایسا اتفاق مجبور کو وہ کانپور مین ہو بلکہ یہ [illegible] پیچ ہے اشراف یہان [illegible]
پیدا ہین اچھا نا جو ہون گے تو گوشہ نشین عزلت گزین مگر چھوٹی امت کی بڑی کثرت دیکھی یہ طور دیکھکر
دل وحشت منزل سخت گھبرایا کلیجہ منہ کو آیا قریب تھا جنون ہو جائے تیرہ بختی سے روز سیاہ
پیش آئے لیکن بہ شفقت عنایت دستگیر شفقت ارسطو فطرت بقراط حکمت حکیم سید اسد علی صاحب
ضمیر منبع علم و کمال سخن فہم ظریف خوشخصال طبع سودا خیز اور سر جنون انگیز کو آرام و تسکین حاصل ہوئی
سادہ حال فقیر دلگیر پر الطاف و کرم فرماتے تھے تدبیرین نیک و احسن واقع رنج و محن بتاتے
تھے ایک روز ان سے بعد اظہار حال مکلف فسانہ دوستانہ یہ بھی کہا کہ ایک کہانی لکھا چاہتا ہون

سنکر فرمایا بیکار مباش کچھ کیا کر پیر پیر نہین پیر تم کاہلی اللہ رے ٭ نام خدا ہو جوان کچھ تو کیا چاہیے
اس وقت یہ کلمہ توسن طبع کو تازیانہ ہوا اگرچہ اس ہیچ میرز کو یہ یارا نہین کہ دعویٰ اردو زبان پر
لائے یا اس فسانہ کو بہ نظر نثاری کسی کو سنائے اگر شاہجہان آباد مین اہل زبان کے بیچ السلطنت
ہندوستان تھا وہان چندے بود و باش کرتا فصیحون کو تلاش کرتا تو فصاحت کا دم بھرتا جیسا
میر امن صاحب نے چار درویش کے قصے مین بکھیڑا کیا ہے کہ ہم لوگون کے ذہن و حصے مین
یہ زبان آئی ہے دلی کے روڑے ہین محاورے کے ہاتھ منھ توڑے ہین پتھر پڑین ایسی سمجھ پر
یہی خیال انسان کا خام ہوتا ہے مفت مین نیک بدنام ہوتا ہے بشر کو دعویٰ کب سزاوار
ہے کاملون کو بیہودہ گوئی سے انکار بلکہ ننگ و عار ہے مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید
وہی مثل سننے مین آئی کہ اپنے منھ سے دھنا بائی لیکن تحریر اس کی ایفائے تقریر ہے یہ قصہ
دلچسپ بےنظیر ہے امید ناظرین پر تمکین سے یہ ہے کہ بچشم عیب پوشی و بہ نظر اصلاح ملاحظہ
فرما کر جہان سہو یا غلطی پائین بہ اصلاح مزین فرمائین کیسی ہی طبیعت عالی ہو ممکن نہین جو بشر
خطا سے خالی ہو اس کے مطالعہ سے خاطر عاطر شاد کرین عاصی کو دعائے خیر سے یاد کرین نیازمند کو
تحریر سے نمود نظم و نثر و جودت طبع کا خیال نہ تھا شاعری کا احتمال نہ تھا بلکہ نظر ثانی مین جو لفظ دقت طلب
غیر مستعمل عربی و فارسی کا مشکل تھا اپنے نزدیک اسے دور کیا اور جو کلمہ سہل ممتنع محاورے کا تھا وہ
بیٹھے یا دوست کی خوشی سے کام رکھا فسانہ عجائب اسکا نام رکھا انہ المبدء والیہ المآب نیتاً بہ دی سے تمام ہوئی کتاب

آغاز داستان نادر بیان صنا سریر سلطانی مالک اورنگ کامرانی زینت تاج و تخت شاہنشاہ

گردون بارگاہ شاہ فیروز بخت اور پیدا ہونا شاہزادہ جان عالم کا اور دوری بادشاہ ملک استاد ہے

مثل ہی سے نہ الفاظ تلازم سے یہ خالی ہے ٭ ہر ایک فقرہ کہانی کا گواہ بے مثالی ہے لا اعلیٰ
یادگار زمانہ ہین ہم لوگ ٭ سن رکھو تم فسانہ ہین ہم لوگ ٭ گرہ کشایان سلسلہ سخن و تازہ کنندگان
فسانہ کہن یعنی محرران رنگین تحریر مورخان جادو تقریر نے اشہب جہندۂ قلم کو میدان وسیع بیان میں
بامر شیرین ساز و لطیفہ ہائے حیرت پرداز گرم عنان و جولان یون کیا ہے کہ سرزمین ختن مین ایک شہر
بہشت سواد بہشت نژاد پسند خاطر محبوبان جہان قابل بود و باش خوبان زمان ہمیم صفت اس کی

معطر کن دماغ جان مسکن التہاب قلب و دافع خفقان زمین اُس کی رشک چرخ بریں رفعت و شان چشمک زن بلندی فلک ہفت میں گلی کوچہ خجلت دہ گلشن آبادی گلزار بستانِ تختۂ چمن بازار ہر ایک بے آزار مصفا ہموار دوکانیں نفیس مکان نازک پائدار خلق خدا باخاطر شاد اُسے فرحت آباد کہتے تھے سب طرح کی خلقت رعیت سے بس رہی تھی والی ملک وہاں کا شاہ گردون وقار بہ تمکین با افتخار سکندر سے ہزار خادم دارا سے لاکھ فرمانبردار قباد شوکت کاؤس حشم مالک تاج و تخت والا مرتبت عالی مقام شہنشاہ فیروز بخت نام موج بخشش سے اِس بحر جود و عطا کے سائلان لب تشنہ سیراب اور نائرہ غضب کے شعلہ سے دشمن بد باطن جگر سوختہ بیتاب دبدبۂ داودی و غلغلۂ عدالت سے دشمن و دوست جانی چور مسافر کے مال کا نگہبان ڈکیتوں کو عہدۂ پاسبانی ملک و فر سپاہ افزوں از قیاس خزانہ لا انتہا وزیر و امیر جانفشان تاج بخش و باج ستان محتاج اور فقیر کا شہر میں نام نہیں داد فریاد آہ و نالہ سے کسی کو کام نہیں رعیت راضی سپاہ جان نثار دوست شادان دشمن خائف شمع کا چور سر محفل لرزاں اس نام سے یہ تنگ تھا کہ امیروں کا چور محل نہ ہونے پاتا تھا وزد حنا کا رنگ نہ جمتا تھا سرِ دست ہاتھ باندھا جاتا تھا آنکھ چرانے سے ہچشم چشمک کرتے تھے کار خیر سے اگر کوئی جی چراتا تو نامردی کی تہمت اُس پر دھرتے تھے لیکن باین حکومت و ثروت کاشانۂ اُمید کا چراغ گل اولاد بالکل نہ تھی خواہش فرزند درد دل اور نہ ہونیکی کاہش متصل حسرت پسر میں رَبِّ لَا تَذَرْنِی فَرْداً وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن ہر ساعت برزبان رَبِّ ہَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ولیا وظیفہ وہاں لڑکے کی تمنا میں بادشاہ مثل گدا دست دراز ایسا لاپروا بے نیاز کی قدرت سے با نیاز آخرش جناب باری میں تضرع و زاری اُس کی منظور ہوئی لاولدی کی بدنامی دور ہوئی ساٹھ برس کے سن میں گوہر آبدار دُرِ شاہوار صدف بطن بانوئے خجستہ اطوار سے پیدا ہوا چھوٹا بڑا اسکی صورت کا شیدا ہوا اس روح افزا کا فیروز بخت نے جان عالم نام رکھا شب و روز پرورش سے کام رکھا حسن اللہ نے یہ عطا کیا کہ نیر اعظم چرخ چہارم پر رعب جمال سے تھرا اور ماہ باوجود داغ غلامی تاب مشاہدہ نہ لایا اُس نقش قدرت پر تصور مانی و بہزاد حیران اور صناعی آذر کی ایسے لعبت حقیقت کے روبرو پشیمان کاسۂ سر سراسر شور جوانی زور شباب سے معمور آنکھیں جھپکانیوالی دیدۂ غزال ختن کی شراب عشق کے نشہ سے چکنا چور چہرے پر جلال شاہی شوکت جہان پناہی نمایان حسن درخشندہ کی تڑپ سے انجم و اختر تابان مصحفی ؎

اسے دیکھ طفلی مین کہتی تھی دایہ ؛ یہ لڑکا طرحدار پیدا ہوا ہے ہنر زا قبیل ع پارہ خواہد شد
از ین دست گریبانی چند ؛ لکھا ہے کہ جب وہ مہر سپہر سلطنت برج حمل سے جلوہ افزا ہوا زینت بخش
کنار مادر زیب آغوش دایہ ہوا خزانہ و محبس کھلا ہزار ہا قیدی رہا ہو اپنے گھر آیا اور سیکڑون لونڈی
غلام نے فرمان آزادی پایا شہر مین محتاج ناپید تھا مگر اشرفی روپیہ حاجیون کیواسطے مکہ معظمہ اور
زائرونکی خاطر کربلائے معلے مین بھیجا ایک سال کا خراج رعیت محتاج کو معاف ہوا شہزادے کے نام
کے گنج آباد ہوئے مسجدین مدرسے مہمانسرا مسافرخانے تعمیر ہوئے اہل شہر دل شاد تھے نجومی پنڈت
جفر دان حاضر ہوئے بہت سوچ بچار کر برہمنون نے عرض کی مہاراج کا بول بالا جاوے چشم مرتبہ و جاہ بالا اعلی
رہے ہماری پوتھی کہتی ہے بھگوان کی دیا سے شہزادے کا چندرمان بلی ہے چھٹا سورج ہے جو
گرہ ہے وہ بھلی ہے دیگ تیگ کا مالک رہے دھرم مورت یہ بالک ہے جلد راج پر راجے پرتھوی مین
دھرم مچے ایسی شادی رچے مگر پندرہوین برس مشتری بارہوین آئیگی سنیچر پانچوین پڑے گا ایک جنگیرو
دشٹو سے کے برن مین ہاتھ آئیگا تریا کے کھٹ پٹ سے وہ بچن سنائیگا کہ راج پاٹ چھوڑا دیس
بدیس لیجائے گا ڈگر مین شہزادہ بھٹکے کوئی پاس نہ پھٹکے ساتھی چھٹین اپنے ڈیل سے نوان ڈول
پھر ایک منکھ ٹھاکر کا سیوک کرپا کر کے راہ لگائے کوئی کلنگن بوجھی ہو کشٹ دکھائے وہان سے
جب چھٹے رانی ملے مہاسندر وہ جرن پریوان وارے پتا اس کا گیانی گن کی کھتی دیلے اس سے
کئی پلچھ مارے دکھ مین آڑے آئے بگڑے کاج بنائے جب اس نگر ہو پہنچے جس کے چت مین
اگر چھوڑے تو لاب بہت ہو درب گنے ہاتھ آئین دور سب کلیس ہو جائین پر ایک ہتی من کا
کپٹی استری پر دوچپ ہو کھٹائی کرے کچھ پڑین نرناری لڑین اور کچھ جل مین بھی ہل چل پڑے
پرتھی لوگ چھوٹ جائین نگر نگر کھوج مین پھر آئین سب بچھڑے ملجائین ماتا پتا کے ڈھک آئین
استری تین ہو دو کا پرمان رہے ایک کی ہین ہو بڑا راج کرے دیا دھرم کے کاج کرے گیان
کی کرپا سے جان کی کھیر ہے بڑی بڑی دھرتی کی سیر ہے یہ سن کر بادشاہ گونہ ملول ہوا پھر
مستقل مزاجی سے یہ کلمہ فرمایا فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ ان سب کو بقدر حال فراخور کمال
مالامال کیا خلعت و انعام دیا بہ بشاشت تمام سرگرم پرورش صبح و شام رہا کوئی برسون مین
بڑھتا ہے وہ نہال نو دمیدہ بستان سلطنت گھڑیون بلند بالا ہوتا تھا چند عرصہ مین بکول قوت

الٰہی وہ ہاتھ پاؤن نکالے دس برس کے سن مین اُس غزال چشم نے ہرن کے سینگ چیر ڈالے دست و بازو مین یہ طاقت ہوئی کہ درندہ فیل مست ہوا جوان رعنا چہرۂ زیبا رستم شوکت اسفندیار سے زبردست ہوا جو اُس کا روے منور دیکھتا یہ کہتا لا اعلم منہ دیکھون آئینہ کا تری تاب لا سکے ❊ خورشید پہلے آنکھ تو تجھ سے ملا سکے ❊ تصویر تیری کھینچے مصور تو کیا مجال دست قضا تو پھر کوئی تجھ سا بنا سکے ❊ تحصیل علم و فضل مین شہرۂ آفاق ہوا جتنے فن سپہ گری ہین اُن کا مشاق جمیع علوم ہر فن مین طاق ہوا جل جلالہ باپ ویسا بیٹا ایسا محبوب محبت مین بسان یوسف و یعقوب جب وہ ہلال سپہر شہریاری بدر کامل ہوا اور چودھوان برس بھر گیا جوانون مین شامل ہوا بصلاح و صوابدید ارکان سلطنت و ترقی خواہان دولت شادی کی تجویز ہوئی تلاش بے شمار و تجسس بسیار ایک شاہزادی پری پیکر خوبصورت نیک سیرت حور نژاد گل اندام سیمین بر رشک شمشاد ماہ طلعت نام و دودمان والا سے مقرر ہوئی وہ جو آئین بادشاہی طریق فرمانروائی ہے اُسی طرح اسکے ساتھ اُس اختر تابندہ کو مقران کیا۔

ترانہ سنجی عندلیب خامۂ گلشن بیان سواری شہزادۂ جانعالم مین اور خریدنا طوطے کا اور کج بحثی ماہ طلعت کی طوطے سے اور مذکور حسن انجمن آرا اور شہزادے کا عاشق ہونا

بلبل نوا سنج ہزار داستان طوطی خامہ زمزمہ ریز خوش بیان گلشن تقریر مین یون چہکتا ہے کہ بعد رسم شادی سیر و شکار کی اجازت سواری کا حکم شاہ ذوی الاقتدار سے حاصل ہوا گاہ گاہ بشاہم جانعالم سوار ہونے لگا ایک روز گذر اُس کا گدڑی مین ہوا انبوہ کثیر جم غفیر نظر آیا اور غلغلۂ تحسین و آفرین از زمین تا چرخ برین بلند پایا شہزادہ ادہر متوجہ ہوا دیکھا ایک مرد پیر نحیف مستر اسی برس کا سن نہایت ضعیف پنجرا ہاتھ مین لئے کھڑا ہے اُس مین ایک جانور مانند ساکنان جنان سبز پوش طائر بہر قوت خانہ بدوش بامنقار گلنار لطیفے لطیف رنگین اور نکتے قابل تعریف تمکین مثال طوطی پس آئینہ بیان کرتا ہے لا اعلم ❊ در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ❊ انچہ استاد ازل گفت ہمان میگویم ❊ شہزادے کے دیکھتے ہی طوطا اپنے مالک سے بولا اے شخص کوکب بخت تیرا افلاس کے برج تیرہ سے نکلا نصیبا چمکا طالع بر سر یاری زمانہ آمادہ مددگاری ہو دیکھ ایسا شہزادہ حاتم شعار ادہر متوجہ

تصویر شہزادہ اور پیر مرد کی مع پنجرے اور توتے کے



اِس مشتِ پر ذرۂ بیمقدار پر بہوا ہے وہ بیکار شے کارگاہ بے ثبات مین ہون جس کا طالب نہین
کہین سجدیکہ جانور ہون اور بلّی کھاجا مگر یہ جو نظر عنایت کرے ابھی تیرا ہاتھ پُر زر ہو دامن گہر سے بھرے
جانعالم نے جو یہ سخن ہوشربا کلمۂ حیرت افزا سُنے توتے سے عقل کے اُڑے پنجرہ اس طائر ہمہ دان جانور
سحر بیان کا ہاتھ مین لیکے مالک سے قیمت پوچھی توتے نے کہا مؤلف کب لگاتا ہے کوئی
اِس دلِ بیجان کا مول ٭ سب گھٹا دیتے ہین مفلس کے غرض مال کا مول ٭ مگر جو حضور کی مرضی
جانعالم نے لاکھ روپئے خلعت کے سوا عنایت کیے اور پنجرہ ہاتھ مین لیے دولت سرا کو روانہ ہوا
گھر مین جا ماہِ طلعت کو توتا دکھایا یہ مصرع انشا کا پڑھا **انشا** بازار ہم گئے تھے اک چوٹ مول لائے
طوطے نے شہزادے کو سخنان دلچسپ قصص عجیب حکایات غریب شعر خوب ضمنہائے مرغوب سُنا
اپنے دامِ محبت مین اسیر کیا یہ نوبت پہونچی کہ سوتے جاگتے دربار کے سوا جدا نہ ہوتا جب دربار
جاتا پنجرا بتاکید حفاظت ماہ طلعت کو سونپ جاتا اور دربار سے دیوانہ وار بشوق گفتار بیقرار جلد
پھر آتا ایک دن شہزادہ دربار گیا توتا محل مین رہا اس روز ماہ طلعت نے غسل کیا اور لباس
مکلف سے جسم آراستہ زیور پُر تکلف سے پیراستہ ہو جواہر نگار کرسی پر بیٹھی ہوا جو لگی آئینہ مین صورت
دیکھ خود محو تماشا ہوئی بحر عجب و نخوت مین آشنا ہوئی خواصون سے جلیسون سے جو جو دمساز محرم راز
تھین اپنے حسن کی داد چاہی ہر ایک نے موافق عقل و شعور تعریف کی کسی نے کہا ہلال عید ہو

کوئی بولی خدا جانتا ہے دیدہ ہو نہ شنیدہ ہوا اللہ تعالی نے باین کثرت مخلوقات تمھارا ہمسر از قسم جن و بشر بنایا نہیں پری نے یہ قد بالا حور نے یہ حسن کا جھمکڑا پایا نہیں جب وہ کہہ چکین ماہ طلعت نے کہا توتا بہت عقلمند ذی شعور سیاح نزدیک و دور ہے اس سے بھی پوچھنا ضرور ہے مخاطب ہوئی کہ اے مرغ خوشنحو و طائر زمرد لباس سرخرو بندۂ سنج بیر سج سچ کہنا اس سج دھج کی صورت کبھی تیرے طائر وہم و خیال کی نظر سے گذری ہے نیرنگی چرخ کج رفتار فتنہ پردازی گردون دوار عیان ہے

تصویر ماہ طلعت و جان عالم مع توتے اور خواصون کے



آگاہ سب جہان ہے اسوقت توتا رنجیدہ دل کبیدہ خاطر مضمحل بیٹھا تھا چپ ہو رہا شہزادی نے پھر پوچھا توتے نے بے اعتنائی سے کہا ایسا ہی ہو یہ رنڈی مشتاق مزاج طرہ کیہ شہزادے کی حیا شوہر مالک تخت و تاج برہم ہو کے بولی میان مٹھو جینے سے خفا ہو جو ہمارے روبرو چبا چبا کے گفتگو کرتے ہو توتے نے کہا سوال و جواب اور دھمکانا اور حکومت سے ڈرانا اور غصے منہ دکھانا اور ہے کیون الجھتی ہو شاید تمھین سمجھی ہو پھر تو شعلہ غضب کانون سینۂ شہزادی مین مشتعل ہوا کیون جانور بے تمیز ناچیز تیری موت آئی ہے کیا بیہودہ ٹین ٹین مچائی ہے ڈاہی بک رہا ہے مرتبہ نہیں سمجھتا ہے توتے کے منہ سے نکلا کیون اتنی خفا ہوتی ہو اپنا منہ ملاحظہ کرو صاحب بڑی خوبصورت ہو یہان تو یہ حیص بیص تھی کہ جان عالم تشریف فرما ہوا عجب صحبت دیکھی کہ

شہزادی بچشم پُر آب با دل کباب غیظ مین آ کر تھرّا توتے سے بحث رہی ہے شہزادے نے
فرمایا خیر باشد توتا بولا آج نرا شر ہے خیر بخیر مگر چند سے حیات مستعار اس وحشی کی اور آب و دانہ
قفس مین پینا کھانا باقی تھا اگر آپ اور گھڑی بھر دیر لگاتے تشریف نہ لاتے تو میرا طائر روح گریۂ غضب
شہزادی سے مجروح ہو کر پرواز کر جاتا ہرگز جیتا نہ پاتے مگر پنجرہ خالی دیکھ فراخ عالی پریشان ہوتا
بحسرت و افسوس یہ فرماتے اِنشا توتا ہمارا مر گیا کیا بولتا ہوا ؞ ماہ طلعت ان باتون سے زیادہ
ملتذ ہوئی شہزادے سے کہا اگر میری بات کا توتا صاف جواب نہ دیگا تو اس نگوڑے
کی گردن مروڑ اپنے لہو سے اسکی آنکھین ملون گی جب دانہ پانی کھاؤن پیون گی جانعالم نے کہا
کچھ حال تو کہو توتے نے گذارش کی کہ حضور یہ مقدمہ غلام سے سنیے آج شہزادی صاحبہ اپنی انیت
مین بہت نکھر رہی تھا دیکھ آئینہ کو کہتی تھی کہ اللہ ری مین ؞ مجھ سے پھر فرمایا توتے ایسی صورت کبھی
دیکھی ہے مجھ اجل رسیدہ کے منھ سے نکلا خدا نہ کرے اس جرم قبیح پر شہزادی کے نزدیک کشتنی
سوختنی گردن زدنی ہون بقول میر تقی شعر بے جرم تہ تیغ ہی رکھا تھا گلے کو ؞ کچھ بات بُری منھ سے
نہ نکلی تھی بھلے کو ؞ جانعالم نے کہا تم بھی کتنی عقل سے خالی حمق سے بھری ہو تم تو پری ہو جانور
کی بات پر اتنا آزردہ ہو گو گویا ہے پھر طائر میان مٹھو کو ان باتون کی تاب نہ آئی آنکھ بدلکر روکھی
صورت بنائی اور ٹین سے بولا خداوند نعمت جھوٹ جھوٹ ہے سچ سچ ہے ہم سب کا کوئی
نہین ہے وہ ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ہے اسکے سوا ایک سے ایک بہتر اور برتر ہے وہ
خود فرماتا ہے فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مین نے تو جھوٹ اور سچ دونون سے بچکر ایک کلمہ کہا تھا
اگر راستی پر ہوتا گردن کج کیے سیدھا گور مین سوتا یہ سخن کے وہ اور رنجور ہوئی مثل مشہور ہے لاج ہٹ
تریا ہٹ بالک ہٹ جانعالم نے مجبور ہو کر کہا جو ہو سو ہو مٹھو پیارے سچ کہہ دو توتے نے بہ ادب
عرض کی دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز مجھ سے سچ نہ بلوائیے میرا منھ نہ کھلوائیے
نہین انجام راستی حضور کے دشمنون کو دشت نوردی بادیہ پیمائی غریب الوطنی کوچہ
نصیب ہو گی شہزادے نے کہا یہ جملہ تم نے اور بنایا سنایا اب جو کچھ کہنا ہے کہا چاہیے
بہت نہ بنائیے اس نے کہا مین نے ہرچند چاہا آپ رنج سفر مصائب شہر بشہر ایذائے غربت ہما
باز رہین کہ سفر اور سقر کی صورت ایک ہے اس سے بچنا نیک ہے مگر معلوم ہوا کہ حضور کے مقدر

یہ امر لکھا ہے میرا اس مین قصور کیا ہے رفیع سودا چاک کو تقدیر کے ممکن نہین کرنا رفو ❊
سوزن تدبیر ساری عمر گو سیتی رہے ❊ سنئے قبلۂ عالم یہان سے برس دن کی راہ شمال مین ایک
ملک ہے عجائب زرنگار ایسا خطہ ہے کہ مرقع خیال مانی و بہزاد مین نہ کھنچا ہوگا اور پیر دہقان فلک
نے مزرعۂ عالم مین نہ دیکھا ہوگا شہر خوب آبادی مرغوب رنڈی مرد حسین طرحدار مکان بلور کے بلکہ
نور کے جواہر نگار عقل باریک بینان مشاہدے سے دنگ ہو خلقت اس کثرت سے بسی ہو کہ اس
بستی مین وہم و فکر کو عرصہ تنگ ہو خورشید ہر سحر اسکے دروازے سے ضیا پاتا ہے بدر کامل اس
شہر مین غیرت سے کاہیدہ ہو ہلال نظر آتا ہے وہان کی شہزادی ہے انجمن آرا اسکا تو کیا کہنا
کہان میری زبان مین طاقت اور دہان مین طلاقت جو شمہ مذکور شکل و شمائل اس زہرہ جبین فخر
لعبتان لندن و چین کا سناؤن استاد ازل نے کیا خوب گڑھ کے اسے حسن آفرین ❊ اپنی صناعی
پہ حیران خود وہ صورت گر رہے ❊ لیکن بیات سو خواص زرین کمر تاج دلبری بسر عنبرین مو سر گروہ خوبان
جہان جان جہان آرام دل مشتاقان اسکی خدمت مین شب و روز سر گرم خدمتگذاری کھڑی ری
رہتی ہین اگر ان کی لونڈیون کو شہزادی صاحبہ بنظر انصاف دیکھین اور پیر غیرت کو بھی کام فرمائین
یقین تو ہے چلو بھر پانی مین محجوب ہو کر ڈوب جائین ماہ طلعت یہ سخن کے سن ہوئی سر جھکا لیا جان عالم
نے پنجرا اٹھا لیا دیوان خانہ مین لیجا مفصل حال دریافت کرنے لگا ہر دم ٹھنڈی سانس بھرنے لگا مولوی جامی
نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ❊ بسا کین دولت از گفتار خیزد ❊ درآید جلوۂ حسن از در گوش ❊ ز جان آرام
برباید ز دل ہوش ❊ ز دیدن ہیچ اثر در سینہ ❊ کند عاشق کسانرا غائبانہ ❊ توتے کو شہزادے
کی طرز گفتگو رنگ رو آنکھ کی تری ہونٹھ کی خشکی دل کی دھڑک کلیجے کی پھڑک سے کہ یہ نشان
عشق کے ہیں نہان حجاب مین ثابت ہوا کہ شہزادے کا دل پرزے پرزے اور دماغ عقل سے خالی
ہوا خیال محال وصال انجمن آرا بھرا سخت نادم و خجل ہوا دل سے کہا کمبخت زبان نے حسن کے بیان
نے غضب کیا منتر کارگر ہوا پڑھا جن سر پر چڑھا حضرت عشق کا گذر ہو چلا یا کیہ لطائف الحیل اس
عزم بیجا سے باز رکھے کہا اے نادان دشمن جان یہ قصد لاحاصل ہے عمداً اس کوچہ مین پاؤن دھر اپنے
خون سے ہاتھ نہ بھر بقول مؤلف خدا کو مان نہ لے نام عاشقی کا سر دے کہ منفعت مین بھی اسکے ہین ضرر پیدا
یہان اسکا محال ہے مگر مختصر سا حال ہے عقل اس کام مین دنگ ہو جاتی ہے وحشت نزدیک آتی ہے لب خشک چشم تر چہرہ زرد

دل خون ہوتا ہے بھوک پیاس مرجاتی ہے خواب مین نیند نہین آتی ہے جان شیرین تلخ ہو کلیجے
مین درد آخر کو جنون ہوتا ہے تخت جگر کھاتا ہے خون دل پیتا ہے مر مر کے جیتا ہے رقیبون کو طعنون
سے سینہ فگار ہوتا ہے لڑکون کے پتھرون سے سر گلنار ہوتا ہے دن کو ذلت و خواری شب کو انتظار مین
اختر شماری بیقراری سے قرار اسکی نظر مین ذلیل و خوار جنگل مین جی لگتا ہے بستی اجاڑ معلوم ہوتی ہے
در بدر پھرنے مین دن تو کٹ جاتا ہے تنہائی کی رات پہاڑ معلوم ہوتی ہے دل جلتا ہے دیدے
سے دریا اُبلتا ہے شجر تمنا بے برگ و بار رہتا ہے پھولتا ہے نہ پھلتا ہے جوانی کا کھن پیری تک
اُدھیڑ بن رہتی ہے گونگا بہرا بن جاتا ہے طبیعت سُن رہتی ہے ابھی پہلی بسم اللہ ہے ٹھنڈی سانسین
بھرتے ہو لب پر آہ ہے دیکھا نہ بھالا ہے سینے کے پار عشق کا بھالا ہے آئینہ ہاتھ مین لے منھ تو دیکھو نقشہ
کیا ہے معشوق باوفا گو گرد سُرخ لال سپید سے نایاب ہے کہا کہان ملتا ہے خاک مین ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے
خواہان ملتا ہے یہ جو زمانہ مین مشہور با مہر و وفا ہین بانی صد جور و جفا ہین عشق کمبخت بے پیر ہے او
نوجوان یہی ٹیڑھی کھیر ہے سنا نہین کوہکن نے جان شیرین کس تلخی سے کھوئی یوسف کی چاہ مین
زلیخا نے کیسے کنوین جھانکے کیا کیا روئی مجنون کو اس وحشت مین جنون ہو لیلی کا کیا بگڑا پرویز کا اس
کوچے مین خون ہوا شیرین نے کیا کیا افسوس تو یہ ہے کہ اتنا بھی کوئی نہ سمجھا جامی رحمہ اللہ
غم چیزے رگ جان را خراشد * کہ گاہے باشد و گاہے نباشد * ذلت اس کام مین عزت ہے
درد کا نام یہان راحت ہے دل اس کشمکش مین لوٹ جاتا ہے رستم کا اس معرکہ مین جی چھوٹ
جاتا ہے اسفندیار سا روئین تن ہو تو موم کی طرح پگھل کر بہ جائے حسرت ہی حسرت رہجائی لوگون نے
ہزارون رنج و صدمے اس کام مین اُٹھائے بعد خرابی بسیار بھی ناتجربہ کار کہلائے لیکن یہ وہ بُرا کام ہے
کہ اس مین مشتاق اور مبتدی کی رائے ایک سی ہے اس کا آغاز ہے نہ انجام ہے خصوصا عشق مین
کوئی دوست گرفتار نہ ہو مؤلف ع دوست تو دوست ہے دشمن کو یہ آزار نہو مسدس

کیا مین اس کافر بدکیش کا احوال کہون	یہی خونخوار پیا کرتا ہے عاشق کا خون
زار کردیتا ہے انسان کو یہ اور زبون	رفتہ رفتہ یہی پہونچاتا ہے نوبت بجنون
یہی خونریز تو خونخوار ہے انسانون کا	دین کھوتا یہی کافر ہے مسلمانون کا
یہی کرتا ہے ہر اک شخص کو رسوا ظالم	یہی کرتا ہے ہر اک چشم کو دریا ظالم

کوہ دکھلاتا ہے گاہے گہے صحرا ظالم
دربدر خاک بسر چاک گریباں کرکے

یہی بانی تو زلیخا کی بھی رسوائی کا
یہی فرہاد کا حامی تھا تبر داری کا
تلخ کامی ہوئی شیریں کو اسی سے حاصل

اس نے مجنوں سے بنائے ہیں بہت دیوانے
گو کہ مشہور جہاں اس کے ہیں افسانے
کبھی معشوق کے پردے میں نہاں ہوتا ہے

ناقۂ لیلیٰ مضطر کا شتربان یہ تھا
چاہ میں ڈال کے یوسف کا نگہباں یہ تھا
حسن بنجاتا ہے انداز کہیں ناز کہیں

ہے مثل فرہاد بہت مرگئے سر پھوڑ حزیں
پاس عذرا کے گیا اور کبھی وامق کے قریں
اس سے ملتا ہو جسے رنج و محن ملتا ہے

طور کو نور کے جلوے میں جلایا اس نے
جان چھوڑی نہیں جیتا جسے پایا اس نے
کام مردوں سے لیا زندوں کو ناکام رکھا

اسکے افسانے ہیں دنیا میں بہت طول طویل
اس کا بیمار پڑا رہتا ہے بستر پہ علیل
رنج و ماتم کے سوا اور یہ کیا دیتا ہے

یہی اخفا ہے بصد زیب رگ ہر گل میں
یہی ہے جز و میں گر دیکھو یہی ہے کل میں
خون بھر دم زمانے کا بہاتے دیکھا

کیا بتاؤں تمہیں کرتا ہے یہ کیا کیا ظالم
جان لیتا ہے وسے بے سروساماں کرکے

یہی باعث دمن و نل کی ہوا یاری کا
عشق کہیے نہ اسے قہر ہے یہ باری کا
کٹ گئے بے پردہ وہ برباد ہزاروں محمل

اس نے خود رفتگی میں اپنے کیے بیگانے
پر جو اس کام کا مشتاق ہو وہی جانے
کبھی سر چڑھ کے یہ عاشق کے عیاں ہوتا ہے

نجد میں قیس سے پہلے ہی حدی خواں یہ تھا
جان ہر شیر کی لینے کو نیستاں یہ تھا
درد دل ہے یہ کہیں سوز کہیں ساز کہیں

دی ہے شیریں کی طرح کتنوں نے جان شیریں
اس سے آوارہ بچا اور نہ بچا گوشہ نشیں
گور ملتی ہے کسی کو نہ کفن ملتا ہے

کبھی آتش کو ہے گلزار بنایا اس نے
اور نیرنگ جہاں اپنا دکھایا اس نے
درد کا نام کبھی بیدردوں نے آرام رکھا

جس کا ہمدم یہ ہوا ہو گیا وہ خوار و ذلیل
ہوش دیدے کے بجا دیتا ہے کہیں رحیل
وصل کی شب سحر ہجر دکھا دیتا ہے

سوز و نالہ یہ اسی کا ہے دل بلبل میں
گر فرشتہ ہو تو آجاتا ہے اس کے جل میں
میل چتون پہ کبھی اسکے نہ آتے دیکھا

ایک شہر سے نکلا حال جو مین نے سنا اس کا	جس پہ اس دیو نے الطاف کا سایہ ڈالا
وحشت غربت مین وہ آوارہ و سرگشتہ ہوا	دوست بھی چھوٹتے ہین شہر بھی چھٹتے اپنا
پاس جسکے یہ گیا خلق سے وہ دور ہوا	کونسا شیشۂ دل تھا کہ نہ وہ چور ہوا
ہجر کے رنج مین کتنون کا ہوا اس مین وصال	رہ گئے سینے مین فرقت کا ہی درد و ملال
اسکی گردش سے ہر اک ماہ ہوا بدر ہلال	کس کی طاقت ہے جو تقریر کرے اسکا حال
زیست کرنا غم ہجران سے ہے بسکہ شاق	جان دیتے ہین کہہ کہہ کے یہی ہائے فراق

وصل مین بہتر ہے ہجر کا رنج دے جا تاکہ اسے چاہ کنوین جھنکوائی ہے یہ وہ بیماری ہے جو جان کے ساتھ جاتی ہے ہمیشہ سے اس کام والے آہ و نالہ بر لب فغان بسر چاک گریبان رہتے ہین اگر عاشق کی عزت و توقیر ہوتی تو دنیا مین اس سے بہتر کوئی شے نہ تھی کچھ ان لوگون کو حرص پاس قدردان ہین مگر ہر جگہ کہان ہین اور یہ قصہ جو مین نے کہا فقط بات کی بات کا جھگڑا تھا ورنہ کہان ملکہ کہان زنگار کہا شہزادی عالی تبار جان عالم نے کہا استغفر اللہ اگر وہ جھوٹ تھا تو یہ قصہ سچ ہے یہ تو نری کفر ہے سو خدا ہی کی قسم سچ نہ مانونگا کہا اچھا نہ جھوٹ سمجھا تو سنئے کہنے سے میرا دل لگا اتنا اسی تقریر مین یہ حال ہوا کہ دل مین درد چہرہ زرد ہونے لگا لپٹا ہوا گرفتار رنج و تعب عشق کے آثار سب ظاہر ہوئے ضبط کا پردہ درمیان سے اٹھا شور و فغان سے اٹھا جنون پیدا ہوا عقل بیچارہ تو گرفتار سلسلۂ محبت مین اسیر ہوا بقول میر کیا ہے [illegible] سے

اک جنون کیا پیدا ✤ اشک سے رنگ خون کیا پیدا ✤ ہاتھ جانے لگا گریبان تک ✤
چاک کے پاؤن پھیلے دامان تک ✤ بیقراری نے کج ادائی کی ✤ تاب طاقت نے بیوفائی کی

طوطا یہ حال دیکھ کر بہت متعجب ہوا کہ ناحق رنڈی کی کج بحثی سے شہزادے کو مرگ کا مستعد کیا۔ بیٹھے بٹھائے خون ناحق اپنی گردن پر لیا اب اس طرح کا سمجھانا نافع اور فائدہ کرتا نا بلکہ زہر ہلاہل ہے کہیں آگ پر شعلہ تیل چھڑکنے لگا اور زخم شمشیر عشق کو مژدۂ وصال سے بھرنے لگا کہا آپ ہوش و حواس بجا رکھئے اگر ایسا ہی چاہا کہ میرا کہنا جھوٹا ہے سچ مانا اس شرط سے پتہ بتاؤن گا ✤ میرا کہا مانو گے رنگ اتنا [illegible] دھوکا کھاؤ گے [illegible] پچھتاؤ گے جان عالم نے فرمایا ملے رہبر کامل سچ [illegible] گنہگار [illegible] سے وفا طاعت سے [illegible] قدم باہر [illegible]

جو تو کہیگا وہی کرونگا مگر حلیہ حال مفصل اور تعین منازل و سمت شہر دوست نشان کا پتہ دے
ورنہ یہ دل بیتاب بہ عجلت وہ بیقراری سیماب کہ قطرہ خون سے فزون نہیں تڑپ کر از راہ چشم دیدہ
روئے دوست نکل جائے گا پھر بجز حسرت و افسوس تیرے کیا ہاتھ آئیگا میرا دل تڑپتا ہے مثل میرا
مرغ بسمل ہے یا کہ دل میرا ۔ توتے نے کہا اضطراب کا کام خراب ہوتا ہے اتنی جلدی موقوف ہے
آج کی رات اس شہر میں کاٹ صبح ادھر کی راہ لیجئے اگر کشش صادق اور طالع بھی موافق ہے
انشاء اللہ منزل مقصود کو پہونچیں گے عزم بالجزم درکار ہے اور شہر پناہ پر خانہ باغ سے جانعالم
یہ خوشخبری سنکر بشاش ہوا پھر کہا استاد فردا دور وصل ہے کل رات کی نیت بخیر ہو ام دوستے اگر
طالع برگشتہ تدبیر الٹ ۔ اس رات کی بیقراری گریہ زاری اختر شماری شہزادے کی کیا کہوں
ہر گھڑی بحال پریشان سوئے آسمان مضطر نگران تھا کہ رات بسر ہو جلد سحر ہو تو عزم سفر ہو ورنہ کہتا تھا
سعدی کی سعدیا نوبت امشب دہل صبح نکوفت ۔ یا مگر صبح نباشد شب تنہائی را ۔ آخرش تیرہ وہاں سے
سحری اثر نالہ نیم شبی سے ظلمت شب بنور روز مبدل ہوئی وزیر زادے کو یاد فرمایا
اور کہیں سے زمانہ عشق انگیز آیا اس سے بھی الفت رکھتا تھا جب یہ حاضر ہوا حکم کیا دو گھوڑے تیار تھا برق رفتار
جنگلی چھچھلتے نسیم سیر رہوار گھوڑے کو کندل ڈالی آنکھے قدم سے گیت سرسری ڈپٹ پاؤں نہ آگے نکلے حالیہ الارشاد
اصطبل خاص میں جا گھوڑے لایا کچھ اسباب ضروری وہ بھی بجلدی لیکے وہ دونوں حضرت بقول میرحسن آیا بیچ

نکل شہر سے راہ جنگل کی لی	غرض ہمرہی کی اور جنگل کی لی

پہلا سفر عازم شہر دلدار کا مع وزیرزادہ اور راہ میں ہونا توتے کا ہرن کا ملنا اور تفرقہ باہم کا ملاقات مرشد کامل کی پھر وطن میں کوٹنا شہزادے کا طلسم کی گرفتاری جانعالم کی بیقراری پھر بدولت نقش سلیمانی رہائی کی

بادیہ پیمایان مراحل محبت و صحرا نوردان منازل مودت رہروان دشت اشتیاق و طے کنندگان جادہ
فراق مسافران بادیہ ناکامی پروردہ خضر راہ کوچہ یار و رنج و دنیا فراموش عشق سر پہ سوار خود پیادہ زیست سے
دل سیر مرگ کے آمادہ لکھتے ہیں کہ جب یہ باہیئت گدائی خبر دیدہ و حسرت زدہ آغوش شاہی سے
نکلا اور در شہر پناہ پر پہونچا پھر کر عمارات سلطانی شہر کی آبادی دیکھ آہ سرد کھینچی غریب الوطنی ہے

کمر چست کی اور فراق یاران وطن مین دل کھول کر خوب رویا پھر فاتحہ خیر پڑھکر آگے بڑھا توتے کو
پنجرے سے کھول دیا گھوڑون پر شہزادہ اور وزیرزادہ سمند صبا پر میان مٹھو پیادہ یا دانہ کھاتے
نیا پانی پیتے روانہ ہوئے بعد طے منازل و قطع مراحل اُن کا گذر ایک دشت و عجیب صحرائے غریب مین
ہوا سر تختہ جنگل کا بروش باغ تھا جو پھول پھل تازہ کن دل معطر نمائے و باغ تھا جہان تک یک نگاہ
جاتا بجز گل ہائے رنگین و یاسمین و نسرین اور کچھ نظر نہ آتا شہزادہ شگفتہ خاطری سے صناعی باغبان
قضا و قدر کی دیکھتا جاتا تھا ناگاہ ایک سمت سے دو ہرن برق وش صبا کردار سبک چست تیز رفتار
سامنے آئے زربفت کی جھولین پڑین جڑاؤ سنگوٹیان ٹھرین گلے مین مغرق ہیکلین مثل طاؤسان بناز عربدہ ساز
سرگرم خرام ناز چھم چھم کرتے چوکڑیان بھرتے جان عالم بیچین ہوا وزیرزادے سے کہا کسیطرح انکو جیتا گرفتار
کیجئے اس سعی مین گھوڑے ڈالدیا تو وہ اپنی وضع پر چلے جاتے تھے جب گھوڑون کی آمد دیکھی سنبھل کنوتیان
بدل چوکڑی باجست و خیز بھرنے لگے انھون نے گھوڑے ڈپٹائے اُنکے گھوڑے سے دوڑانا وہ طائر فرزانہ
چوکڑی بھول کے بچارا ہان ہان اے نوجوان کیا غضب کرتا ہے یہ دشت پر خطر ہے بیہودہ کیون
قدم دھرتا ہے ہر چند پکارا سر دے مارا مگر سناٹے مین کسی نے نہ سنا توتے نے لاکھ سر دھنا آخر مجبور
ایک درخت پر بیٹھ رہا وہ چلے گئے و چار کوس دونون ہرن ساتھ بھاگے پھر ایک اور سمت دوسرا
اور طرف چلا ایک کے ساتھ شہزادہ دوسرے کے تعاقب مین وزیرزادہ یہ بھی جدا ہوئے

تصویر جان عالم مع وزیرزادہ اور دو ہرن بھاگتے ہوئے اور توتا بالائے سر پران



القصہ تا غروب آفتاب وہ شمس سپہر سلطنت گھوڑا ایک لٹ پھینکے گیا دفعۃً ہرن نظر سے غائب ہوا
اسنے باگ روکی گھوڑا عرق عرق خود پسینے مین غرق سر سے پا تک بحال مضطر حیران و پریشان
دم و پشیمان دیکھا تو نہ وزیرزادہ نہ توتا آپ یا دشت پرخطر گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھا بوئے انسان
حیوان مشام جان تک نہ آئی طبیعت سخت گھبرائی جب کسی کو نہ دیکھا یہ کہا شعر الٹے یہ ترنگ
بانی کی کیا جسنے مجھ کو جلا وطن ✽ ہوا ایسا پیش ازین کا ہیکو مین نکل کے گھر سے خراب تھا ✽ اور
کبھی جو یاد یاران ہمراہی جی مین آتی تو یہ شعر دردناک میر سوز بادل صد چاک آہ جگر دوز پڑھتا
میر سوز کہیو لے باد صبا بچھڑے ہوئے یارون کو ✽ راہ ملتی ہی نہین دشت کے آوارون کو ✽
کچھ آگے بڑھا چشمۂ آب نظر پڑا گھوڑے سے کودا ہاتھ منھ دھویا اپنی تنہائی پر خوب رویا اسی
حال گریہ زاری مین دست دعا بجناب باری اٹھا کر پکارا کہ اے کس بیکسان و اے مددگار
رہ گم کردگان مجھ خستہ و پریشان دور از یار انکی رہبری کر تیرے بھروسے پر سلطنت کو خاک مین
ملا گھر سے ہاتھ اٹھا آوارہ صحرائے غربت مبتلائے رنج و مصیبت ہوا ہون الٰہا نہ مونسے نہ رفیقے نہ ہمدمی دارم
حدیث دل بکہ گویم عجب غمی دارم ✽ تیری ذات ہے یا یہ جنگل وحشت انگیز بلا خیز جہان تک عمارات
نہین آتی یہ کہہ کے زار زار مانند ابر نو بہار رونے لگا فریاد و زاری تڑپ اور بیقراری اسکی بدرگاہ مجیب الدعوات قبول
ہوئی تیر دعا ہدف اجابت پر لب معشوق ہوا ایک پیر مرد سفید ڈاڑھی والے سبز عمامہ سر پر عبائے عنابی کندھے پر ڈالے

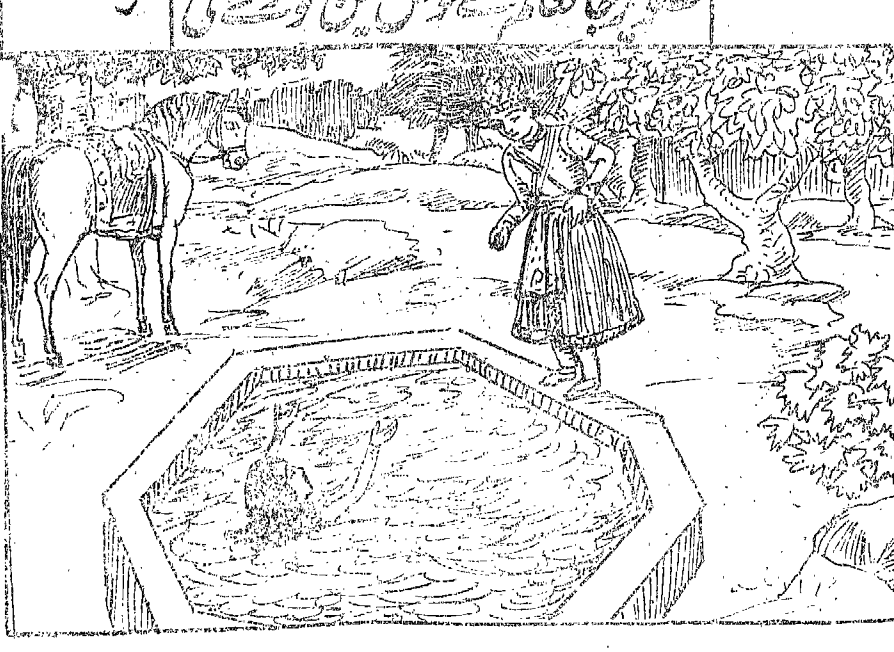
تصویر شہزادے کا چشمہ پر بیٹھنا اور پیر مرد کا وہان آنا



ہاتھ میں عصا خضر صورت بزرگ سیرت پایا اور پکارا السلام علیک اے نوبادۂ چمن سلطنت واسیر گرفتار محبت و محنت شہزادے نے آنسو پونچھ سلام کا جواب دیا پیر مرد نے فرمایا اے عزیز کیا حاجت رکھتا ہے بیان کر یہ سنکے ایسا خوش ہوا کہ رنج راہ بھولنے کا بھولا وزیرزادہ اور توتے کی جدائی بھی یاد نہ آئی کہا آپکو قسم اُسی کی جس نے مجھے یہاں ہمری کو بھیجا ہے جلد نشان ملک زرنگار کا دکھا دیجیے یار دلدار تک پہونچا دیجیے وہ ستودہ صفات ہنسا اور کہا اللہ ری بیخودی ابھی بلائے ناگہانی آفت آسمانی جس میں آپ پھنسے ہیں اُس سے نجات نہیں پائی معشوقہ یاد آئی جان عالم نے کہا کوئی آفت دشمن و بلا ہجر جانان اور مفارقت دوست سے بڑھ کر نہیں ہے پر سوز لگے درد جدائی کو قیامت کا رنج + روز محشر کو نہ میری شب ہجران سے ملا + اُس عصا والے نے فرمایا صاحبزادے چھوڑ اسے غفلت شیوہ تو بچہ ہے ہر سمجھتا ہے اس کا موسم گل اور بلبل کا نالہ غم والم ہے یہاں کا پھنسا اچھا حشر تک نہیں چھوٹتا یہ سب کارخانہ طلسم ہے شہزادے نے کہا ہم بحر محبت میں گرفتار ہیں ہمیں جینا مرنے سے فزون ہے دل کا حال دگرگون ہے شیشہ پُرشیشہ آگ نکلتی ہے مرے سینے سے +
الٰہی موت دے گذران ایسے جینے سے + اس کریم النفس کو اسکے حال پر رحم آیا فرمایا بدحواس نہ ہو نظر بخدا رکھ کہ وہ چارہ ساز عالمین جامع المتفرقین ہے شہزادے نے کہا فی الحقیقت مگر ایسے خدا ایک نظر ملک زرنگار اور وہ معشوقہ طرحدار اگر نظر آئے جان زار بچ جائے زیست کا کیا اعتبار ہے مرگ ہمیشہ ہمکنار ہے حسرت دید نہ نکل جائے اس خدا پرست نے فرمایا آنکھ بند کر پلک سے پلک شہزادے کی لگی ملک زرنگار میں گذر ہوا اور صورت اس حور کردار کی نظر پڑی مہر نگار دل سے آہ کی بیہوشی ساری غشی طاری ہوئی مرد بزرگ نے سمجھایا اس امر لاطائل سے کیا حاصل زندگی درکار ہے ایک روز دوست بھی ہمکنار ہے سمجھانے سے اتنی تسکین ہوئی کہ آنکھ کھولی رات ہو گئی تھی پیر مرد نے کچھ کھلا پلا چشمہ شفا یا جس وقت افق مشرق سے راہ گم کردہ مسافر مغرب یعنی آفتاب عالمتاب جلوہ افروز ہو کر چوتھے چارم آسمان پر آیا شہزادے کی آنکھ کھلی وہاں آپ کو پایا جہاں سے ہرن کے پیچھے گھوڑا اٹھایا تھا سجدۂ شکر ادا کر کے گرم راہ دوست ہوا راہ کا پتا اس رہبر منزل عرفان سے پوچھ لیا تھا قدم بڑھایا تا بصد آتش ایک روز آفتاب کی تمازت بدرجۂ اتم تھی پیاس کی شدت ہوئی آپ وہاں کو ہر ناب سا تھا خضر تک اس دشت میں لا علاج پانی کا محتاج تھا

زبان مین کانٹے پڑے ریت کی گرمی سے تلوے جلتے تھے دو گام قدم نہ چلتے تھے لُون کا شعلہ پر گرم
آزار جگر سوختگان تھا کہ پرندے پتّون مین منھ چھپاتے تھے درندے نظر آتے تھے دشت
کُرۂ آہنگران تھا ہر طرف شعلہ سوالہ دوان بھڑکا عجب کیفیت دریا دکھاتی تھی پیاسون کی
دوڑ دھوپ مین جان جاتی تھی صدائے زاغ و زغن سے سنّاٹا دھوپ کا تڑاقا دشت کا ٹھیر ٹھیر
سے لگا رکھا تھا اور ہر ایک پیاس کا مارا تھا وہ آتش جس سے ہرن کالا ہو گیا کوسے زبان
مین چھالا ہوا دھوپ سے وحشیون کے تمام پیچ و تاب تھا لُون سے گھاس زمین کا لگ گیا [illegible]
مچھلیان پانی مین تڑپتی تھین جل جل کر کنارے پر [illegible] تھین سمندر [illegible]
اُلٹا تھا ایسے موسم کے سفر مین [illegible] راستے چلا وہ پانی دو دو [illegible]
سو کے پتے کھڑکھڑاتے تھے اور بگولے [illegible] چاہ پایا لب ہمت ہانپتے تھے گرمی سے
خون سے کانپتے تھے [illegible] حرارت [illegible] تھی کہ دھوپ کی گرمی سے جی جلتا تھا [illegible]
تھا خورشید [illegible] آفتاب [illegible] قیامت [illegible] بیابان تھا [illegible] شہزادہ [illegible] دل
حیران و پریشان ہر طرف دشت [illegible] دیکھتا آیا وہان حوض مصفا پانی کا [illegible] پایا پانی دیکھ کر
جان رفتہ تن مین آئی آنکھون سے [illegible] لیٹ گیا پانی [illegible]

ر	تصویر جانعالم کے حوض مین کودنے کی	



وہی معشوقہ ہمرخوبہ مطلوب جسکے میل تلاش مین غریق محیط الم گرفتار طعمۂ غم مثل پرکاہ بہا بہا پھرتا تھا
حوض مین نظر آئی آنکھہ چار ہوتے ہی وہ بولی اے شناور بحر محبت و اے غواص چشمۂ الفت میرے
تیری منتظر تھی للہ الحمد تو جلد پہونچا تامل نہ کر کود پڑ اُسے تو وہ آنکھہ بند کرنے کا نقشہ ہر لحظہ نظر تھا
بے تامل نہنگ آفت کے منھہ مین کود پڑا زیست سے سیراب ہو کر یہ کہتا شعر کودا کوئی یون گھر
مین تیرے دھم سے نہ ہوگا ٭ جو کام ہوا ہم سے وہ رستم سے نہ ہوگا ٭ کودتے ہی سر تلے ٹانگین اوپر
غلطان پیچان تحت الثری کو چلا گھڑی بھر مین پاؤن تہ کو لگا آنکھہ کھولی نہ حوض نظر آیا نہ اُس
در شہوار کو پایا مگر صحرا لق و دق جیسے یکہ رستم و اسفندیار کا رنگ فق ہو دیکھا اسوقت سمجھا یہ
دوسری زک اُٹھائی توتے کی بات آگئی ع وائے برباد گرفتاری ما ٭ یہ کہکر آگے چلا دور سے
چار دیواری معلوم ہوئی جب قریب آیا باغ و عمارت مفصل دیکھی در باغ بستان آغوش مشتاق
وا ستمگر ہوا یہ تو گردی کا مارا تھا بے تکلف قدم اندر رکھا باغ مین آیا قطعہ عجیب پایا تختہ بندی
معقول کیاریان خوش قطع خوبصورت پھول روشین صاف نہرین شفاف چشمے ہر سمت جاری نئی تیاری
درختون پر جانوران نغمہ سرا برگ و بار گل سے بالکل باغ بھرا باغبانیان پری وش ہر روش پر پیش دامن
ہمرایان شاخون پر بلبلین غزل خوان بیچ مین بارہ دری عالیشان سب تکلف کا سامان اُس کے
متصل چبوترہ سنگ مرمر کا بادلے کا سائبان کھنچا مسند مغرق بچھی ایک عورت خوبصورت عجیب
آن بان سے بیٹھی خواصین گرد و پیش وہ مغرور حسن و جمال خوش شہزادے کو دیکھہ کر ایک خواص
[illegible] تم کون ہو جان نہ پہچان بے دھڑک پرائے مکان مین چلے آئے یہ تو
زیست سے بیزار مرگ کا طلبگار تھا اُسے جواب نہ دیا بے تامل مسند پر برابر جا بیٹھا یہ شعر پڑھتا
تھا استاد پھر بیٹھے ہم دو زانو وضع مؤدب اُس سے ٭ وضعی جو تھا تو ہمکو واب ادب نہ آیا ٭
وہ تو فریفتہ قدیم تھی ہنسکے چپ ہو رہی پوچھا آپ کہان سے تشریف لائے ہین شہزادہ متحیر باغ
دیکھہ رہا تھا جو پیڑ تھا پر دار جانور کی صورت پھل لگے پھول پُر بہار آپس مین سرگرم گفتار
جس میوے پر رغبت ہوا اُس درخت کا جانور سامنے آ رقص کرے پھل بے ہاتھہ لگائے
منھہ کے پاس آئے جتنا اُسے کھاؤ ثابت پاؤ جب طبیعت سیر ہوا اُسے درخت مین دیکھہ لو
یہ حرکتین اُسکی خواصین شہزادے کے دکھانے کو در پردہ ڈرانے کو کرتی تھین اُس قرینے سے

جانعالم کو یقین ہوا کہ سب جادو کا ڈھکوسلا ہے پیر مرد سچ فرماتا تھا افسوس ترے پینے
یہ تو ان جیالوں میں تھا اُس نے مکرر پوچھا شہزادے نے جواب دیا کہ ہمارا آنا جانا تمھیں
خوب جانتی ہو اجنبی ہیں لیکن تم پہچانتی ہو وہ مسکرائی خواصوں سے کہا آپ مہمان ہیں مروت
شرط ہے انھوں نے کچھ اشارہ کیا کشتیاں شراب کی قابیں گزک و کباب کی مع جام و صراحی
خود بخود آئیں اور مینا نے بے زبان پھر وہاں رقصان یہ بولی حافظ اگر شراب خوری
جرعہ فشان بر خاک ۞ ازان گناہ کہ نفعی رسد بغیر چہ باک ۞ پھر دفعتاً جام لبریز پیر بزم کہتا
خندہ زنان جانعالم کے قریب آکر بولا حافظ بہوش بادہ کہ ایام غم نخواہد ماند ۞ چنان نماند
چنین نیز ہم نخواہد ماند ۞ شہزادے نے انکار میں مصلحت نہ دیکھی ڈرا کہ اگر عذر کروں دراج
شراب حلق میں اترے تو کیا لطف رہے یہ کہا لا اعلم یار سے ہے لطف مے کا آہ پیر وہ
یہ کوئی صحبت ہے ساقی واہ یہ ہو وہ نہ ہو ۞ پھر اُس جام کو ناکام ہاتھ میں لیکر لہو کے
سے گھونٹ گلا گھونٹ گھونٹ پیئے وہ دور بے سر انجام پر آلام گردش میں آیا جب چار ساغر نوش

تصویر اختلاط جان عالم اور جادوگرنی کی مع سامان مسہری



جادوگرنی نے پیٹے کاسہ دل و عقل سے دور و ولولۂ مستی سے معمور ہو چھیڑ چھاڑ کرنے لگی شہزادہ
اس کا اختلاط کج بحثی سے بدتر جانتا تھا مجبور گردش گردون دون دیکھکر سرنگون ہو کچھ ہان
ہون کر دیتا ہیچ ہے جیسے جی پیار کرتا ہے اگلی گالی بدرجہا بوس و کنار سے زیادہ مزہ دیتی ہے
اسی صحبت مین آدھی رات گذری خاصہ طلب کیا دو چار نوالے جان عالم نے بجبر پانی کے سہارے
اُگل اُگل حلق کے نیچے اتارے اُس مرنجکی نے قرار واقعی پیٹ مارے کھانا ناز پر کر شہزادے
کا ہاتھ پکڑ بارہ دری مین لے گئی جواہر نگار چھپر کھٹ پر بیٹھایا ایک تو شراب کا نشہ دوسرے عالم تنہائی
بیٹھتے ہی شرم و حجاب کا پردہ اُٹھا لپٹ گئی وہ سر کا پھر تو خفیف ہو کر بولی تو نے سنا ہوگا
شہپال جادو شہنشاہ ساحران جہان فخر سامری و جیپال جن کا نام ہے مین اُسکی بیٹی ہون تمام باغ و ملک
نواح اس کا سب سحر کا بنا ہے برسون سے تیری فریفتہ اور شیدا ہون تمنائے وصال مین دل خراب حال
جیتی تھی بجز سخت جگر اور خون دل کچھ نہ کھاتی پیتی تھی آج لات و منات کی مدد سے تو میرے
اختیار مین آیا دل کا مطلب بھر پایا جس چیز کا شائق و طلبگار ہو جو شے تجھے درکار ہو بجز ملاقات
انجمن آرا جہان کا سامان مہیا ہے بشرط اطاعت و اظہار محبت جان عالم پہلے دل ایمن جی مضبوط
کرکے بولا یہ سب سچ ہے جو تو نے کہا مگر تیری تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ تو راہ و رسم محبت سے
آشنا ہے نوش وصل نیش فصل کا مزہ چکھا ہے انصاف کر جسکے واسطے خانمان آوارہ غربت کا مارا
سرگردان ہوا ہون تو اسی کے نام کی دشمن ہے مین تیری دوستی پر کیونکر اعتماد کرون دنیا مین تین
طرح کے دشمن ہوتے ہین ایک تو وہ جو صریح اپنا عدو ہو دوسرا دشمن کا دوست تیسرا دوست کا
دشمن یہ سب سے بُرا ہے اُس سے کنارہ اچھا ہے باہمی شرط محبت ہے کہ ایک شخص کا نام خراب کرکے
جہان آسایش ملے وہان بیٹھ رہے فکر سلطنت جستجوئے دولت مین سر بصحرا نہین ہوا ہون جو تیرے
جاہ و ثروت پر اکتفا کرون تجھے معلوم ہوگا اللہ کی عنایت سے گھر کی سلطنت حکومت لینے کو کافی
تھی مگر میرا تو یہ حال ہے میری تقی ایک مدت پاسے جدا رہا ایک مدت گلخن تابی کی برسون ہوئے
ہین گھر سے نکلے عشق نے خانہ خرابی کی یہ سنکے وہ کھسیانی ہو گئی بہت جھلائی کہا قدرت سحر
میری دیکھ لے مغرب و مشرق کا فاصلہ گردش چشم ہے زنگار جانا کیا چشم ہوا جو پلک جھپکائی
اتنے عرصے مین زنگار گئی اور آئی خیر اگر میری یہ ہم جنسی کر چلتا ہے تو میری امید بھی قطع کر دیتی ہون

ابھی انجمن آرا کو لا تیرے روبرو جلا اپنا دل ٹھنڈا کرتی ہوں جان عالم بدحواس ہوا کہ رنڈی
کے غصے سے ڈرا چاہئے سخت غضب میں گرفتار ہوئے نکاح میں قتل معشوق مدنظر اور اقرار کرنے
میں اپنی جان کا ضرر دونوں طرح مشکل ہے حیران ہو مآل کار سوچنے لگا منہ تکنے لگا واقعی یہ مقدمہ
بہت پیچدار ہے جس پر گذرا ہو وہ جانے دل کا جو حال ہوتا ہے جدھر آیا آیا جس پھیرا پھرا اور یہ کیا
عذاب عظیم ہے فراق محبوب وصال نامرغوب آخر کار شہزادے کو بجز اطاعت مصلحت نہ بن پڑی لکو
تسکین دیکر کہا اگر اس سے موافقت کر دونگے انجمن آرا کی اور اپنی زندگی ہوگی خالق رحم للعالمین
جامع المتفرقین ہے کوئی صورت نکل آئیگی کہ اس بلا سے رہائی در دلدار تک رسائی ہو جائیگی لاحیلہ
شرط ہے یہ خیال کر ساحرہ سے کہا ظالم ہم تیری بھی دیکھتے تھے ہمنے سنا تھا کہ عاشق و معشوق کے
ناز بردار ہوتے ہیں مگر یہ جھوٹ تھا دھمکاتے ہیں ڈراتے ہیں عاشقی میں حکومت کسی کا نوشتہ
نہ سنی ہوگی ہم نے آنکھوں سے کبھی تو یہ نہ دیکھی ایسا کون احمق ہوگا جو تجھ سا معشوق عاشق جھپال
اور یہ سلطنت لازوال چھوڑ کے امر نادیدہ کی جستجو کرے ٹھیر مو بوم جنگل جنگل ڈھونڈھتا پھرے
یہ فقط اختلاط تھا یہ کہکے گردن میں ہاتھ ڈال دیا وہ تو اسی انتظار میں بیٹھی تھی لپٹ گئی ناچار
باخاطر افکار اس تیرہ بخت کا منہ کالا کیا ہاتھ منہ دھو کے ساتھ سو رہا وہ تو فرط بہجت لیٹتے ہی
جہنم واصل ہوئی یہاں نیند کہاں جی سینے میں بیقرار پہلو میں خار ہر دم آہ و نالہ تیز و بلند چشمہ چشم
جاری فریاد و زاری دو چند جگر میں سوز فراق نہاں لب پر دود پنہاں عیاں یہ رباعی بزبان الم
کسی کی شب وصل سوتے کٹے ہے ٭ کسی کی شب ہجر روتے کٹے ہے ٭ ہماری یہ شب کیسی شب ہے
الٰہی ٭ نہ سوتے کٹے ہے نہ روتے کٹے ہے ٭ مگر جب وہ کروٹ لیتی آنکھ جان نکلتی خوف سے دم بخود ہو جاتا
جھوٹ موٹ سو جاتا آخر اسی حال سے بہزار خرابی و مشاہدہ بیتابی جان عالم گریبان سحر چاک ہوا جادوگرنی
اٹھی شہزادے کو حمام میں لیگئی وہاں اور عجائبات سحر دکھائے نہا کر دونوں باہر آئے خاصہ چنا گیا
بعد فراغت صحبت طعام اُس نے یہ کلام کیا کہ میرا معمول ہے اسوقت سے پہر دن رہے تک
شہپال کے دربار میں حاضر رہتی ہوں تیری اجازت پاؤں تو جاؤں جان عالم نے دل میں کہا الحمد للہ
تیری صورت پر لعنت ورنہ دکھائی دے غنیمت ہے مگر ظاہر میں بہانہ سازی سے کہا فرقت گوارا نہیں دیکھنے
کا یارا نہیں سب لوٹنے جلد آنا ساحرہ اس کلام سے بہت خوش ہو چل نکلی اُسکے جاتے ہی شبستان میں

وحشت انگیز ہوگا سکان ہوا تھا شہزادہ یا خیال لب پر ہو تو بے تکلف ہوکر جی کھولکر رو دیا میں غم دل کو
زبان پر لایا ۔ آفت تازہ جان پر لایا ۔ کہا ہم سا بھی بدنصیب زمانہ میں نہ سنا ہوگا جسکا یار نہ غمگسار
کیسے دل کا درد کہیے تا تسکین ہو صحبت انکی ہاتھ سے گئی کیا چپ ہو رہیے کہ عشق اور کانہ لگے ہمنشین ہوا
ایک جانور جو ہمسر تھا یون اڑا اور مطرود زیر زادہ جو لڑکپن جان نثار دیار تھا دو دن چھٹا ہوس سولئے
اندوہ و یاس و حرمان ہوا نہ حاصل جہان سے ہمکو ۔ اٹھائین کانٹے پابستی سفر سے بہتر یہان سے ہمکو ۔
اسی سوچ مین کچھ گھڑی دن باقی رہا جادوگرنی جھمکی چمکاتی آئی جان عالم کو اسکی صورت دیکھکر رونا آیا
لیکن ڈر کے مارے ہونٹ سے لگا نالہ گلے مین گھٹنے لگا پھر وہی اکل و شرب کا چرچا مچا جب نصف شب
گذری تو وہ سحر ہی ان کو بیداری اختر شماری نصیب ہوئی فرد شاہد رہو تو اسے شب بھر ۔
جھپکی نہین آنکھ مصحفی کی ۔ اسی انداز سے مہینے گذرے جان عالم کا روز کی کوفت سے عالم
ہوا کہ سوکھ کر کانٹا ہوگیا بدن ڈھانچہ ہوگیا استادہ ہون کاہ سے کاہیدہ بس ذرا سے کہتے ہین
جیلے سے نہ ہو جتنا ہمارے کہتے ہین ۔ بن ہاتھ لگئے کس کے جاسے نہین ہلتا ہین ۔ لاغر اسے
کہتے ہین بیمار اسے کہتے ہین ۔ تصویر مرقع ہون سکتہ کا سا عالم ہے ۔ جنبش ہی نہین نقش بدیوار
اسے کہتے ہین ۔ قضارا ایک روز وقت رخصت حرہ بولی جان عالم تیری تنہائی کا اکثر خیال بلکہ
مجھے ملال رہتا ہے تو اکیلا تمام دن گھبراتا ہوگا باغ خالی کاٹے کھاتا ہوگا مجبور ہون کوئی تیرے دل
بہلانے کی کون نہین جسے چھوڑ جاؤن یہ رنڈیان بدسلیقہ ہین انکو کہانتک ادب سکھاؤن انہون
نے نشست و برخاست کا قرینہ نہین آیا ان سے تو اور برخاستہ خاطر ہوگا شہزادے نے کہا ہم کیا
گھبرائین گے تنہا پیدا ہوئے تمام عمر اکیلے رہے ہماری قسمت مین وہ سر لکھا نہین ہم صحبت ہمارا خدا لیکن
خلق کیا نہین لیکن یہ اندیشہ ہمیشہ رہتا ہے کوئی ہین بار ڈالے تو دین بھر مفت میں خرابی ہے تمہین کس جا کر ڈھونڈنے
کی جا ہے دنیا لاناپیدا ہے بولی یہ گمان غلط ہے باد مخالف کا گذر یہان ہے نہ کدھر خیال ہے شہزادے نے
کہا اگر کوئی جادوگر قصد کرے اسے کون روکے وہ فریفتہ بشدت تھی بند ہوئی وہم یہ ہوا کہ میرے
بعد کوئی جادوگرنی آئے اور اس پر عاشق ہو جائے مار ڈالنا کیسا یہان سے لے اڑے تو کہانسے
پائے سب محنت برباد ہو جائے فرط محبت انتہائے الفت مین انجام کا نہ سوچی بے تامل نقش سلیمانی
صندوق سے نکال اسکے بازو پر باندھا کہا اب نہ تاثیر سحر نہ دیو کا گذر پری سے ضرر ہوگا

دل کا کھٹکا مٹا فرسے اُڑا یہ کہکے وہ تو بدستور چلی گئی جانعالم کے سر پر خرابی آئی وہی بلبلانا
شور مچانا ہاتھ کو سر پر اُٹھانا اور نگاہین آرا کے تصور سے یہ کہنا مولف لکھا ہوا ہی قسمت
کا تھا سو بجان ملا ؛ کہ میری خاک مین نہفت سے آسمان ملا ؛ ہزار حیف کہ دل سے ہما سے قدر
بھی نہ کی ؛ جو اک رفیق ملا وہ بھی بے زبان ملا ؛ نہ تجھ سے چین نہ پیر فلک کبھی پایا ؛ چھٹا تو زندگی
سے عجب مکان ملا ؛ تری تلاش مین دربدر بھٹکتے پھرتے ہین ؛ ملا نہ تو ہی جو ڈھونڈے سے جہان ملا
نہ کہہ تو پیر فلک پھینکی ساری خلق ؛ کہ خاک مین ترے جور دن سے کیا جوان ملا ؛ بہت چمن
کی کی سیر لیے سرو در حرمین ؛ پہ تجھ ان سا نہین کوئی بوستان ملا ؛ ایک دن عالم تنہائی مین
جانعالم کو یہ خیال آیا کہ اس نقش کی تعریف اسنے بہت کی تھی کھولو شاید عقدہ کار بستہ
کھلے یہ سوچکے اسے کھولا اُس کا یہ نقشہ تھا بست در بست کا نقش ہر خانے مین لکھا تھا کہ اسی طرح
ترکیب دنیا تغیر سے پیچھے دیکھتے دیکھتے خانہ مطلب مین نظر پڑی لکھا تھا کہ کوئی شخص کسی جادو کی
قید مین اگر ہو یہ اسم پڑھے نجات پائے یا مکان طلسم مین پھنسا ہو اسے پڑھتا جدھر چاہے چلا جائے
اور جو کوئی سحر کرتا ہو اس پڑھ کر پھونکدے آگ وہم آگی برکت سے ساحر کو پھونکدے ساتھ
اس مین دیکھ کے قریب تھا کہ شہزادے کو شادی مرگ ہو جا جلد وہ سب اسم یاد کر نقش بازو پر
باندھا اس عرصے مین جادوگرنی موجود ہوئی جانعالم کے تیور دیکھے پوچھا کہو کس طرح کیسے ہو
وہ بولا الحمد للہ بہت اچھا ہے تیرے پیر منتظر تھا کہ تجھے شیطان علیہ اللعن کو سونپا یا ملا اللہ
نگہبان ہو یہ سنتے ہی روح قالب سے نکل گئی سمجھی پیچ پڑا جانعالم چل نکلا گھر سے رو کنے لگی تاثیر کی
سر پیٹ کر کہا سعدی کس نیامو خت علم تیر از من ؛ کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد ؛ یہ کہنا دل مین پیا را
وہ کھٹا ہزار با اژدہا شعلہ فشان پیدا ہوا شہزادے نے کچھ پڑھا وہ سب پانی ہوگئے تھا نی ہوگئے پھر منت کر نے
لگی پاؤن پر سر دھرنے لگی جادو گرنیان سمجھانے لگین کہ یہ شرط مروت نہین چھوڑنا دلہ دشلہ … سے …
سمجھے شہزادے نے کہا گریبان میں منہ ڈالو سوچو تو ہم بھی کسی کے عشق مین عزیزون سے جدا مصیبت
کے مبتلا تیر پھر ہوتے تھے ہمین جبر سے قید کیا ہزار طرح کا الم مفارقت دیا یہ احسان کچھ کم ہے ہم سے
طلسم در ہم برہم کیا وہ بھی یہ نہ سمجھی کہ عاشقی کا کام بیعت و بند و قید و بند سے نہین ہوتا اور سحر
کا کام حباب آسا ناپائیدار ہے اس کا کیا اعتبار ہے حسن سدا ناؤ کاغذ کی چلتی نہین ؛

اور یہ قضیۂ اتفاقیہ ہے ع ہر روز عید نیست کہ حلوا خورد کسے ✤ حسن کبھی یون بھی ہے گردش
روزگار ✤ کہ معشوق عاشق کے ہو اختیار ✤ لیکن سوچو تو لاکھ طرح کا راحت و آرام ہو جو جی نہ لگے تو
کیا کرے استاد دولت کونین حاصل ہو تو اٹھئے لات مار ✤ پھر نہین لگتا ہے جی جس جا سے ہو
جس کا اچاٹ ✤ الغرض وہ سر پٹکتی رہی جانعالم نے بہ برکت اسمائے الٰہی اس طلسم سے رہائی
پائی اپنی راہ لی چند روز مین پھر اس حوض پر وارد ہوا دیکھا اسپ وفادار پتھر سے سر مار مار مر گیا
تھا اسکی لاش دیکھ دل پاش پاش ہوا خوب رویا اب اور رنج پیادہ پائی کا قدمبوس ہوا سبحان اللہ
کہان وہ شہزادہ پروردہ ناز و نعم کہان یہ سفر پیادہ پائی کا دور و دراز تنہائی کا درد و الم ہر قدم خار
ہر گام آزار مگر تصویر یار پیش نظر ہر قطرۂ اشک مین سوختہ جگر آہ و نالہ ورد زبان یہ شعر ہر ساعت بر زبان
ناسخ مانع صحرانوردی پاؤن کی ایذا نہین ✤ دل دکھا دیتا ہی لیکن ٹوٹ جانا خار کا ✤ کیون نہ کھٹکون
آسمان کو رات دن مین ناتوان ✤ آبلے کی شکل آئین مجھ مین عالم خار کا ✤ رنگ رونق دل مین قلق
سینہ فگار پا آبلہ دار چھاتی غم دوری سے شق کبھی حکایت شکایت بیز گاہ یہ غزل مؤلف کی درد آمیز پڑھتا
چلا جاتا تھا مؤلف توڑ کر خم اور پٹک کر آج پیمانے کو ہم ✤ سوئے مسجد جاتے ہین زاہد کو
بہکانے کو ہم ✤ شمع رو محفل مین کب دین بار پروانے کو ہم ✤ ایک کیڑے سے بھی کیا کچھ کم ہین
جل جانے کو ہم ✤ خواب سا کرتے ہین ہم ایام عشرت کو قیاس ✤ دھیان مین لاتے ہین جس دم
گذرے افسانے کو ہم ✤ کل تلک تھا جس مکان مین شمع رویون کا ہجوم ✤ چھانتے ہین اب
وہان پر خاک پروانے کو ہم ✤ اشک گلگون کا نشان جھٹ کچھ پتہ ملتا نہین ✤ جب خزان مین ڈھونڈتے
ہین اپنے کاشانے کو ہم ✤ جرم کچھ صیاد کا اپنی اسیری مین نہین ✤ روتے ہین کنج قفس مین آب و
دانے کو ہم ✤ رشک زلف یار سب عقدے ہین میرے اے سرور اور الجھا اٹھتے ہین بیٹھین جبکہ
سلجھانے کو ہم ✤ چشم تر رنگ زرد آہ سرد دل مین درد پاؤن کہین رکھتا آبلہ پائی سے کہین اور جا پڑتا
نہ راہ مین بستی نہ گاؤن مین میل نہ سنگ نشان راہ کا سر نہ پاؤن دل صفا منزلین عزم در دلدار
آبلون کو انس خار سخت بدحواسی تھی کانٹون کی زبان تلوون کے خون کی پیاسی تھی نہ کوچ کی طاقت نہ
یارائے مقام گھبرا کے وہ ناکام یہ کہتا مؤلف بدل دے اور دل اس دل کے بدلے ✤ الٰہی
تو تو رب العالمین ہے ✤ ولہ ور اس پر نقد جان دیکر بدل لیتا شرے ✤ گر دل بیرنج چڑھ جاتا کسی کا دھیان مین

اور جب جنون عشق کا ولولہ از حد ہوتا تو سر پکڑ کر روتا اور یہ کہتا مؤلف قرار باقی نہیں جان زار
بن تیرے ❊ ستا رہا ہے دل بیقرار بن تیرے ❊ گھمنڈ تھا مجھے جن جن کا سب وہ بھاگ گئے ❊ حواس
و ہوش و شکیب و قرار بن تیرے ❊ سرور کشتۂ محبوب خاک شرح کرے ❊ بسر جو کرتا ہے لیل و نہار بن تیرے
خلاصہ کلام یہ کہ یہی حال خراب اور دل بیتاب ہر روز سرگرم منزل تھا دیدۂ دید طلب روزن پہ دل تھا

رہائی طلسم سے اس گرفتار محبت کی اور پہنچنا وادی فرحناک بہجت خاشاک میں پھر ملاقات پانی مہر و وفا یعنی ملکہ مہر نگار نگین با وفا سے پیر مرد کا لوح دینا شہزادے کا اسم لینا

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال ❊ ہر جگہ اسکی اک نئی ہے چال ❊ کہیں آنسو کی یہ سرایت ہے ❊ کہیں
خونچکاں حکایت ہے ❊ گہ نمک اسکو داغ کا پایا ❊ گہ پتنگا چراغ کا پایا ❊ کہیں طالب ہوا کہیں مطلوب
اسکی باتیں غرض ہیں دونوں خوب ❊ یہاں سے دشت نوردان وادی محن جگر افگار غربت زدگان
پر محن سینہ ریش با پائے زخمدار و دل خار خار بیان کرتے ہیں کہ وہ مسافر صحرائے ندامت و حرمان بے توشہ
زاد راہ ہر روز با دل پرسوز گمراہ بادیہ گردی کرتا چھپتا پھرتا ایک روز نواح دلکشا و صحرائے
فرح افزا میں گذر ہوا دیکھا باغبان قدرت نے صفحۂ دشت گلہائے مختلف رنگ بہشت نشان سے رشک صحن چمن اور
بوٹا بوٹا گھاس کا بہ از گل باغ ارم بخجالت وہ نسرین و نسترن بنایا ہے کہ جدول آب رواں چشمہ ہر ایک
چشمۂ حیوان اور لکہ ہائے ابر نے چھڑکاؤ سے عجب رنگ جمایا ہے نسیم بہار اور روز رخت گلزار سے میدان
رشک ختن و تاتار ہے نہ کہیں گرد ہے نہ غبار ہے درختوں پر فیض ہوا و ترشح سے سبزی ہے اور
چمک کا جوبن ہے گل خودرو سے جنگل نمونۂ گلشن ہے یہ تو مدتوں کا مسافت دیدہ مسافرت کشیدہ تھا وہ
زمین خجستہ آئین بہت پسند آئی دل میں آیا کہ آج کی شب اسی جا سحر کیجئے قدرت حق مد نظر کیجئے
ایک سمت زمین ہموار درخت گنجان چشمہ ہائے آب رواں دیکھکر جا بیٹھا جنگل کی کیفیت جی بہلانے کو ہوئی
جانوروں کی اچھل کود کی دیکھا بھالی خوش فعلی کی سیر کلیل میں وحش و طیور کا پاس ہر برگ گل کی
دھوم دھام طائروں کے غل کی بوٹے بوٹے کی نشو و نما سر سبز ہوا ابر سیاہ کہیں گھرا کہیں سرخ و سفید
اودی ساون بھادوں کی گھٹا رعد زور و شور سے میخواروں کو سنا یہ کہہ رہا ہے میر سوز کی
فرشتوں کی راہ ابر نے بند ❊ جو گنہ کیجئے ثواب ہے آج ❊ ندیاں نالے چڑھے دریا بڑھے جھیلیں

تالاب لبریز ڈبرے بیچ بیچ ہر پپیہے کا مستون سے مخاطب ہونا پی پی کہاں کی جان کھونا کوئل کی کوکو اور
توتے سے کلیجہ منہ کو آتا تھا مور کا شور برق کی چمک رعد کی کڑک کالا زور گھنگھور رنگ دکھاتا تھا شام
کا وقت غروب آفتاب کا عالم جانوروں کا درختوں پہ بیٹھنا باہم زمین پر فرش زمردین بچھا دھان
ہرے بھرے رہا آسمان میں رنگا رنگ کی شفق پھولی شام اودھ کی شفق پھولی ایک سمت قوس
قزح جسے دھنک کہتے ہیں بصد عظمت و شان فلک پر نمایاں سرخ سبز زرد دھانی لکیریں عیاں
بلبلیں سبزے چہچہے درخت سبز پتلے کوسوں تک سبزہ زار پھولوں کی بہار کہیں ہرن چرتے کہیں
پرند سیر کرتے کہیں جا بجا طاؤس ناز سے گرم رقص و ناز لب ہر چشمہ آب مرغابی آبی و سرخاب
کبھی نمود ہونا ماہ کا چکور کا دوڑنا بھرنا آہ کا دونوں وقت ملتے اس دید کی خراش سے دل پاش
پاش زخم جگر چھلتے یہ سیر جو بھر جاتا ان میں نظر سے گذر جائے کیونکر دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا
پھر نہ اٹھے استاد کا ارشاد گر کی ہے ہر بوند تن پر بار ہے ؎ کیا عجب گر ہوں ہرے داغ جگر
برسات میں ؎ قاعدہ ہے جب آدمی کو سامان عیش و نشاط اس طرح کی سیر فرحت و انبساط
میسر ہوتی ہے جسے جی پیار کرتا ہے وہ یاد آتا ہے شہزادے نے مدت کے بعد یہ فرحت
جو پائی یار کی یاد آئی ۔ شعر میں وہ نہیں جو کروں سیر بوستاں تنہا ؎ بہشت ہو تو نہ منہ
کیجئے باغباں تنہا ؎ اسی پیچ میں بیٹھا تھا کہ ایک طرف سے رنڈیوں کا غول پیدا ہوا یہ دھوکا
کھا چکا تھا سنبھل بیٹھا اور اسمائے رد شر پڑھنے لگا بموجب مثل دودھ کا جلا چھاچھ پھونک
پھونک کر پیتا ہے جب وہ آگے بڑھیں غور سے دیکھا چار پانچ سو عورت پری زاد حور وش
زریں کمر نازک تن سیم چست و چالاک سن لڑکپنے کے دن اچھلتی کودتی پیادہ و رجالہ سرنگار
ہوادار پر ایک آفتاب پیکر سوار گرد پریوں کی قطار تاج مرصع کج سر لباس شاہانہ بر تکلف در بر مجمع
سلیمانی اسم اللہ بین ۔۔ کے ہاتھ میں سہا چہ شہی بات بات میں صید گری کی گھات میں بندوق چھاتی
طائر خیال گرانے والی برابر رکھی شکار کھیلتی سیر کرتی چلی آتی ہے حسن میں بے مثال کاہش بدر
غیرت ہلال عمر حسن برس پندرہ یا سولہ کا سن ؎ جوانی کی راتیں مرادوں کے دن ؎
طالع بیدار یا اور اقبال دستار غمزہ و عشوہ و ناز و ادا جلو میں آفت جان عاشق سحر بانا جانتا
سنے بہ آواز بلند کہا میر تقی کیا تن نازک ہے جاں کو بھی حسد جس تن پہ ہے ؎ کیا بدن !

تصویر صحرائے پرفضا و جان عالم و ملکہ مہر نگار کا بہ سواری ہوا دار جان عالم کے پاس آنا



کیا بانکا نک سک ہے جسکی پیراہن پر سجے ؎ یہ صدا جو اہتمام سواری آگے آگے کرتی پھرتیں آ کے
کان میں پڑی اور نگاہ جان عالم سے لڑی سب کی سب لڑکھڑا کر ٹکٹکی باندھ گئیں کچھ سکتے کے
عالم میں سہم کر جھجک گئیں کچھ بولیں ان درختوں سے چاند نے کھیت کیا ہے کوئی بولی نہیں یہ
سورج چھپتا ہے کسی نے کہا غور سے دیکھا ہے ایک جھانک کر بولی یا اللہ یہ ایک نے
غیرت سے کہا چاند نہیں تو تارا ہے دوسری چٹکی لیکر بولی اچھال چھکا تو بڑی خام پارا ہے
ایک بولی سرو ہے یا چمن حسن کا شمشاد ہے دوسری نے کہا تیری جان کی قسم پرستان
کا پریزاد ہے کوئی بولی غضب کا دلدار ہے کسی نے کہا دیوانی چپ رہو خدا جانے کیا اسرار ہے ایک نے
کہا چلو نزدیک سے دیکھ آنکھ سینک کر دل ٹھنڈا کریں کوئی کہاں ان کہہ اٹھی دور ہو ایسا ہو کہیں چشم میں تمام
عمر جل جل مریں ایک نے خوب جھانک تاک کے کہا خدا جانے تم سب کے دیدوں میں چربی کہاں
کی چھا گئی ہے کیا ہوا ہے یہ تو بھلا چنگا ہٹا کٹا مردوا ہے سواری جو رکی ملکہ نے پوچھا خیر ہے
سب نے دست بستہ عرض کی قربان جائیں جان کی امان پائیں تو زبان پر لائیں ہمیشہ سواری حضور
کی اسی راہ سے جاتی ہے مگر آج خلاف معمول ان درختوں میں سے ایک شکل دلچسپ
ایسی نظر آتی ہے کہ فردوس یوسف کو حسینان جہان بھی دیکھے ؎ ایسا بے مثل طرحدار نہ دیکھا نہ سنا ؎

ملکہ متعجب ہو کے پوچھنے لگی کہاں ایک نے عرض کی وہ حضور کے سامنے جیسے ہی ملکہ کی نگاہ چہرہ
بے نظیر صورت دل پذیر جانفزا عالم پر پڑی دیکھا ایک جوان رشک مہ کنعان رعنا سرو قامت سہی
بالا جوہر حسن و خوبی کا در یکتا کا سہرا سر سے فرشاہی نمایاں بادۂ حسن دل فریب سے معمور ہے دماغ
میں کشورستانی سے لہلہی اٹھتی جوانی ہے نشۂ شباب سے چکنا چور ہے خم ابرو محراب حسینان سجدہ گاہ
پردہ نشینان چشم غزالیں سرمگین ہے آہو سے رم دیدہ کشور چین ہے چتون سے رسیدگی پیدا ہے
نشست سے محبت ہے اس پر چوکنا ہے دیدے کی سفیدی اور سیاہی لیل و نہار کو آنکھ کھاتی ہے
سواد چشم پر جو سویدا سے دل صدقے کیا چاہتی ہے حلقۂ چشم میں کتنے ہوا اور دم دیدہ دھرے ہیں
صانع قدرت نے موتی کوٹ کوٹ بھرے ہیں فرہ نکیلی اس کمان ابرو کی دل میں دوسار ہو گئے ہو
بیس ہے رشک لیلیٰ یہ غیرت قیس ہے ناوک نگاہ سے پیر چرخ تک پناہ نہیں ولدوزی مژگاں ہو
کی اسکی ملت میں ثواب ہے گناہ نہیں لوح پیشانی تختۂ سیمیں یا مطلع نور ہے یا طلا شب صبح یا شمع طور
ہے کاکل مشکیں سے زلف سنبل کو پریشانی ہے بو باس سے ختن والوں کو حیرانی ہے عنبریں یوں
کو زندگی وبال ہے بال بال پرپیچ و خم دار ہے روئے تاباں لب ساں چشمۂ حیوان ظلمت سے نمودار ہے
ہوا اپنے پروبال سے اس صاحب اقبال کا عکس ران ہے تیغ تابندہ کی چمک سے نیّر اعظم
لرزاں ہے لب گل برگ تر پر سبزے کی نمود ہے یا وصول ان دعا مشتاقوں کے دل کا دود ہے
نظر کام نہیں کرتی قدرت کا دود ہے ہر حلقۂ گیسوئے معنبر کا کمند گرہ گیر ہے مگر بابوں کے الجھنے سے
کھلتا ہے کسی کی زلف پیچاں کا اسیر ہے خندۂ دندان نما سے ہونٹ لعل بدخشاں کا رنگ
مٹاتا ہے دانتوں کی تاب سے گوہر غلطاں بے آب ہوا جاتا ہے معشوقوں کا ان پر دانت ہے
دل و جان وارتے ہیں جو نظر سے پنہاں ہو ڈاڑھیں مارتے ہیں وقت تقریر درج دہاں جو کھلتا ہے
سامع موتی رولتا ہے ہر کلمہ اعجاز نما ہے بیمار محبت کا مسیحا ہے ہاتھ ہر ایک نہال الفت کی
شاخ باردار ہے دل کی دست برد کی گواہ تیر انداز کا دون ہاتھ دینے کو سر دست تیار ہے
کف دست کی لکیریں دستاویز محبت باقدرت سے تحریر ہے سر نوشت سے یہ کھلتا ہے کہ
سلسلۂ الفت میں کسی کی رگ و پے بستۂ زنجیر ہے مرآت سینہ میں عکس افگن کوئی صاحب جمال
ہے مد نظر کسی کا خیال ہے کمر نازک جو پر باندھے چست ہے بیٹھا سست ہے چلنے کو

مثل صبا آندھی سے پاؤں وادی تلاش میں سرگرم رفتار ہیں زیر قدم وشت وکہسار ہیں شکست
بر سر یاری ہے کہ ہمارے دام میں ہمارے اوج شہریاری ہے یہ تصور دل میں تھا کارپردازان
محکمۂ ناکامی حاضر ہوئے اور مشاطۂ حسن و عشق نے پیش قدمی کر متاع صبر و خرد نقد دل و جان
اسباب ہوش و حواس تاب و توان بلکہ جگر افگار ارمغان رونمائی میں نذر شاہزادۂ ذوالاقتدار
کیا عقل و دانش گم صم بکم کا نقشہ بنا حضرت عشق کی مدد ہوئی سب بلا دور ہوئی شوق وصل پیدا ہوا
جی شیدا ہوا فقط کیا تھا کیا ہوا ہمیں تھی تاب نظر یا کہ جی کی آفت تھی نہ وہ نظر رہی وداع طاقت
تھی نہ ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ نہ صبر رخصت ہوا ایک آہ کے ساتھ نہ دل پہ کہ رہنے لگا
طپیدن ناز نہ رنگ چہرے سے اڑ گیا پروانہ بلکہ تھرتھرا ہوا اور غش ہوئی خواصوں نے
جلد جلد گلاب اور کیوڑہ بید مشک چھڑکا کوئی ناد علی پڑھنے لگی کوئی سورۂ یوسف دم کرنے کو
آگے بڑھنے لگی کسی نے بازو پر رومال کھینچ کر باندھا تلوے سہلانے لگی کوئی مٹی پر عطر چھڑک کر
سونگھانے لگی کوئی ہاتھ منہ کو پکڑے سے روتی تھی کوئی سر پیٹتی ہوئی روتی تھی بولی سہیلی کسی کا
کٹورہ لانا کسی نے کہا شب کی جگی دھوکہ ملا نا کبھی کہا الا رب آسیب ہے کوئی بولی عجیب
سبھ پا رہا ہے جیسے دیکھے سے دل ناشکیب کوئی کہتی یہ شخص جنس نہیں قسم جن سے ہے کوئی بولی
یہ پری تھا انسان میں سے ہے غرض کہ یہ ہیں ملکہ کو فاقہ ہوا مگر دل مضطرب بیتاب خواہش ادھر کی طرف
کشان جذب عشق سے مقناطیس اور آہن کا عالم کشش محبت سے نگاہ دیکھ بھالی دم ہوئی رنگ
رو طائر پریدہ صبر و ضبط دامن کشیدہ شتہ ہو سواری ادھر سے پہنچی ملکہ کو جو میں کچھ و لیکن تاب و تحمل
پالیسے صبر ملکہ کو بالکل نہ تھا فرمایا دولتیاں ہو کوئی مسافر بیچارہ خانماں آوارہ غربت کا مارا اٹک کر
بیٹھ رہا ہے اس سے ڈرنا کیا پہلو بزور کے دیکھیں بیچارہ وہ سب ترپانبر دار بیٹھیں گر سمجھاتی ایک
دوسرے کو تھی جوں جوں سواری قریب جاتی تھی ملکہ کی چھاتی دھڑکتی تھی دل میں تڑپ زیادہ
پاتی تھی اگرچہ جمال ملکہ نگار بھی سحر ساحری کا نمونہ تھا مگر سے دونا عابد کش زاہد فریب تھا جانعالم
بھی بےچین ہوا مگر دامن ضبط و صبر استقلال سے نہ چھوڑا جسطرح بیٹھا تھا جنبش کی نوبت
میل نہ آیا ایک خواص خاص باشارہ ملکہ آگے بڑھی پوچھا کیوں جی میاں مسافر تمہارا کدھر
سے آنا ہوا اور کیا مصیبت پڑی پر کیا کس لیے الٹی گی قرابت ہمارا نہ کوئی سنگ ساتھ ہے اکیلا

وارد ہو شہزادے نے سنکر کہا مصیبت تمھیں بڑی ہو گی معلوم ہوا یہاں آفت زدے آتے ہیں
کہو تم سب کی کیا کمبختی آئی ہے ایاموں کی گردش نصیبوں کی سختی ہے جو جنگلوں کی طرح ناکام شہر بدر
پھرتی ہو ملکہ یہ سنکر پھڑک گئی خود فرمانے لگی واہ واہ صاحب تم بہت گرم ہو اگر ہم تمھاری طرح حاضر جواب ہو
حال پوچھنے سے اتنا برہم ہو کر کیا فقرہ سنایا کہ اپنی مردار کے ساتھ ہم کو بھی جھٹ سب کچھ بھلایا گن
بنایا جان عالم نے کہا اپنا دستور نہیں کہ ہر کس و ناکس سے ہمکلام ہوں دوسرے مردار سے بات
حرام ہے خیر دھوکے میں جیسا انہنے سوال کیا ویسا ہی جواب پایا اب تمھارے منھ سے مردار نکلا
ہم سمجھ گئے چھپا رستم ہے ملکہ نے ہنسکر کہا خوب یک نشد دو شد صاحب ہم نے سنبھالو ایسا
کلمہ زبان سے نکالو کیا میرے دشمن در گور مردار ہیں آپ بھی کچھ منھ زور ہیں بھلا وہ تو
گھر کے مشغق ہیں آپ سے پوچھتی ہوں حضور کس سمت سے رونق افروز ہوئے دلنشین اچھے
سرگرم کیونکر ہوئے اور قدم مبارک سے اس دشت پرخار کو کیوں رشک لالہ زار کیا جان عالم
نے کہا چہ خوش آپ در پردہ بناتی ہیں مگر طرح سے ستاتی ہیں ہم حضور کا ہیکو ضرور ہیں ہم جیسے
جی جو چاہے کنے سے چڑھتی ہو تم البتہ حضور ہو جو چاہیں کہیں بولیں ملکہ جان عالم آپ کس سے
گفتگو و بد کرتی ہیں یہ مردوا تو لٹھ ہے سخت منھ پھٹ ہے ماکہ بولی چپکا رہو ان باتوں میں
دخل مردوا ایسا نہ ہو یہ بد مزہ ہو جائے تو صلواتیں سنائے وہ سب ہنس پڑیں کہا خدا خیر کرے
آج جنگل میں کل بھولا چاہتا ہے یہ پردیسی بھی مسافر راہ بھولا چاہتا ہے ملکہ نے کہا لے صاحب
کچھ منھ سے بولو ہمیں پہلو نہ جھٹ بڑھ چاہو لیا تو جان عالم نے کہا امر اثبات کو کام نہ فرمائیے
آؤ معلوم ہوا تم بڑی آدمی ہو سواری مانگنے کی نہیں خواہش کبھی تمھاری ہیں خاک نشینوں سے کی
ہمسری کی برد تکلف تہ کر رکھو طبیعت حاضر ہو گی تو تمھارے بیٹھنے سے کچھ کہ اٹھینگے تم ہوا پر کیا
ہوا کے گھوڑے پر سوار ہم فقیر بستر خاک پر پڑے رہا حافظ یہیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ملکہ بولی
اس مدۃ العمر میں ایسا مسافر جریدہ ذہن و دریدہ دہن تمھارے سوا کچھ نہیں دیکھا استاد زبان سنبھالو
منھ زور زبان عزیز ہوں بہ خدا کی سوں کوئی تم سا بھی بد لگام نہیں بھلا کوئی ادھر ہو کر دیکھو تو ہنسا
ٹٹو نہ گھوڑا گھڑی ہی نہ کچھ نکلا یہ وہی مثل ہے چھوٹے ہیں خواب دیکھے کہ کون [illegible]
ٹھنڈی گرمیاں کرتے ہو جو ہی خوشی ہو تو لو یہ کہ گئے ہو وارستے تر شہزادے کے [illegible]

نے بہت بھیانک ہو گئے کہانی پی یہ ہوا کیا سحر بیان جادو کا انسان ہے ملکہ سی پری کی گالیان
دے دیکھ کے پیا شیشے میں اُتار لیا بیٹھے بٹھائے میدان مار لیا ایک بولی تجھے اپنے دیدن کی قسم سچ
بول یہ کیسا جوان رنگیلا سجیلا البیلا چھبیلا طرار آفت کا پرکالا دنیا سے نرالا تو نے یا کبھی پری
ملکہ نے دیکھا بھالا تھا اری دیوانی ناداں خوبصورتی عجب چیز ہے اسکا دوست طالب دشمن
کا مطلوب ہے حسن خوب ہے کو مرغوب جہان کو عزیز ہے غرض جب ملکہ بیٹھی جان عالم دم سحر بے ساختہ
بول اٹھا الا اے ظلم کہ ہم بے سر و سامان خود گم گشتہ چمن کا کل ؛ تم پریشان روزگار ہم خانہ
بر دوش ہم ؛ معلوم سرگل دکھاتا ہے کوئی ذکر اور ہی چھیڑو ؛ خانہ بدوش نہ پوچھو آشیانہ کا
گرفتار رنج و الم خوشی سے دور مبتلائے غم بے یار و مددگار دوست سے جدا آفت کا مارا گھر بار سے
آوارہ ہمہ تن یاس باختہ حواس توشہ راہ پچھتاوا اس راہ کا پتہ نہیں اور رہبر سوائے دل مضطر ہمراہ
نہیں گویا قدم میں طاقت رفتار نہیں لیکن ایڑیاں رگڑنا بھی اس راہ میں ننگ و عار
نہیں یہ حال ہے وہ سب نام ہیں کوہ و دشت اپنے مقام ہیں و لہذا یہ چند شعر میر سوز صاحب
کے مطابق حال ہیں میر سوز ظاہر میں گرچہ بیٹھا لوگوں کے درمیاں ہوں ؛ پر یہ خبر
نہیں ہے میں کون ہوں کہاں ہوں ؛ اے ساکنان دنیا آرام دو گھڑی شب بھر ٹھہرا
دوستوں سے گم کردہ کارواں ہوں ؛ ہاں اہل بزم اُن میں کبھی میرا ایک میں لیو تھا
نہیں ہوں بھائی بانالہ و فغاں ہوں ؛ سوراخ چاک لاکھوں داغوں کی کون گنتی ؛ گلشن
دل و جگر ہے گو صورت خزاں ہوں ؛ نام و نشان نے یارب سوا کیا ہے مجھکو ؛ جی چاہتا ہے
حق ہو بے نشان و بے نشان ہوں ؛ قاتل پکارتا ہے ہاں کون کشتنی ہے ؛ کیوں سوز چپکا
بیٹھا کچھ بول اٹھ یہ ہاں ہوں ؛ یہ پڑھ کے چپ ہو رہا ملکہ سمجھی یہ مقرر شاہزادہ عالی تبار ہے
مگر کسی کا عاشق زار ہے بات میں یہ تاثیر ہے کہ ہر کلمہ ناوک کا تیر ہے دل میں آیا کسی طرح گھر لے چلیے
پھر حال مفصل معلوم ہو جائے گا کہاں تک چھپائے گا بہ منت و سماجت کہا اے عزیز یہ سرزمین
ہمارے علاقے میں ہے تم مہمان مسافرانہ اتفاقات زمانہ سے وارد ہو مہمانی ہم پر واجب ہے
چند گام اور قدم رنجہ کیجیے غریب خانہ قریب ہے آج کی شب استراحت فرمائیے نان خشک کھائیے
صبح اختیار باقی ہے جان عالم نے تبسم کر کے کہا پھر وہی پردہ امارت کی لی یعنی ہم تو یہاں کے

دم تسطیر قلم میں برگ نکلتے ہیں لکھنا بار ہوتا ہے ہاتھ پاؤں بالکل پھولتے ہیں صفحہ قرطاس پر
گل پھولتے ہیں حاسد کو خار ہوتا ہے بہت آراستہ و پیراستہ عرض مربع میں چاروں کونوں پر بنگلے
گرد سبزۂ نوخاستہ دروازہ عالی شان نفیس مکان زیر دیوار خندق پر کیلے اکیلے نہیں قطار در قطار
تختہ بندی کی بہار روش کی پٹریاں قرینے کی مہندی کی ٹٹیوں میں رنگت بیٹھنے کی گل مہندی
سرخ و زرد دُر افشاں عباسی کے پھولوں سے قدرت حق نمایاں نرگس دیدۂ منتظر کی شکل دکھاتی تھی
گل شبّو سے بھینی بھینی بو باس آتی تھی میوہ دار درخت یک تخت پھل پات کے بار سے ٹہنیاں
جھکیں درخت کشیدہ پھل لطیف و خوشگوار پھول نازک قطعدار روشیں بلور کی نہریں نور کی
حوض و نہروں میں فوارے جاری چمن میں باد بہاری موسم کی تاک میں تاک کا ستون کی روش جھومنا
غنچۂ سربستہ کا منہ تاک تاک کر نسیم کا چومنا انگور کے خوشوں میں دل آبلہ دار کا نمایاں رنگت کی تھیلیاں
چڑھیں نگہبانی کو گوشوں میں باغبانیاں الست کھڑی ہیں ہر تختہ ہرا بھرا روش کی پٹریوں پر چاندی سے
ناندوں میں درخت گلنار معنبر مسطر بیلا چنبیلی موتیا موگرا مدن بان جوہی کیتکی کیوڑا نسرین و نسترن
کی نرالی آن بان ایک سمت تختوں میں لالہ خوف خزاں سے باول داغدار گرد اس کے نافرمان
کی بہار سرو و شمشاد لب نہر حو فاختہ اور قمری کی اسیر کو حق سرو شاخ گل پہ بلبل شوریدہ کا شور چمن میں
رقصاں مور کہیں خندۂ کبک کی آواز کہیں تدرو کی خرام ناز نہروں میں قاز بلند آواز تیر پرواز
ایک طرف قرینے سے پانگ درخت گل کے بار سے لدے سیب و بہی و ناشپاتی تخم گلعذاروں کی
کیفیت نظر آتی سنبل سلسبیل میں پیچ و تاب زلف مہوشاں کا ڈھنگ سوسن کی ادا اہستہ
مستی خوبرویوں کا جوبن دکھاتی داؤدی میں صنعت پروردگار عیاں صد برگ میں ہزار جلوے
نہاں آم کے درختوں میں کیریاں زمرد نگار مولسری کے درخت سایہ دار باغبانیاں خوبصورت
سرگرم کار خواجہ سرا مہر وانکے مددگار حور و غلمان کا عالم نیچے کھڑیاں جواہر نگار ہاتھوں میں
باہم درخت اور روشوں کو دیکھتی بھالتی گل و بار چمن سے جنتی لگا برگ شجر بار جھڑا کر اخار صحن سے
نکالتی پھرتی تھیں بیچ میں بارہ دری پرشوکت با رفعت و شان پرستان کا مکان ہر کمرہ سجا سجایا اثاث
نادر دست کا بنا یا غلام گردش کے آگے چبوترہ سنگ مرمر کا حوض مصفا پانی سے چھلکتا فرش
سب نور افشان پتھر کا شامیانہ تمامی کا تنا سفید بادلے کی جھالر کلابتوں کی ڈوریاں

مالک ہین آپ بھوکے پیاسے سالک ہین چلو یہ فقرہ کسی فقیر کو سُناؤ محتاج کو کرو فر جاہ و حشم دکھاؤ
جادۂ اعتدال سے زبان کو گام فرسا نہ فرماؤ یہان طبیعت اپنی اپنے اختیار مین نہین اور
روا داری سے فرصت قلیل ہے مکان پر جانا دعوت کھانا جبر ہے اسکی کیا سبیل ہے ملکہ
نے افسردہ خاطری سے کہا دعوت کا رد کرنا منع ہے آئندہ آپ مختار ہین ہم مجبور ہوا چاہتے ہین جانعالم
نے دل مین خیال کیا برسون کے بعد ہمجنسون کی صحبت میسر آئی اور یہ بھی شاہزادی ہے اسکا
آزردہ کرنا بڑی بیجائی ہے آدمیت کا لحاظ انسانیت کا پاس اسی لیے عقلائی کا حجاب کر کے
کہا کھانے پینے سونے بیٹھنے کی ہوس دل سے اُٹھ گئی ہے مگر دل شکنی کسیکی اپنے مذہب مین گناہ
عظیم ہے خدا حلیم ہے شعر عرفی دل شکنی کا بہت محال اے یار ٭ جو شیشہ ٹوٹے تو پیوستے
جواب شکستے کا ٭ لیکن اتنی رکھائی اور کج ادائی جو ظہور مین آئی اس نظر سے بھی شعر در محفل
خود راہ مدہ ہمچو منے را ٭ افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را ٭ دلفگارون کی صحبت سے ملال حصول
ہوتا ہے غمگین کا ہمنشین ہمیشہ ملول ہوتا ہے مہر در و کہین عیش تمہارا بھی منغص ہوئے دوستو
درد کو محفل مین تم نہ یاد کرو ٭ اور جو یون ہی مرضی ہے تو بسم اللہ یہ کہکر اٹھا ساتھ ساتھ ہاتھ
مین ہاتھ پیادہ پا باتین کرتا چلا بسکہ شاہزادہ لطیفہ ظریف تھا کوئی فقرہ نوک جھوک کے حرف کنایہ
سے خالی زبان پر نہ لاتا تھا ملکہ کا ہر بات مین دل کھلا جاتا تھا مگر دل سے کہتی تھی کہ اسکا نام
محبت تا فرجام ایسا نہ کرنا کہ ہاتھ ننگ و ناموس سے دھونا پڑے بیٹھے بٹھائے الم مفارقت مین
رونا جان کھونا پڑے ظاہر ہے کہ یہ کسی کا عاشق زار ہے نشہ محبت مین سرشار ہے دوسرے
غریب الوطن بقول میر حسن مسافر سے کوئی بھی کرتا ہے پیت ٭ مثل ہے کہ جوگی ہوئے
کس کے میت ٭ مگر تپش دل متصل ترقی مین تھی خواہش جی کی کاہش مین بیقراری کو اُسپر
قرار تھا خدا کے کارخانے مین کسی کو دخل نہین ہوا اے نادان جو دم وصل ہے اُسے غنیمت
جان آغاز عشق مین انجام سوچنا خلاف ہے اسمین شرع کی تکلیف معاف ہے مولف غنیمت
جان لے یہ صحبتین آپس کی اے نادان ٭ دگرگون حال ہوجاتا ہے اک دم مین زمانے کا ٭
القصہ تا در باغ پہونچے دروازہ کھلا اندر آئے جہان کی فضائے صحرا دیکھی وہان کے باغ
کا کیا کہنا اگر ایک تختہ کی صفت تحریر کرون ہزار تختہ کاغذ بر سبیل بیان نہ لکھ سکون

سراسر مغرق بنا چودھوین رات ابر کھلا آسمان صاف شب ماہ سامان اس تکلف کا برسات
کی چاندنی سبحان اللہ فوارون کے خزانے مین بادلہ کتا پڑا ہزارے کا فوارہ چڑھا پانی کیسا تھا
بادلہ کی چمک ہوا مین پھولون کی مہک فوارے نے زمین کو ہمسر آسمان بنایا تھا ستارونکے
بدلے بادلے کے تارون کو بچھایا تھا بڑی چمک دمک سے ملکہ کے مکان پر چاندنی دیکھنے
کا سامان تھا شہزادے کے آنے کا تسلیمے گمان تھا غرضکہ جا بجا عالم کو لیجا شامیانے تلے
مسند مغرق پر بٹھایا شراب ارغوانی کی گلابیان کشتیون مین لے کر وہ زن پری پیکر زیب انجمن
ہوئی کربابت رشک حجالت سے بحر ندامت مین غوطہ زن ہوئی ایکطرف جام و سبو ایک سمت
نغمہ سرائیان خوبرو خوش گلو سفید سفید صوفیانی پوشاک سے پانون تک الماس کا زیور دو رویہ صف

تصویر باغ پر تکلف چار کونون پر بنگلہ بیچ مین بارہ دری و شہزادہ
و ملکہ مع صراحی و نغمہ سرائیان



کھڑی ہوئیں اُن کے بیٹھتے ہی گانا شروع ہوا سارنگی کے سُر کی زوں زوں کی صدا چرخِ پُر زہرہ کے گوش زد ہوتی تھی طبلے کی تھاپ باؤں کی گمک خفتگانِ خاک کا صبر و قرار کھوتی تھی ہر تان اُپج تان سین پر طعن کرتی باربد اور نکیسا کے ہوش پران تھے چھجو خاں کو غش تھا غلام رسول حیران تھے زمزمے اور تحریر گٹکری پر شوری زور و شور سے ہاتھ ملتا تھا ہر پَے فقرے اور سُر کے پلٹے پر الٰہی بخش پوربی کا جی نکلتا تھا ناچنے کو ایسے ایسے برق وش آئے اور اس تال و سُر سے گھنگرو بجائے کہ لوچی شہر لائے کتھک جو بڑے استاد اتھک تھے اُنھوں نے قسم کھائے ٹھوکر مُردہ دلوں کی مسیحائی کرتی تھی گت کے ہاتھ پر یہ گت تھی کہ مجلس کف افسوس ملتی تھی اور دم سرد بھرتی تھی جب ہنگامۂ صحبت یاں نوبت پہونچا کہ راجہ اندر کی محفل کا جلسہ نظر سے گر گیا بہشت کا سامان پیش چشم پھر گیا اُس وقت ملکہ مہر نگار نے گلاس شراب کا بھر کر شہزادے کو دیا کہا اسے نوش کیجیے تا رنج سفر خاطرِ انور سے دُور ہو مجھے استفسار حال ضرور ہے جان عالم نے باسباب ظاہر انکار کیا مہر نگار نے کہا آپ دل شکنی روا نہیں رکھتے اس پہلو بھی کریں ملال خاطر کے سوا کیا منظور ہے شہزادے نے مسکرا کر ساغر لیا یہ کہکر طبع شگفتہ پایا انشا کر رہا ہے پلائے تو پھر کیوں نہ پیجیے ؛ زاہد نہیں ہیں شیخ نہیں کچھ ولی نہیں ؛ پھر جان عالم نے جام شراب اپنے ہاتھ سے ملکہ کو دیا دور جام بے وغدغہ نیرنگی ایام چل نکلا دو چار ساغر آب آتش رنگ جوانی کی ترنگ میں پیہم متواتر چڑھے دونوں کو سرور ہوا رنج سفر ادھر سے تمیز و خیال خیر و شر ادھر سے دُور ہوا اُس وقت جان عالم نے کہا پیر دہر و ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ ؛ جب تلک بس چل سکے ساغر چلے ؛ یہ کہکر وہی خواص کہ با کرم جسے شاہزادے سے پہلے گفتگو کی تھی ملکہ کے بہت منہ لگی تھی یہ بولی بقا لطف شب مہ اے دل اُس دم تجھے حاصل ہو ؛ اک چاند بغل میں ہو اک چاند مقابل ہو ؛ ملکہ نے بحسرت فرمایا کہ مُردار ہم تیری چھیڑ چھاڑ سب سمجھتے ہیں کیا کریں افسوس کی جا ہے حال اپنا موافق قول سودا ہے ؛ شفیع السودا ؛ جو طبیب اپنا تھا دل اس کا کسی پر زار ہے ؛ مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے ؛ جان عالم نے یہ سُنکر اُسی خواص کو سُنا کر متنبہ کیا استاد میں مسافر ہوں مجھ سے دل نہ لگا ؛ کیا بھروسہ مرا رہا نہ رہا ؛ ملکہ ٹال کر حال پوچھنے لگی کہ تمھیں بخدا اے عز و جل سچ کہو

صحرائے پُرخار میں مکان بنا کر بیٹھ رہا ہر چند مجھے شادی کو ارشاد کیا میں نے بسبب مفارقت
انکار کیا آپ دفعۃً آفت آسمانی و بلائے ناگہانی مجھ پر ٹوٹ پڑی کہ یک نگاہ عاشق کیا
دیوانی ہو گئی ہوش و حواس سے بیگانی ہو گئی میں رسوا ہوا خراب ہوا مبتلا ہوا ۔ کیا جانیے
کہ دیکھتے ہی مجھ کو کیا ہوا ۔ اور تو اُس کا عاشق و طلبگار ہے جس کا نظیر اس زمانہ میں ہاتھ
آنا بہت دشوار ہے میں محمل نشین ہوں کتنے خدام یار میں یہاں ۔ لیلی کا ایک ناقہ سو کس
قطار میں یہاں ۔ اب بجز مرگ کیا چارہ میں ننگ خاندان ذلت دہ و خراب کنندہ خاندان فقط
تمہاری ماں باپ کی اور گریہ و زاری اپنی چاہتی تھی صبح تو کہاں اور میں کہاں یہ صحبت
شب خواب ہو جائے گی نمود صبح مفارقت شام غربت کا رنگ دکھائیگی دامن صحرا کی طرح
گریبان صبر چاک ہوگا ہمارے سر آفت و خرابی آئیگی انصاف کیجے کس سے کہونگی بیقراری
ستاتی ہے جاں فشاں کی جدائی سے روح بدن سے جدا ہوتی ہے جان جاتی ہے ہم صحبتیں
طعنے دینگی انیسیں چھیڑ چھیڑ کر جان لینگی جب لونڈیوں پر خفا ہونگی بڑبڑائیں گی زبان پہ یہ
کلمہ لائیں گی کہ ملکہ عاشقی کا رنج و ملال یوں در پردہ ٹالتی ہیں شہزادہ چلا گیا نہ رک سکا اس سے
بس نہ چلا غصے کی جھانجھ ہم پر نکالتی ہیں باپ پر حال کھلا تو خجالت ہوگی ماں نے اگر
سنا تو ندامت سے کیا حالت ہوگی ۔ رسوائی کے خوف سے دل کھول کر نہ رو سکونگی
بدنامی کے ڈر سے جی نہ کھو سکونگی جب دل بیتاب بھر بھر کے گھبرائے گا تو فرمائیے کون
تسکین فرمائے گا ۔ کیا کہہ کے سمجھائے گا آپ ادھر تشریف لیجائیں گے ہم ادھر غم فرقت
سے گھٹ گھٹ کر مر جائیں گے ہماری سرنوشت پر رونا روا ہے ماجرا ہمارا عبرت و حیرت
افزا ہے ہر چند ظل سبحانی عامل بے بدل ساحر بے مثل ہیں علوی سفلی سب کچھ پڑھا لکھا ہماری
پیشانی اور لوح جبین کی تحریر نہ دیکھی کہ کیا پیش آنی ہے اور خط شکستہ میں اپنے نستعلیق نے
کیا برا لکھا ہے افسوس صد افسوس مہلت اور وہ بھی ہوگا کوئی امید بر آئی جس کی ۔ اپنے مطلب کی
اس طرح کہن سے نکلے ۔ یہ باتیں کر دل پر ہاتھ دھر بیٹھنے لگی دامن و گریبان آنسوؤں سے بھگونے لگی
شہزادے کو ثابت کیا یقین ہوا کہ ملکہ بشارت فریفتہ و شیدا ہے بات سے حزن و ملال پیدا ہے
دل دکھنے کے مزے سے یہاں لذت پا چکی تھی جان ہجر کے صدمے اٹھا چکی تھی یہ باتیں کر و لا زبان سمجھا

تم کون ہو کہان سے آئے ہو کس کی تلاش مین خود رفتہ گھبرائے ہو اُسوقت جانعالم کو جرأت ہوئی
سفر نظر آیا کہا ملکہ مین شاہ فیروز بخت کا بیٹا ہون جانعالم نام ہے شہر مین ختن وطن ہے
فصحت آباد سلطنت کا مقام ہے مین نے ایک توتا مول لیا تھا بہت طرار سحر گفتار اسکی زبانی
شہرۂ حسن انجمن آرا سُنکے نادیدہ دیوانہ وار بیقرار بیابان مرگ آوارہ وطن مورد رنج و محن ہوا ہون پھر
توتے کا راہ مین اُڑجانا وزیرزادے کا پتہ نہ پانا شمہ بیان گرفتاری طلسم اور اپنی خواری جادوگرنی کا
نقش سلیمانی کا دینا اور اپنا راستہ لینا کہکر کہا اب تنگ زندگانی ہے نہ جان کو چین نہ دل کو قرار ہے
زیست بیکار ہے اور یہ غزل پڑھی مؤلف بسوز شمعرویان اسطرح کا سینہ سوزان ہون ؛ کہ رفتۂ جلوہ
آخر جلوۂ سحر چراغان ہون ؛ نسیم صبح ہون یا بوئے گل یا شمع سوزان ہون ؛ مین ہون جس سے تنگ
مین پیارے غرض دم بھر کا مہمان ہون ؛ نہ پھل پایا لگائے کو بجز افسوس و حسرت کے ؛ مین
نخل بے ثمر کیس مزرعۂ مردود دہقان ہون ؛ عبث تدبیر ہے گور و کفن کی اُسکے کوچے مین ؛
مین ننگ دو جہان مٹگے ہی رکھ دینے کا شایان ہون ؛ نہ ترسے مرتے دم تک پھر محبت سے کبھی
مین نے ؛ جفائین کس قدر جھیلین وفا پر بھی نازان ہون ؛ پڑی رہتی ہے اکثر چادر مہتاب تربت پر
کہ تا معلوم ہو سب کو قتیل مہ جبینان ہون ؛ سر در رہ رسیدہ ہون مجھے طوفان محشر مین ؛ نہ لانا
تو خداوندا غریق بحر عصیان ہون ؛ ملکہ نے جب سنا کہ یہ فریفتۂ جمال بے مثال انجمن آرا ہے
آہ دلدوز نعرۂ جانسوز کھینچکر رونے لگی اُمید قطع ہوئی جانعالم نے بیقرار ہو کے کہا اے ملکۂ مہر نگار
خیر باشد ملکہ نے اُسی حال مین کہا استاد مائل اُس فتنۂ عالم پہ کیا جو تجھکو ؛ ہوئے بیداد
ستمگرئ دوران آئی ؛ چاک دل تک تو چھوٹے دست جنون پردہ تھا ؛ یہ کھلا اب تو کہ نوبت
بگریبان آئی ؛ اے شاہزادۂ والاتبار غارتگر کشور دل عاشق زار میرا حال سُن ؛ عجیب قصہ
واقعۂ نادر ایسے ہین ؛ باپ میرا شہنشاہ تھا بہت سے تاجدار خراج گذار تھے مگر مبتدائے
طبیعت متوجہ فقر تھی اور عبادت کی عادت تھی آخر کار کارخانۂ دنیائے دون ہیچ و پوچ
جان کے یہ شعر ورد زبان کیا شعر جب ہیچ ہی ہم لوگ سمجھ چکے وضع جہان کو ؛ تم ہیچ عالم ہیچ
طرب ہیچ عطا ہیچ ؛ اور حکومت کا جھگڑا چھوڑ چھاڑ معاملۂ سلطنت بیکار جان اور بے ثباتی
جہان گذران مدنظر کر دنیا سے ہاتھ اُٹھا بادشاہت کو مٹا آبادی سے منھ موڑا اُس

تسکین کی باتون مین کھولا کہا آپ کا کیا ذکر خیال ہے بندہ فرمانبردار ہر حال ہے جو کہو گی بجا
لاؤنگا بار اطاعت سے سر نہ اُٹھاؤنگا مگر برائے چندے صبر و جبر ضرور ہے اگر اُسکی جستجو مین جاؤنگا
تمھین میری کیا امید ہوگی مجھتون کو کیا منھ دکھاؤنگا سبحان اللہ وہ وقت دیکھا چاہیے کہ معشوق
عاشق کی تسکین کرے اپنی اطاعت اُسکے ذہن نشین کرے خوش قسمتون کو ایسے بھی مل جاتے
ہین کہ عاشق کے رنج کا غم کھاتے ہین دلداری کرکے سمجھاتے ہین اس کا لوگ رشک کرتے
ہین آتش حسد سے جل مرتے ہین ملکہ یہ سنکر شاد و بے غم سے آزاد ہوئی یہ بات امتحان کی ہے
جسے جی پیار کرتا ہے اگر وہ جھوٹ بھی بولے تو عاشق کو سچ کیا بمنزلہ آیت و حدیث ہو جاتا
ہے مگر یہ کہنا صحیح عاشق سے بھی ہوتا ہے کہین صبر و تحمل ؎ وہ کام تو کہتا ہے جو آتا نہین
مجھکو ؎ لیکن خیر ہم تو اسے بھی جھیل لین یہ بھی کھیل لین اگر ہماری یاد تمھین فراموش
نہ ہو وحشت کا جوش نہ ہو جانعالم نے قسمین شدید کھائین اختلاط کی باتین درمیان آئین
کہ اس مین سر مو فرق نہ ہوگا اور مژدہ وصل سے مسرور کیا خیال مفارقت ملکہ کے دل سے
دور کیا کہا اب ہنسی خوشی کی باتین کرو یہ بکھیڑا جانے دو مفارقت سر پر کھڑی ہے رات تھوڑی
کہانی بڑی ہے فلک سفلہ پرور جفا کیش ہے عاشق و معشوق کا بد اندیش ہے استاد ؎ شب وصل
شکوہ ہا مکنید ؎ شب کوتاہ قصہ بسیار است ؎ مگر شب وصل ہمیشہ سے کوتاہ ہے خدا گواہ ہے
دو کلمے ہنسی کے ہنوز پورے نہ ہونے پائے گردون کو رشک آیا یکایک مرغ سحر بیدار باش
پکارا زاہد نے نعرہ اللہ اکبر مارا گجر کی آواز بھی دونو کے کانون مین آئی بسا دلان سلطان
خاور نے صبح کی دھوم مچائی ملکہ پریشان ہوکے بولی مولف وصل کی شب چونک اُٹھے
ہم سُنکے زاہد کی صدا ؎ یان دم تکبیر ہی اللہ اکبر ہوگیا ولہ زاہد بھی تیسرا ہے شب وصل مین
حریف ؎ مشہور گو جہان مین صبح خروس ہے ؎ جانعالم نے نماز صبح پڑھکر بعزم سفر
جست کی ملکہ سہم کر آبدیدہ ہو یہ شعر پڑھنے لگی جرأت نہ آیا اور کچھ اس چرخ کو آیا تو آیا
گھٹانا وصل کی شب کا بڑھانا روز ہجران کا ؎ جب شہزادے نے چلنے کا قصد کیا ملکہ
نے کہا اگر حرج متصور نہ ہو میرے والد سے ملاقات کر لو یہ امر فائدے سے خالی
لاابالی نہ ہوگا جانعالم نے کہا بہتر ہے پھر وہی خواص ہمراہ ہوئی جب وہان پہونچا

دیکھا بوریائے بیریا بچھا ہے مصلے پر ایک پیر مرد مہذب بذکر حق مشغول باول بلول ہمہ تن
ہے یہ رسم سلام بجا لایا لئے دعائے خیر دیکر ہاتھ بڑھایا چھاتی سے لگایا قریب بٹھایا پھر
فرمایا ماجرائے شب تیرہ ملکہ فقیر پر روشن ہے ایسی بدقسمت دوسری خلق مین نہین
ہوئی ہمارے کہنے سے انکار کیا بڑے بول کا سچا ہو تو تم کیا کیا ڈر و مدارا کیا جو تم اتنی تسکین نہ
کرتے تو اسکا زندہ رہنا محال تھا اسطرح کا دل پر صدمہ اور ملال تھا اگر ایفائے وعدہ کرو گے للہ بھلا کرو

تصویر جانِ عالم مع ایک خواص پاس پیر مرد کے آنا اور اسکا لوح دیکر رخصت کرنا



دگرنہ یہ رنج بڑا ہے دیکھئے اسکا کیا حال کریگا دلداری جگر فگارون کی عبادت مرض
محبت کے بیمارون کی جوانمردون پر فرض ہے یہ سمجھنا ساحل را از خس و خاشاک گذار و گل را از
صحبت خار ننگ و عار نمی باشد شہزادے نے سر جھکا عرض کیا آپ کیون محجوب فرماتے مین
مجبور ہون اس عزم مین گھر چھوڑا عزیزون یگانون کو ترک کر شہر سے منہ موڑا وہ کہین کے
سخت کم ہمت تھا اور بے جرأت کہ تھا راہ مین آسائش ملی بیٹھ رہا خوف سے نہ جا سکا جھوٹا تھا ناحق

عشق کا دم بھرا پیر مرد نے فرمایا مرحبا جزاک اللہ یہی شرط جوانمردی و ثابت قدمی ہے ہمیں بھی
تمھارے اس غم سے ایفائے وعدہ کی امید ہوئی پھر ایک لوح عنایت کی اور کہا جب کوئی
مہم سخت روبکار ہو بہ طرز فال اس حال میں اسے دیکھنا جو نکلے اسپر عمل کرنا اللہ تعالیٰ وہ مشکل
سخت ایک آن کی آن میں آسان کریگا بحفظ حافظ حقیقی سپردم اللہ معکم اینما کنتم ۔ فرد
سفر رفتنت مبارک باد ۔ بسلامت روی و باز آئی ۔ شہزادہ رخصت ہوا لوح لیکر ملکہ کے
پاس آیا یہ شعر زبان پر لایا ۔ مولف ۔ کوچ کی اپنے اب تیاری ہے ۔ تیرا حافظ جناب باری ہے ۔
ملکہ ناکام گردش ایام دیکھ اور یہ کلمہ جانکاہ سنکر کلیجہ تھام سر دھنکر یہ اشعار پڑھنے لگی استاد
میں مر گئی سن اسکے سر انجام سفر کا ۔ آغاز ہی دیکھا نہ کچھ انجام سفر کا ۔ کہتے ہیں کہ وہ جاتا ہے
کچھ ایسی دعا کر ۔ مسدود ہو رستہ دل ناکام سفر کا ۔ مت جان اکیلا تجھے اے جان لیے چل
کرتی چلوں گی ساتھ ترے کام سفر کا ۔ میں کشور ہستی ہی سے اب کوچ کروں گی ۔ آگے نہ مرے
لیجیو تو نام سفر کا ۔ چلنے کی صلاح اسکے ٹھہرتی نہیں اب ساتھ ۔ موقوف نوازش ہوا آرام سفر کا
آخر جبراً قہراً رخصت کیا کہا خدا حافظ امام ضامن ثامن کو سونپا حضرت امام موسیٰ رضا ضامن تیرا
اللہ والی ہے ۔ جسطرح پیٹھ دکھاتے ہو ایسی صورت اللہ تمھارا منھ دکھائے غم دوری ہمارا دور ہو جائے
جان عالم یہ سنکر روانہ ہوا یہاں تپش دل کا بہانہ ہوا دریائے سرشک چشم خون جگر سے موج زن ہوا
غریق لجۂ مفارقت جان و تن ہوا جلیسیں بولیں ملکہ کیوں جی کھوتی ہو جو اس طرح بلک بلک
کر روتی ہو مسافر کے پیچھے رونا یوں از حد بی بی خیر ہے بہ شگون بد ہے وہ بھی دن
اللہ دکھائے گا جو وہ پردیسی صحیح و سلامت خیر سے پھر آئے گا تو ان کو وہ غم کی ماری یہ بتاتی
سوز چشم کا کام اشکباری ہے ۔ چشمۂ فیض ہے کہ جاری ہے مولف بیدرد کوئی اتنا سمجھتا
نہیں ہے ۔ دل دکھے تو کس طرح سے فریاد نہ ہووے ۔ ولہ مجھکو رونے کو نہ تم منع کرو
ہم نفسو ۔ غم دل کرتی ہوں میں دیدۂ تر سے خالی ۔ اور جب آنسو کمی کرتے تو دل و جگر
سینے میں بدہی کرتے اسوقت گھبرا کر یہ کہتی مولف مدد اے سوز جگر تاکہ نہ ہووے خفت ۔
نوک مژگان ہوئی پھر لخت جگر سے خالی ۔ پھر منھ اس نے کیا میری طرف اے ظالم ۔
سخت تم بھی مرے نالو ہوا اثر سے خالی ۔ نہ لگا اس کو مری بات کو تو مان سرور

دل کا لگنا نہین اسے یاد سے خالی؛ غرض کہ جون جون شہزادے کی مفارقت کھنچتی
تھی ملکہ صدمہ سہتی تھی وون وون گھٹتی تھی بدر سا چہرہ کاہیدہ ہو کر ہلال ہو لتب جدائی
سے عجب حال ہوا کبھی کہتی تھی وا ے ناکامی اگر دل کا حال کہون شرم آتی ہے چپ ہون تو
جان جاتی ہے یہ سب کہتے ہونگے ملکہ کو غیرت نہین آتی ہے راہ چلتو سے بیٹھے بٹھائے دل
لگاتی ہو آپ روتی ہے ہمین مفت رلاتی ہو اس سمجھانیوالے کو کہان سے لاؤن جسے دل کا حال
سناؤن زیست آئی ہین ہے جو مر جاؤن اب کون آنسو پوچھ رونیکو منع کریگا کون میرے دم
گرم پر آہ سرد بھریگا یا سے سر چھاتی پر دھریگا جب ملکہ کا حال مصیبت چپکے چپکے جی سے
باتین کرنا دیکھ کر لوگ گھیرتے دست شفقت سر وحشت انگیز پر پھیرتے اور پوچھتے کہ اے بی بی کچھ ہمین
ہمین تو بتا دل کا حال کیا ہے تو وہ کہتی اور تو کچھ جانتی نہین پر یہ نقشہ ہے کہ ہاتھ پاؤن سنسناتے
ہین خود بخود غش چلے آتے ہین دم سینے مین نہین سماتا گھبراتا ہے مکان کاٹے کھاتا ہے باغ ویران
گل و بوٹا خار معلوم ہوتا ہے گھر زندان بات کرنا بیکار معلوم ہوتا ہے جان بیقرار ہے بند بند ٹوٹا
ہے دامن صبر دست استقلال سے چھوٹتا ہے جنگل پسند ہے ویرانی کا دل خواہش مند ہے
وحشت کا سناٹا بھاتا ہے بلبل کا نالہ دل دکھاتا ہے خدا جانے کس کی جستجو ہے دل کو مرغوب
قمری کی کوکو ہے تنہائی خوش آتی ہے آدمیون کی صورت سے طبیعت نفرت کھاتی ہے
سینہ جلتا ہے دل کو کوئی مسوس کر ملتا ہے آنکھ ظاہر مین بند ہوئی جاتی ہے مگر نیند مطلق
نہین آتی ہے ہاتھ چاہتے ہین سر و دست چاک گریبان دیکھین پاؤن چل نکلے ہین کہ
بیابان دیکھین دل دشت کی مثنوی سے ربط ہے لیلی مجنون کا قصہ پڑھتی ہون یہ کیا خبط
ہے دل کی تمنا ہے کہ بیقراری کر آنکھین اڑی ہین کہ اشکباری کر جہان کی بات سے
کان پریشان ہوتے ہین مگر جان عالم کا ذکر دل لگا کر سنتی ہون جو کوئی سمجھاتا ہے رونا چلا
آتا ہے سر دھنتی ہون ناکامی مجھ خستہ و پریشان کا کام ہے آہ مجھ بے سر و سامان کا
تکیہ کلام ہے منہ کی رونق جاتی رہی زردی چھا گئی بہار حسن پر خزان آگئی ہر دم لب
پر آہ سرد ہے ایک دل ہے اور ہزار طرح کا درد ہے جان جانے کا وسواس نہین بزرگون
کا لحاظ و پاس نہین زیور طوق سلاسل ہے زیب و زینت سے بدمزگی حاصل ہے

دل و جگر میں گھاؤ ہے بگاڑ بناؤ سے ہے بستر نرم خار ہے ارے لوگو یہ کیا آزار ہے سب سے
آنکھ چراتی ہوں ہم صحبتوں سے شرماتی ہوں اب صدمہ اٹھانے کا یارا نہیں ہے موت
اس کھیڑے سے چھٹکارا نہیں عجب حال ہے اکثر یہ خیال ہے مؤلف افسوس جال
ایک عالم دیکھے ۔ ایسا نہ ہوا کہ جان عالم دیکھے ۔ اگر یہی کا عشق عاشقی نام ہے تجھے میں بے گذری
میر اسلام ہے جو لوگ عشق کرتے تھے کیونکر جیتے تھے بتاؤ تو کیا کھاتے کیا پیتے تھے دن سے
کچھ نہیں کھایا مگر پیٹ بھرا ہے گھڑی ہوں جی بیٹھا جاتا ہے پہلے مجھے منع کیا ہے میرے
جان کے دشمنوں نے کیا کیا اللہ کی مرضی کسی کا کیا بگڑا میری قسمت کا لکھا جو کیا وہ اچھا کیا
پینسکے ایک کھیلی کھلائی عشق کے صدمے اٹھائی قربت کی کہا قربان جاؤں اری ابھی سے الفتی
سے تو گرفتاری ہے جو اتنی آہ و زاری اور بیقراری ہے سہتے سہتے عادت ہو جائیگی تو تسکین ہوگی
ان باتوں سے جو دل بھر آیا بے اختیار خونابہ دل لخت جگر چشم تر سے مسلسل بہانے لگی دیدہ
بیدار طلعت سمندر کی لہر لہرانے لگی نظم میں دل کا حال سنانے لگی مؤلف حالت آگئی یار کی
برق و شرار کی ۔ کیا کیا تڑپ سناؤں دل بیقرار کی ۔ پھولے تپش سے دل کے یہ سب آبلے ہر
منت کشی نہ کرنی پڑی نوک خار کی ۔ دل اپنا قبر میں بھی جلے گا اسی طرح ۔ حاجت رہیگی ہمکو
شمع مزار کی ۔ وعدے کی شب کو دیدۂ اختر جھپک گئے ۔ جیسے مثل ہیں لوگ مرا انتظار کی
لیے جائیو ادھر سے جنازہ مرا صبا ۔ حسرت بھری ہے دل میں مرے کوئے یار کی

رخصت ہونا جان عالم کا ملکہ مہرنگار سے اور پہنچنا ملک زرنگار میں ملاقات خواجہ سرا کی دریافت ہونا حال ملال کا جانا اور گرفتار ہونا اسکو قتل کرنے لانا پاس بیگم کا

بیت یہاں کا تو قصہ یہ چھوڑا یہاں ۔ سنو پھر اسی غمزدہ کا بیان ۔ طلسم کشایان گنجینۂ سخن
سحر سامری و رہ نوردان اقلیم حکایات کہن مشتاق جادو و شعبدہ گری و مشتاقان جفا کش
محنت کشیدہ و سحر سازان سخن سنج و دیرین سرائے سر تج پیش راحت ندیدہ گو سالہ سخن کو دیر
خراب آباد میں یوں گویا کرتے ہیں کہ ملکہ مہرنگار کے باغ سے چالیس منزل ملک زرنگار تھا وقت
روزگار تھا شہزادہ دل از کف دادہ یکہ و تنہا صعوبت سفر کا مبتلا پاؤں میں چھالے لب پہ

آہ و نالے کرتا پڑتا کئی چھینے کے بعد اُس زمین میں پہونچا اور جو جو پتے توتے نے بتائے تھے وہ سب اُس جا پائے واقعی عجیب نواح شگفتہ و شاداب ہر سمت چشمہائے آب جنگل سب سبزہ زار گل بوٹے خودرو کی انوکھی بہار ہوا فرحت انگیز بو باس مشک بیز جنون خیز جانِ عالم خوش و خرم جلد جلد قدم اٹھاتا چلا جاتا تھا ایک روز چار گھڑی دن رہے کیا دیکھتا ہے کہ ایک شے مثل آفتاب بصد آب و تاب شمال کی سمت درخشاں ہے کہ نگاہ نہیں ٹھہرتی عقل حیران ہے دل سے کہا آثار شہر نمود ہوئے یہ کیا قیامت ہے ہم مشاہدۂ جمال جانان سے محروم رہے مشرق و مغرب کو چھوڑ سوئے شمال کی طرف جا نکلا افسوس صد افسوس اتنا کہہ کے [illegible] نکلا جب قریب پہونچا دیکھا دروازہ ہے عالیشان سر بفلک کشیدہ دیدۂ روزگار ندیدہ بسکہ مطلا ہے اور لعل و یاقوت اس کثرت سے جڑے ہیں کہ جوہری وہم و گمان حیران کھڑے ہیں شعاع آفتاب سے یکرنگی خورشید حاصل ہے شرمندہ اُس کے روبرو بدر کامل ہے یقین ہوا اب بر مطلب پہونچا یہ وہی دروازہ ہے جس کا [illegible] ذکر [illegible] سجدۂ شکر بدرگاہ منزل رسان راہ گم کردگان کیا اور خوش ہوکر [illegible] وعدۂ وصل چوں شود نزدیک آتش شوق تیز تر گردد غرض افتان و خیزان [illegible] دروازہ جواہر نگار رفعت فلک دیکھا تا دیوار و در جگمگاتا بلور کی اینٹیں یاقوت کی [illegible] بہشت کی طرح وہ چمن بصد [illegible] بجا بجا نہریں [illegible] ہوئی [illegible] اندازِ جوان جوان بنفشہ [illegible] گلنار [illegible] ٹہل رہے زمین و آسمان ان کی [illegible] صاف خس و خاشاک دروازے پر [illegible] سوار [illegible] تیار جانِ عالم نے اُن سے پوچھا اس شہر کا کیا نام ہے اور حاکم یہاں کا کون [illegible] دیکھا ایک جوان سرو قامت [illegible] خاک [illegible] وصولت نشان جرأت چہرۂ [illegible] آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں شہزادے نے کہا [illegible] سوال [illegible] ایک شخص [illegible] ملک کو زرنگار کہتے ہیں سنتے ہی چہرہ بشاشت سے [illegible] افشان [illegible]

منھ پر چلنے لگا دل سے کہا یہ خواب ہے یا بیداری طالع گردش وہ سے امید یاری مددگاری
نہ تھی ایسی قسمت ہماری نہ تھی پھر کچھ نہ پوچھا یہ کہتا چلا الحمد للہ ٹھکانے لگی
محنت میری بر طے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری بر دروازے سے آگے بڑھا شہر
دیکھا قطعدار ہموار قرینے سے بازار کرسی ہر دوکان کی کمر برابر مکان ایک سے ایک بہتر و برتر پیچ
نہ ہوتا تھا نہ کہیں بلندی نہ پستی ہموار ایسی ہوئی بستی ایک کا جواب دوسری طرف ادھر بزاز تو ادھر
بھی صراف کے مقابل صراف بازار کا صحن نفیس شفاف جوہری کے روبرو جوہری زر و جواہر
کا ہر سمت ڈھیر نقد و جنس سے ہر شخص سیر کوئی شے کسی طرح کا اسباب ایسا نہ تھا کہ اس بازار میں تھا
مغرب و مشرق کی اشیائے نادرہ کا ہر جا انبار تھا جنوب و شمال کا خریدار تھا حلوائی نانبائی کنجڑے
قصائی سقوں کے کٹوروں کی جھنکار میوہ فروشوں کی پکار ولاوں کی بول چال جہاں کا اسباب
وہاں نہر کی کیفیت جدا قد آدم آب مصفا فواروں سے کیوڑہ گلاب اچھلتا بازار مہکتا ہر طرف
دھوم دھام خلقت کا اژدہام چلنے پھرنے والوں کے کپڑے لیتے ہوئے جاتے تھے ہم گمان
کشمکش سے بار پاتے تھے جا بجا عالم قدرت حق دیکھتا جاتا تھا ہوش بر جا نہ آتا تھا دل سے کہتا
تھا ان اللہ علے کل شئی قدیر یہ کیا ملک کیا سلطنت کیا شہر کیا بازار ہے کیا کیا بیوپاری
ہیں کیسا کیسا خریدار ہے ہر شخص کو آرام و راحت ہے کیا بندوبست کیا انتظام ہے کیا حکومت ہے
جب چوک میں آیا پوچھا ایوان جہان پناہ دولتسرائے شاہ کدھر ہے لوگوں نے کہا دست راست
سیدھے چلے جایئے بازار طے کر عمارات بادشاہی پاس جب آیا ان مکانوں کو نرا طلسم پایا عقل
کام نہ کرتی تھی ہر کنگرہ ایوان فلک سے ملا ہر ایک برج ہر ایک جہان نما خورشید سا چمکتا لیکن جو لوگ
درباری یا ملازم سرکاری آتے جاتے دیکھے سب سیاہ پوش تمنائے الم کے جرعہ نوش اس کا ماتھا
ٹھنکا پاؤں ہر ایک کی سن کا ہو گیا ہر شخص کا منھ تکتا تھا قدم اٹھ نہ سکتا تھا کہتا تھا خدا
خیر کرے شگون بد ہے دل کو بیقراری از حد ہے چند قدم اور بڑھا سواری کا سامان سامنے آیا
بخود بڑھا نہ ہوا شور بلند پایا دیکھا ایک خواجہ سرا نازبرک و دانا محبوب علی خان نام نواب
ناظر سرابرہ شاہی با احترام وہ بھی بجا طرحزیں غمگین سیاہ پوش حواس باختہ ہوش فراموش

اندوہ و رنج سے ہم آغوش جان عالم نے سلام کیا وہ جواب دیکر شاہزادے کو دیکھنے لگا حیران
و ششدر متحیر سا اور سواری روکی کہا سبحان اللہ وبحمدہ کیا تیری قدرت کی شان ہے جنس
بشر مین کس کس طرح کا پری پیکر خلق کیا ہے کہ چشم کو تاب جمال زبان کو صفت کی مجال نہین نہایت
متوجہ ہو کر پوچھا کہ اے شمشاد نو رستۂ چمن جہانبانی و سرو نو خیز بوستان سلطنت و حکمرانی حضور کہانسے
رونق بخش اس شہر نحوست اثر کے ہوئے شہزادے نے کہا میان صاحب تحقیق ہم فقط
اس شہر اور یہان کے شہریار کے شوق دید مین وطن سے بعید پژمردہ و خراب با دل مضطر و
جان بیتاب یہان پہونچے ہین برائے خدا یہان کی نحوست اپنی سیاہ پوشی کی علت بیان کیجئے
خواجہ سرا نے یہ سنکر نعرہ مارا بیچین ہو کر بکا کہ اے جوان رعنا تو نے یہ قصہ سنا ہوگا زینت تخت
سلطنت رونق شہر موجد آبادی صاحب جاہ و حشمت مالک عفت و عصمت انجمن آرا یہان کی
شہزادی تھی شہرۂ جمال بیمثال اُس حور طلعت پری خصال کا از شرق تا غرب اور جنوب سے شمال
تک زبان زد خلق خدا تھا اور ایک جہان حسن کا بیان سنکر نادیدہ اسکا مبتلا تھا آجتک چشم و گوش
چرخ کج رفتار نے باین گردش لیل و نہار ایسی صورت دیکھی نہ سنی تھی بہت سے شاہ شہریار
اُسکے وادی طلب مین قدم رکھکر تھوڑے عرصہ مین آوارۂ دشت ادبار پتھرون سے سر مار مار
مصروع رہرو اقلیم عدم ہوگئے ۔ آپ چار پانچ روز سے ہمارے طالع بیدار جاگتے جاگتے دفعتہً
سو گئے ایک ساحر مکار جفا کار نے بزور سحر اسے محل سے اٹھا لیگیا ہنوز یہ جملہ غم ناتمام تھا کہ جان عالم
کا کام تمام ہوا آہ سرد کھینچکر بحال خستہ و پریشان مثال قالب بیجان زمین پر گرا اور بحسرت و یاس
پکارا شعر جی کی جی ہی مین رہی بات نہ ہونے پائی ۔ حیف ہے اُس سے ملاقات نہ ہونے پائی ۔
اے گردون جفا پرداز و اے فلک عربدہ جو یہ کیا تیری خو ہے اتنی دور لا کر ناکام رکھا موت
عشق تمکرے جہان مین ہوئے سیکڑون ویسے ۔ اک دل ہمارا تھا کہ وہ مائل کدھر رہا ۔ تاثیر آہ
دیکھی نہ گریہ مین کچھ اثر ۔ ناحق مین اس امید پہ کرتا پکار رہا ۔ کیا دیکھتا ہے سینے کو مڑ کر تو اے جگر
اجڑا دیار اسمین نہین دوسرا رہا ۔ شعر یہ کہکر وہ اس طرح غش کر گیا ۔ کہے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا
خواجہ سرا سخت گھبرایا سمجھا کہ یہ شخص بھی گرفتار محبت اسیر دام الفت اسی کا ہے مجھ سے بڑی
غلطی ہوئی دفعتہً خبر بد سنائی نہ تھی آفت اسکی جان پر جانگزا لائی نہ تھی ہرچند گلاب کیوڑہ چھڑکا ہوش نہ آیا

پوچھا اس بادشاہ نے کہ حضور میں حاضر ہو کر رو رو کر عرض کی آج ماتم انجمن آرا تازہ ہوا بادشاہ نے فرمایا
کیا ماجرا ہے اس نے عرض کی کہ کسی ملک کا شاہزادہ اسکی محبت میں سلطنت سے ہاتھ اٹھا فقیر ہو
سج دھج بنا یہاں تک پہونچا ہے مجھ سے جادوگر کے اٹھا لیجانے کی خبر سنکر آہ کھینچ زمین پر گرا ہے
ابتک ہوش نہیں آیا ہو عجب صدمہ دل پر گذر گیا ہے خدا جانے جیتا ہو یا مر گیا ہو کیا عرض کروں
غلام کی نظر سے ایسا سج دھج کا جوان پری پیکر آجتک از قسم بشر نہیں گذرا اگر ان دونوں کی صورت
آئینۂ چشم میں بہم نظر آتی قران السعدین کی کیفیت کھل جاتی جو حضور ملاحظہ فرمائیں گے شہزادی
کو بھول جائیں گے بسکہ بادشاہ کو تمنا تھی انجمن آرا سے بیقرار تھا ارکان سلطنت سے کہا جلد
جاؤ جس طرح ہو اسے لاؤ لوگ دوڑے مردے کی صورت اٹھا لے گئے اس عرصہ میں

تصویر جانعالم کی بیہوشی اور خواجہ سرا کا اٹھا لیجانا



شاہ یمن کی بادشاہ نے ہاتھ منہ دھلوایا بید مشک چھڑکا کیوڑا منہ میں چوایا لخلخہ سنگھایا جانعالم
کو ہوش آیا گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور کہا ایک شخص تلاش خسرانہ ہر سپہ طرف سب لوٹا نہ در بدن ما رسیدہ
لیکن وہ خواہ دیدہ کھڑے کر رو رہے تھے جب نظر آئے جا بیچارا غلام زمین پر گرا شمشیر و خنجر
اپنی بنا و دست بستہ کھڑے کر دیا ہے در بدن پیالہ خواجہ اور گرد ان کی آنکھیں ا پنے اپنے قریب سے

ہر ایک زینت دہ کرسی و دنگل ہے تہمتون کا جنگل ہے جان عالم اُٹھا بطور شاہ شہریار و شہزادہ
عالی تبار رسم سلام بجا لایا بادشاہ نے گلے لگایا پاس بٹھایا جب سے بادشاہ کی نظر پڑی تھی
محو حسن و فریب مفتون چہرۂ مہروش و صورت پُر زیب ہو گیا تھا اور حضار مجلس بھی سب دنگ
سکتے کے ڈھنگ تھے سب کو صدمہ تازہ یہ ہوا کہ ایسا وارث تاج و تخت ہاتھ آئے اور محروم
رہجائے اُسوقت کا رنج و قلق شہزادے کا کوئی فراق کشیدہ سمجھے بقول مرزا حسین بیگ صاحب
شعر۔ حسرت پر اُس مسافر بیکس کی روئیے ۞ جو تھک گیا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے ۞ مگر
باعث شرم و حیا کہ لازمۂ شرفا و نجبا ہے خاموش سینے مین غم کا جوش و خروش بادشاہ نے
استفسار وطن اور نام جد و آبا کیا یہان فرط الم کثرت غم سے گلا گھٹ رہا تھا مگر ضبط کو
کام کرکے حسب و نسب اور ملک کا پتہ بتایا بعد سحر کی شہزادی کا حال پوچھا بادشاہ نے
فرمایا اے گرامی اختر سپہر شہریاری مدت سے ایک جادوگر اس فکر مین تھا یہان بہر تیرہ نگہبانی
ہوتی تھی لیکن وہ کافر بچکر لیگیا آج تک محل مین نہین گیا ہون وہ محل جو عشرت کدہ خاص
تھا ماتم سرائے عام ہے پر شور و رقت ہر سمت تا ثریٰ آفت بلند ہے کھانا پانی حرام چھوٹا بڑا
مبتلائے آلام ہے جان عالم نے کہا کچھ بھی ثابت ہوا کدھر لیگیا بادشاہ نے فرمایا پانچ کوس تک
پتہ پاتا ہے آگے قلعہ ہے سر بفلک کشیدہ آگ سب بھری ہے شعلہ سرگرم تا چرخ چنبرین ہے
اور انگارون کا انبار تا گردون ہے وہان کا حال نہین کھلتا عقل بیکار ہے مگر قرینے سے
معلوم ہوتا ہے کہ وہ سحر کا کارخانہ ہے شہزادے نے کہا خیر اگر حیات مستعار باقی ہے یہ درد
اندوہ کہان جاتا ہے یہ کہکر اُٹھا کہ قبلہ خدا حافظ بادشاہ لپٹ گیا کہا بابا خدا کیواسطے اس خیال
محال سے درگذر طائر خیال کے اُس دشت مین پر جلتے ہین پیک صبا کے پانون مین چھالے پڑتے
ہین دوست مجھے مفارقت تیری کب گوارا ہے ایک کو دھوکے مین کھویا تجھے دانستہ نے
دینے کا کہان یارا ہو ایسی آفت مین تجھ سے جوان کو جانے دون بڑھاپے مین بدنامی لون
سلطنت حاضر ہے بسم اللہ حکمرانی کرین ضعیف ہون گوشے مین بیٹھ کر اللہ اللہ کرون شہزادے
نے عرض کی یہ تخت و سلطنت حضور کو مبارک رہے بندہ آوارۂ خانمان ننگ خاندان
گھر کی حکومت و ثروت چھوڑ عزیزون سے منہ موڑ خراب و خستہ گردان دربدر حیران و پریشان ہے

یہان تک پہونچا اب یہ کلمہ ہتک کا اور ذلت کا سنکے کون زندہ رہے آلک بیگانے مین بادشاہ
کرے لوگ کہین جاؤ دگر تو شہزادی کو لیگیا یہ شخص بیغیرت جیتا رہا سلطنت کرنے لگا جوانمردی
سے بعید ہے عاشق کو معشوق کی راہ مین جان دینا عید ہے الا اعلم تا سر ندہم پا نکشم از سر کوئش
نامردی و مردی قدمے فاصلہ او دیک آگے بڑھتا رہے اور یکبا پیچھے ہٹ جائے صحرا
قدم عشق پیشتر بہتر جس مددگار نے ہزار بلا سے بچا کر یہان تک زندہ وسلامت پہونچایا ہے
وہی وہان سے بھی مظفر ومنصور آپ سے ملائیگا نہین تو یہ صورت نحس لوگون کو دکھانی کیا
ضرور ہے گو بشر مجبور ہے لیکن اس زیست سے تو وہی مرنا گوارا کرے بہوت مرے سے پہلے جب عقل
وعشق سے معرکہ اٹھا تھا میرجی کلہنا تھا عقل کہتی تھی مان باپ کی مفارقت نہ اختیار کرو سلطنت
سہی تھے نہ چہوڑو عشق کہتا تھا مان باپ کے بادشاہت کیسی سر رشتہ الفت غیر توڑو کوچہ دلدار
کی گدائی سلطنت ہفت اقلیم ہے اگر پیشتر اٹھے بے یار خدا کسی کی صورت نہ دکھائے عقل کہتی تھی
آبرو کا پاس کرو ننگ خاندان نہ ہو غریب الوطنی سے عار کرو صحرا نوردی نہ اختیار کرو عشق کہتا
تھا یار کے ملنے مین عزت ہے بادیہ پیمائی مین بہار ہے تشنہ خون کی لذت سے صحرا کا خار ہے عقل
کہتی تھی کہ لباس شاہی قبائے فرمانروائی چاک نہین کرتے دانشمند جادہ دانش سے خلاف قدم
نہین دہرتے عشق کہتا تھا لباس عریانی ہے عقل دیوانی ہے یہ وہ جامہ ہے جسے احتیاج شست
وشو نہین کبہی میلا ہوا نہ پانی ہو چاک نہ ہو کبہی آلایش سے ناپاک نہ ہو احسان کار سوزن رفو نہین
نہ بار برداری اسکو چاہیے نہ چور کا ڈر نہ راہزن کا خطرہ ہے پانی سے بھیگے نہ آگ سے جلے سڑے
نہ گلے گلنے سے کبہی جدا نہ ہو کوئی اسکو لے سکے نہ خود کسی کو دے سکے نہ دشت وحشت مین اسکا
تار آئے نہ اسکے دامن تک خار آئے نہ اس کا جسم لاغر بیمار ہے مسافر صحرائے محبت کو
یہی درکار ہے آتش تن کی عریانی سے بہتر نہین دنیا مین لباس یہ وہ جامہ ہے کہ جسکا نہین
سیدھا الٹا۔ آخرکار بصد تکرار عقل کو شکست فاش ہوئی کوچہ دلبر کی تلاش ہوئی نام سے
نفرت ننگ سے تنگ ہو نشان ہوس سلسلہ دیوانگی کا ہاتھ آیا طبیعت عشق کی محکوم ہوئی وحشت
کی دھوم ہوئی وہان نیشتر گریبان چاک چاک ہوا ننگ و ناموس کا قصہ پاک ہوا ایک پرندہ کہ طوطا
تھا رہبر و مددگار ہوا دوسرا وہ پرندہ وہ وزیرزادہ تھا تنہائی مین غمگسار ہوا پھر تو سلطنت اور وطن چہوڑ کر روانہ ہو لی

یگانوں سے رشتۂ محبت توڑ، رہ نوردِ بادیۂ حرمان اور کام فرسائے دستِ ادبار ہوا لیکن اُس کا
ساتھ بھی نہ سزاوار ہوا پہلی بسم اللہ یہ غلط ہوئی کہ منزلِ اوّل میں توتا اُڑ گیا وزیر زادہ ہرن
کے ملنے سے چھٹ گیا وہ جو اثاثہ ظاہری دلگی کا تھا لُٹ گیا تنہائی ہمراہ ہوئی ہمدم گم ہمسفر وآہ
ہوئی کچھ دنوں کے بعد طلسم میں پھنسا یا ہمیں رلا کر دشمنوں کو ہنسایا تھوڑی سی آفت اٹھا کے
رہائی پائی سمتِ مطلوب کی راہ ہاتھ آئی مگر نہ سنگ نہ نشان دیکھا نہ میل نظر آیا نہ گرد کاروان دیکھی
نہ صدائے زنگ و جرس سنی نہ راہبر بلا نہ کفیل نظر آیا سواری چھٹی پیادہ پائی لی فکرِ غیر سے رہائی لی
جب اس منزل میں حضرت عشق نے آزمایا باوجود آبلہ پائی اور خلشِ خارِ صحرا ثابت قدم پایا دوسرے
مرحلے میں امتحان مد نظر ہوا پریوں کے اکھاڑے میں گذر ہوا ایک مہ سیما کو اس جانب میلان ہوا
پھر وہی عیش و نشاط کا سامان ہوا ہفتے نیرنگ دکھائے ہر شب عجیب دن آگے آئے للہ الحمد کہ شیشۂ
عصمت سنگِ ہوا و ہوس سے سالم رہا وحشتِ دل کا بدستور عالم رہا رخصت میں مصلحت جانی
جوان و پیر کی بات نہ مانی اب گھر پہنچ کر دھوکا کھانا جان بوجھ کر بھول جانا کس ملت میں واجب
یہ فراموشی ہے مجھ سے وحشی سے ایسی ہوشیاری دور ہے جیتے جی مرگ منظور ہے

تصویر محل سرائے شاہی و بیگمات و جانِ عالم و بادشاہ مع نوابِ ناظر خواجہ سرا



اس گفتگو کی خبر محل مین پہونچی کہ آج اس طرح کا جبین انجمن آرا کا عاشق وارد ہوا تھا وہ بھی حرارت
محبت سے اسی آگ مین جلنے جاتا ہے انجمن آرا کی مان وزیر دولت سر پر چلی آئی خواجہ سرا دوڑے
بادشاہ سے عرض کی جلد شہزادے کو لیکر محل مین رونق فرما ہوجیے بادشاہ جانعالم کو ہمراہ لے
آرام گاہ مین تشریف لایا وہ بھی ہزار جان سے نثار ہو دیر تک پروانہ وار اس شمع انجمن سلطنت
کے گرد پھری رنڈیون نے گھیر لیا سب کو قلق ہوا غرضکہ بہ ہزار سعی بادشاہ نے بمنت صبح
کی رخصت پر اس شب روکا پھر خاصہ طلب کیا شہزادے نے انکار کیا وہین نواب ناظر حاضر
تھا پانون پر گرا سمجھایا پیر و مرشد کئی دن سے محل مین کھانا پانی سبکو حرام ہے جو آپ کچھ بھی نوش
فرماینگے تو یہ سب کھاینگے ناچار با خاطر فگار دو چار نوالے پانی کے گھونٹ سے حلق مین اتارے
پھر ہاتھ منھ دھو نیند کا بہانہ کر پلنگ پر جا لیٹا مگر نیند کسکی اور سونا کیسا مولف وا ورد دیدہ سدا
رہتا ہے تیری یاد مین ✽ آنکھ جب سے لگ گئی روتے ہین سو جانے کو ہم ✽ پھر لیٹے لیٹے انجمن آرا
کا تصور کر دم گرم آہ سرد سینے سے بھر کر یہ پڑھنے لگا ابیات تجھ بن ہے خراب زندگانی ✽ ہے مجھکو
عذاب زندگانی ✽ اتنا تو نہ چھپ کہ لیے کفن کا ✽ گھبرا کے نقاب زندگانی ✽ جب کروٹین بدلتے
بدلتے پسلیان دکھ جاتین اور پھریریان ستاتین تو دل بیتاب کو سمجھا ضبط آمادہ جبر و صبر کر یہ
کہتا نظم بکمال ضبط کو عاشق کرے اگر پیدا ✽ کہان کی آہ کرے بات بھی اثر پیدا ✽ ہزار رنگ
زمانے نے بدلے پر افسوس ✽ کبھی ہوئی نہ شب ہجر کی سحر پیدا ✽ کریگی ہمسری نالے کی میرے
تو بلبل ✽ شعور اتنا تو کر جاکے جانور پیدا ✽ ہمیشہ ہاتھون سے آنکے ملا ہون ہاتھون مین جلتا ✽ ہے
زر گرم ہو کے تھے دل و جگر پیدا ✽ ہے دل مین ذوق اسیری سے جو قفس مین مدام ✽ مین
نوچتا ہون جو ہوتے ہین بال و پر پیدا ✽ آخرش بصد نالہ و آہ کراہ کراہ کر صبح کی بعد فراغ نماز
سوز و گداز مرنے پر کمر باندھی شب کو خیمہ معلوم ہوئی کہ کل جادوگر کی لڑائی کو شہزادہ آمادہ
ہوگا پھر رات رہے سے مجمع عام و دربار دیوان خاص مرتب ہوا ایک بادشاہ تخت پر سوار برابر شہزادہ والا تبار
برآمد ہوا چشم مشتاقان مین نور طور نزدیک و دور تجلی کر گیا ہر شخص رو بقبلہ ہو دعائے فتح و ظفر
اس ماہ پیکر کی مانگنے لگا القصہ جہان تک لوگ آنے جانے کے تھے بادشاہ ساتھ آیا آگے
بڑھنے کی تاب نہ لایا جانعالم نے قسمین دیکر رخصت کیا ناچار بادل افسردہ خاطر فگار قلعہ مین داخل ہوا مگر

وہان سے ڈیوڑھی تک صد ہا ہرکارہ صبا دم متعین کیا کہ ہر دم کی خبر حضور مین پہونچے جانعالم
پھر اکیلا باحسرت و یاس رہا غم بیرفیق قدیم پاس رہا یہ شعر پڑھتا آگے چلا مصحفی اے غم یار مین بندہ
ہون رفاقت کا تری ٭ نہ کیا تو نے گوارا میری تنہائی کو ٭ آگ کا قلعہ سامنے تھا آسمان سے زمین تک
بھڑ شعلہ جوالہ برج آتشین یا انگارون کا ڈھیر دکھ نظر آتا تھا شہزادہ غور سے دیکھنے لگا ایک ہرن
اس آگ سے نکلا اچھل کود کر پھر اسی مین غائب ہوا جب مکرر آمد و رفت کی جانعالم نے لوح
پیر مرد کی دیکھی اسمین معلوم ہوا کہ اگر یہ اسم پڑھ کر ہرن کو تیر مارا اور خطا نہ کی طلسم ٹوٹ جائیگا اور اگر
نشانہ چوکا خود آماجگاہ خدنگ قضا ہوا کوئی راکھ کے سوا پتہ نہ پائے گا شہزادے نے کہا جو ہرن
مارا تو لطف زندگی ہے نہین حیلہ مرگ خوب ہے بے یار جینا معیوب ہے یہ سوچ لب سوفار چلے سے
جوڑ شست مشت برابر کر اسم شروع کیا اُدھر ہرن نکلا اِدھر تیر کمان سے سرگوشی کر چلا بسکہ بہ
قدر انداز تھا اسکی قضا و اسیر تیر و سار ہا فردوسی فلک گفت احسن ملک گفت زہ ٭ ہرن
زمین پر گرا آسمان سے دار و گیر کا غل اٹھا ہان لیجیو پکڑیو جانے نہ پائے قریب تھا خوف سے
جی نکل جائے زمانہ تیرہ و تار صحرا پر غبار ہوا گھڑی بھر مین وہ تاریکی دور ہوئی آفتاب نمودار ہوا نہ
آگ رہی نہ قلعہ برابر سطح میدان نہ انسان نہ حیوان مگر چبوترے پر لاش جھلسی ہوئی پائین پاش
دیکھی یعنی وہ جادوگر بد منظر سیہ دل کا ٹیکہ ماتھے پر زرد و زرد دانت ہونٹھون کے باہر منہ
بھری سے گندہ شیطان کا چیدہ بالون کی لٹین لٹکی ہڈیان کھوپڑیان گلے مین پڑین کالا بھجنگا ۔
بدن سے نکا تیر سے چھد کر جہنم واصل وہ جو اصل ہو گیا شکر کا سجدہ بجالایا قدم ہمت آگے
بڑھایا ہرکارے یہ ماجرا دیکھ فوراً حضور مین حاضر ہوئے بعد دعا و ثنا عرض کی کہ اے شہریار
ذوی الاقتدار فتح مبارک شہزادہ بلا کا پتلا ہے ایک تیر مین وہ آگ کا قلعہ ٹھنڈا کر سرگرم
راہ ہوا بادشاہ مژدہ فرحت افزا سنکر خوش ہوا فرمایا یقین کامل ہے کہ جانعالم حسب دلخواہ مراجعت
کریگا فتح و فیروزی شامل ہے ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات خبر دارون کو خلعت و
انعام موافق قدر و منزلت مرحمت کر پھر روانہ کیا اس عرصہ مین شہزادہ وہ وادی پُر خطر میدان
سر اسر ضرر کو طے کر متصل قلعہ سحر جہان انجمن آرا قید تھی پہونچا وہ عجب معلق قلعہ تھا زمین سے
چار پانچ گز بلند ایک تختہ کمہار کے چاک کی طرح باین سمت گردش مین تھا کہ نگاہ کام نہ کرتی تھی

تصویر جانعالم اور قلعۂ آتشین اور ہرن کا مارا جانا اور جادوگر کی لاش



آنکھ کی پتلی اتنا جلد نہ پھرتی تھی بلند ایسا کہ دیکھنے سے پگڑی گرتی تھی جانعالم وہاں ٹھہرا وہ قلعہ بھی حرکت سے ساکن ہوا اُسوقت مفصل نقشہ معلوم ہوا کہ قلعہ ہے جواہر نگار بازیب و زینت بسیار دروازے چار ہیں برج گنے نہیں جاتے ہزار در ہزار ہیں کنگرا [illegible] کی بلندی کے روبرو کوتاہ ہے ہر طرف سے مسدود راہ ہے جہاں جانعالم ٹھہرا تھا [illegible] بنگلہ نظر آیا آئین سے آواز آئی اے اجل رسیدہ کیوں ملک الموت کو چھیڑتا ہے زندگی سے [illegible] تجھے تیرے حسن و صورت پر رحم آتا ہے جلد یہاں سے جا خطا ہوئے اوّل عوض خوبی شکل و [illegible] شباب کی وگرنہ

یا ین شداد خواری قتل کرون گا کہ آسمان تیرے حال پریشان پر خون روئے گا ساکنان زمین کو گوشت
پوست ہڈیون کا پتہ نہ ملے گا بادشاہ تیرے غم مین جان کھوئیگا اس دشت کی خاک تیرے لہو
سے رنگین ہوگی روح بھی تا حشر خواب مرگ مین آرام سے نہ سوئیگی شہزادے نے ہنسکر کہا کہ اے
مادر بخطا تو کیا ہماری خطا معاف کریگا کہان تک لاف و گزاف کا کام بھریگا انشاء اللہ تعالی اور
تو کیا کہون تجھے بھی اسی کے پاس بھیجتا ہون یہ سنکر وہ جھلایا بنگلے سے سر نکال تھوڑے ماش
اس بدمعاش نے اور کالا دانا نکالا اسوقت چرخ چکر مین آیا اور زمین تھرائی جب سحر مین
ہنولے وررائی ملائی پھر تیا منتا اور لونا چماری کو پکارا ان دانون کو اس احمق نے آسمان
کی طرف پھینک مارا دفعۃً ابر تیرہ و تار گھر آیا شہزادے پر پتھر اور آگ کا مینھ برسایا یہ بھی اسماے
رد سحر پڑھتا آگے بڑھتا تھا جب آگ قریب آتی پانی ہوکر بہ جاتی اور پتھر بھی ہر ایک خاک تھا
ایسا وہ اسم پاک تھا جادوگر خفیف ہوکر پھر تازہ کی فکر مین تھا جانعالم نے لوح کو دیکھا اسمین
نکلا کسی طرح لوح کو قلعہ کی دیوار سے لگا دے پھر قدرت خالق کا تماشا دیکھے شہزادے نے
بجرأت تمام تڑاچپ کر لوح دیوار سے لگائی اسپر آفت آئی مرتبہ اول سے زیادہ چکر مین آیا
پھرتے پھرتے اس طرح کی صدائے ہیبت ناک آئی کہ ہزار توپین ایک بار چھٹین تو ایسی شور بلند
مہیب تھی کہ گاو زمین کا کلیجہ ہل گیا خورشید برج اسد مین چھپکر دہل گیا زمانہ کا رنگ دگرگون ہوا
جنگل گہ و بہ د ہوگیا وہ کافر آتش پرست سرد ہوگیا لرزان کوہ دامن ہوا میدان سیاہ بلند صدا
نالہ و آہ ہوئی چار گھڑی مین وہ تاریکی دور ہوئی شہزادے کی طبیعت مسرور ہوئی نہ قلعہ نظر آیا نہ
مکانات کا نشان پایا لیکن ریت کا ٹیلہ سرکنڈے گڑے اور کچا سوت نیلا پیلا ان پر لپٹا کچھ پھندے
پڑے اسمین وہ ماہ شب افروز حور کی صورت نور کا عالم پریشان بدحواس اسیر تسمہ کھڑی اس
بیاس ہر سمت حیران ہو ہو دیکھ رہی تھی جانعالم نے پہچانا تاب نہ رہی جی سینے مین نہ سمایا محبت
سنایا اکیلے دیکھکے کلیجہ منہ کو آیا بے تحاشا ضبط کیا نہ ہوسکا تھراتا دم چڑھا جاتا دوڑ دوڑ کر گر گر پڑنے لگا
لڑکھڑاہٹ سے گرنے لگا انجمن آرا نے شرما کر سر جھکا کر کہا سنبھلو صاحب کچھ پاس و لحاظ کسی
کا نہین یون بیباکانہ پاس چلے آنا حماقت مجنونانہ ہے مگر اس گفتگو مین آنکھ بھی چار ہوگئی نشان الفت
ادھر تو گڑی تھی ادھر بھی دوسار ہوگئی شہزادہ خنجر عشق کا زخمی قدیم تھا وہ تازہ شمشیر محبت کی گھائل

ہوئی طبیعت اُدھر مائل ہوئی بدن تھرّایا جانِ عالم نے یہ سُنایا میر سوز جسکو نہ ہو شکیب و تاب
فغان رہے ؛ تیری گلی میں وہ نہ رہے تو کہاں رہے ؛ آہستہ رو تو منزلِ مقصود کو گئے اِتفاق
گرم تھے سو ہمیں درمیان رہے ؛ بندہ نواز حال پہ میرے کرو نگاہ ؛ یہ جائے گریہ پیس کا سون رہا
پہ کہکر گر پڑا غش آگیا عشق کی نیرنگیاں نہان نہیں جتنا اظہار و بیان نہیں کشش اسکی چھوٹے

تصویر جانِ عالم اور انجمن آرا مع قلعہ کشتہ ستارہ سپہر اور جانِ عالم کا بیہوش ہو کر گرنا زانو پر انجمن آرا کے



بڑے پرانے شکار ہے ہزاروں کو لوٹنے فریب مارا ہے انجمن آرا کو دل مضطر نے تڑپ کر سمجھایا بیقراری
میں اسپر قرار آیا کہ یہ عاشقِ صادق ہمارا ہی جو ایسی بلا سے نڈر سر کو ہتھیلی پر لیکر اس وادی میں پاؤں دھرا
ورنہ اتنے دن گذرے کبھی کسے سوا کوئی ہمدم شریکِ زندانِ غم نہ تھا دل قبضۂ اختیار سے جاتا رہا
چھپا چھپا نہ مانع آتا بیکس جانِ عالم کا سر زانو پر رکھا جھک کر گرد جھاڑی غش تو کبھی آنکھ سے
دیکھی نہ تھی گھبرا کر رونے لگی اسطرح روئے یار دھونے لگی اور یہاں جو بوند آنسو کی منہ پر پڑی
اور دماغ میں خوشبو سے کنارِ دلدار چڑھی تو لخلخے کا کام کر گئی گلاب کیوڑہ چھڑکنے کی حاجت
نہ رہی آنکھ کھول دی سبحان اللہ حسن کیا افتادہ کنارِ یار زانوئے دلدار پر پایا ناز و نیاز نے دماغ
عرشِ علی پر پہنچایا اور پاؤں پھیلایا انجمن آرا نے جھجک کر لٹکتا سر کا پایا جانِ عالم نے چشم نیم وا

سے شہزادی کا منھ دیکھا اور کہا ہماری بیہوشی ہشیاری سے اچھی تھی مؤلف میں جو چوکا تو وہ
بھی چونک پڑا ۔ ہوئی غفلت جو ہوشیار ہوا ۔ یہ کہکے آنکھیں بند کر لیں کہ پھر ہمیں غش آیا کیوں تم نے
سرا و سر کا پایا انجمن آرا نے کہا کیا خوب اتنا اختلاط میری چڑھ ہے میں نے تیری محبت اور شفقت
پر نظر کر کے بہ انسانیت کی حرکت کی تھی تم جل پا نکلے خدا جانے دل میں کیا سمجھے اپنی راہ لیجیے چلتا دھندا
دیکھیے واہ واہ نیکی برباد گنہ لازم جان عالم نے یہ جواب دیا استاد خاک ہی اپنی اٹھے تو اس مکان سے
اٹھ سکے ۔ ہم جہاں جوں نقش پا بیٹھے ۔ وان سے اٹھ سکے ۔ الٰہا چور کی داڑھی میں تنکا کہیں
اپنا عاشق کبھی نہ سمجھو لنگا ۔ معشوقوں کے دفتر میں آپ کا چہرہ لکھونگا انجمن آرا نے کہا چہ خوش
بھلا دل تو بھلا لو کچھ ہو یا نہ ہو زبان کا مزہ بگاڑو یہ تو وہی مثل ہوئی مان نہ مان میں تیرا مہمان
تمہارا بعینہ حال ہے یہ فرد چہ خوش گفت سعدی در زلیخا ۔ الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و
ناولہا ۔ عشق اور عاشقی کی باتیں مری بلا جانے رہزد کتا پیے ادر سے جا کر کرو اپنا جو چلاتے کر
رکھو اپنی صورت تو غور سے دیکھو یہ تم نے سنا نہیں ۔ بشکل حلوا خوردن را روے باید ۔ جان عالم
نے کہا میں بیچارہ خستہ تن غربت زدہ دور از وطن مہنت پن کہاں سے لاؤں کیونکر ویسی
صورت بناؤں ایک ہنستا ہے ایک روتا ہے کفر و اسلام میں بڑا فرق ہوتا ہے ہمیں ابھی تک
سوہن بھوگ کا ذائقہ نہیں بھولا ہے دم تقریر زبان پر حلوا ہے ہمنے آپ کے واسطے جوگ لیا
سلطنت کو تج دیا اب مراد پوری ہوئی و درد وری ہوئی انجمن آرا یہ سنکر کھسیانی ہوئی کہا
چلو صاحب وہ مٹوا قربان کیا تھا اپنی چونچ بند کرو کٹی چلی کی ہنسی اپنے گھر جا کر کرو سحر و جادو
و ظلم مکر و فریب سے انسان ناچار ہے [illegible] کا کیا اختیار ہے مگر خیر اور جو چاہیے کہہ لیجیے پردہ
کیا صاف صاف گالیاں دیجیے یہ باتیں [illegible] کی گردش سنواتی ہے دیکھوں ابھی تقدیر آگے
کیا کیا دکھاتی ہے اگر خدا ہمارا [illegible] کے بس میں نہ پھنساتا تو ہر ایک راہ چلتا ہمیں کاہے
کو ایسی باتیں سناتا جان عالم یہ سنکر [illegible] زرد ہو گیا خجالت سے مر گیا آبدیدہ ہو کہنے لگا میری
کیا مجال جو آپکو [illegible] میں تو خانماں آوارہ مسافر ہوں انصاف تو کرو تم کتنی ہٹ دھرم
احسان فراموش ہو [illegible] دونوں جہان سے کھو دیا انجمن آرا نے دیکھا اسکے
آنسو جاری ہچکی طاری ہے مسکرا کر کہا ایک بات مطلب کی کہی مگر سہ سچ ہے اچھے کا بھی

احسان بُرا ہوتا ہے ٭ خاطر جمع رکھ اپنے گھر چل کر تجھے مال و زر سے لادوونگی کہ تو چل نہ سکے گا
بوجھ سے ہل نہ سکے گا شہزادے نے کہا آخر سلطنت کا گھمنڈ آیا ہمین محتاج جانکے یہ فقرہ
سُنایا ہم بھی کبھی جبّار روائے عالم مشہور تھے مگر الفت سے مجبور تھے اگر تم پر عاشق نہ ہوتے تا
کیون سلطنت کھوتے سر پر ہاتھ رکھ کر روتے یہان تو یہ نونک جھونک چھیڑ چھاڑ ہو رہی تھی
وہان خبر فتح و ظفر ہرکارون نے بادشاہ کو پہونچائی وہ تو ہمہ تن گوش تھا اُسی وقت مع ارکان سلطنت
روانہ ہوا سکپال ہمراہ لیا صبا اور سناٹے مین آپہونچا جو نزدیک تھے دوڑ کھڑے ہوے کہا یہان بادشاہ کا تخت

تصویر سواری شہزادہ و بادشاہ یک تخت پر اور انجمن آرا کا سکپال اور محلات کی عورتونکا ہجوم



قریب لائین انجمن آرا منہ چھپا کر بیٹھ گئی جانعالم پاس سے مصر کا بادشاہ تخت سے اتر آیا جانعالم کو
گلے لگا لیا جرأت کی تعریف کی ہمت پر تحسین و آفرین کی پھر بیٹی کو چھاتی سے لگا یا سکھپال میں سوار
کیا شہزادے کو برابر تخت پر بیٹھا لیا ترقی خواہان دولت ملازمان قدیم نزدیک آئے زر سرخ
و سفید تخت اور سکھپال پر نثار کیا اسقدر روپیہ اشرفی تصدق کیا کہ آجتک جو محتاج مسافر
اُدھر جا نکلتے ہیں چاندی سونا پاتے ہیں نصیب جاگ جاتے ہیں بادشاہ کے پھرنے پھر سے
جلوس سواری نوبت نشان فوج سپاہ سامان آ پہونچا اہل شہر جشن کر ہزاروں ڈونڈی شادیانے
بجانے مبارک سلامت کا غل مچاتے شہر میں داخل ہوئے ملک کی رونق گئی ہوئی پھر آئی خلقت نے
جان تازہ پائی محل میں انجمن آرا رونق افروز ہوئی سب کو شادی نوروز ہوئی محل والیوں نے
کہرام مچایا بادشاہ نے فرمایا یہ خوشی کا وقت ہے نہ ہنگامہ غم اسطرح سب بچھڑے خدا کی عنایت سے
باہم ہوں انجمن آرا کی ماں گرد پھرتی تھی دمبدم سجدہ کرنے کو زمین پر گرتی تھی کہتی تھی ہمارے
دن اللہ نے پھیرے مگر بدولت جانعالم انجمن آرا جب پیام سنتی خوش کیا کھلکھلاتی اللہ لوگوں کے
سنانے کو تجاہل عارفانہ کرکے یہ سناتی صاحبو یہ کیا بار بار کہتے ہو جو میرا اسقدر سبب ہوتا تو وہ
کون تھا جو دن پھیرتا مصیبتیں فراجداں اس کہانی سے نار کمین گرائی یہ آنکھ پڑی کی طبیعت لڑی
جب اسکی ماں سمجھی وہ سب پاس آ کے کہنے لگیں ہے ہے ہم تو تیری مفارقت میں مرتے
تھے زندگی کے دن گھڑیاں گن گن بھرتے تھے یہ صورت اللہ نے دکھائی یا جانعالم کی
جوتیوں کے صدقے سے نظر آئی جسطرح ہمارے مطلب ولی ملے خالق اسکی بھی جی کی مراد دے
انجمن آرا غصہ کی شکل بنا تیوری بھوں چڑھا کہنے لگی تم سبھوں کی شامت آئی ہے کیا بیہودہ
بکبک مچائی ہے چوچلے کی خوبی بزرگی خوردی سب ڈبو دی واہ واہ تمنے میری چڑ نکالی اپنی
دانست میں دیوانی بنا لی خدا جانے یہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے تمھوں نے میرا منہ کہا
ہے لے تو کیا کوسوں وہ تو مسافر بیچارہ ہے جی میں آتا ہے اسکا منہ نوچوں جس جس نے یہ فقرہ کہا
ہے اور بھائی مجھے چھیڑو گی تو رو دونگی اپنا سر پیٹ لونگی یہ کہکر شکر کرنے لگی ہونٹ چبانے لگی اپنی انگلیوں پر
گنائے ہے تمام ملازمان بادشاہ مع روسا ترقی خواہ نذریں لیکر حاضر ہوئے شہر میں منادی ہوئی
کہ جتنے ساکنان قلمرو بادشاہ ہیں فقیر سے ہفت ہزاری تک آدمی سے بازاری تک آج کار و بار چھوڑ کر

ناچ دیکھیں خوشی کریں اور جیسے مقدور رکھتے ہوں سرکار سے لیں تمام شہر میں عیش و نشاط راگ رنگ کی مجلسیں باختر و انبساط ہوئی بادشاہ نے جشن جمشیدی کیا تمام شب بادۂ گلگون کا دور رہا ناچ گانا صحبت بے تکلفانہ کا یہ طور رہا دم صبح بادشاہ کیوان جاہ دیوان عام میں رونق افزا ہوا اسقدر زر و جواہر بطرح فقیر و مسکینوں کو عنایت و امداد ہوا کہ کاسۂ گدائی انکا جام و صراحی سے بدل ہو گیا محل میں بر محل رت جگے صحنک جابجا کونڈے حاضری دونے پڑیاں منتوں کی جس جس نے مانی تھیں کرنے بھرنے لگیں ڈومنیاں تڑاق پڑاق پریوش خوش گلو با انداز مع سامان و ساز حاضر ہوئیں مبارک سلامت کہکر شادی مبارک گانے پھیچے جانے لگی مبارک باد سنانے لگیں مؤلف شادی و جشن سزاوار مبارک ہووے ⁂ آج شہزادی کا دیدار مبارک ہووے صد وسی سال سلامت رہے با امن و امان ⁂ جشن کی گرمی بازار مبارک ہووے ⁂ وہ بھی دن آئے جو اسکے بھی سہرے سر پہ لگے ⁂ سب خوشی سے کہیں ہر بار مبارک ہووے ⁂ شادی کے خداوے کوئی فرزند رشید ⁂ ہم کہیں آکے یہ دلدار مبارک ہووے ⁂ خار کھاتے رہیں کمبخت جو دشمن ہوں سترود ⁂ دوستوں کو گل و گلزار مبارک ہووے

بیان جلسۂ شادی اس وطن آوارہ کا انکار کرنا اسکا پھر سمجھانا ماہ پارہ کا اور ماں کا سمجھانا اسکا شرما کے سر جھکانا پھر سامان ہونے کا مزا لوٹنا پہلی رات کا

کدہر ہے تو اے ساقی گلعذار ⁂ مرا غم سے دل ہو گیا خار خار ⁂ پلا دے کوئی ساغر لالہ رنگ جوانی کی لائے جو دل میں ترنگ ⁂ سہے کتنے صحرانوردی کے رنج ⁂ بھلا کچھ تو شادی کا ہوں نغمہ سنج ⁂ سرود سرایان بزم شادی و نغمہ پردازان محفل عروسی و دامادی انجمن بیان میں یوں زمزمہ سنج ہوئے ہیں کہ جب جلسۂ عیش و طرب سے فرصت سبکو ہوئی ایک روز بادشاہ جمجاہ محلسرائے خاص میں جلوہ بخش ہو ملکہ بی بی سے خلوت میں فرمایا کہ حقوق اور احسان جیسے جان عالم کے ہمارے ذمہ ہمت پر ہیں تمام عالم جانتا ہے اور یہ بھی نزدیک و دور مشہور ہے کہ عشق انجمن آرا میں نادیدہ مبتلا ہو سلطنت کھو یہاں آیا ہے اور کس مردانگی سے جادوگر کو مارا اور اسکے پھندے سے چھڑایا ہے اسکے قطع نظر صورت سیرت خلق و مروت ہمت جرأت

پھبتی صفتیں ہیں سب خالق نے عطا کی ہیں حسب انتساب ولا حسن میں مہر و ماہ سے نرالا
مناسب کیا ضرورت ہے کہ جلد سامان شادی درست کر منعقد کرو خدا جانے آج کیا ہے
کل کیا ہوگا امروز بفردا انگندار اسنے عرض کی کہ جو ارشاد اقدس میں گذرا یہی میرا عین مطلب تھا
بادشاہ نے فرمایا آج انجمن آرا سے یہ مقدمہ اظہار کرکے جواب باصواب حاصل کرو کل سے سرگرم
سامان شادی ہو یہ کہکے بادشاہ دیوان عام میں رونق افزا ہوا انجمن آرا کو ماں نے طلب کیا علی
اور دو چار اور مغلانیاں آتو نیں رسیدہ جہاندیدہ قدیم جو تھیں انہیں بلوایا شہزادی
کی جلیسیں بھی یہ سنکے پیچھے آئیں اسنے پہلے بیٹی کو گلے سے لگایا پیار کیا پھر کہا سنو پیاری
دنیا کے کارخانہ میں یہ رسم ہے کہ بادشاہ کے گھر سے فقیر تک بیٹی کسی کی ماں باپ پاس ہمیشہ
نہیں رہتی اور عیش و آرام کے گھر میں لڑکی جوان ہر وقت رنج کا نشان ذلت کا سامان ہے
اور خدا و رسول کا حکم بھی یہی ہے کہ جوان کو بٹھا نہ رکھو شادی کر دو علاوہ ان باتوں کے ایک
شخص نے تمہارے واسطے گھربار چھوڑا سلطنت سے ہاتھ اٹھا کیسی آفت سے منہ نہ موڑا
جی پہ کھیل گیا کیا کیا بلائیں جھیل گیا سختی اور جان جوکھوں کی جب تم نے اسکو دیکھا ہم نے
تمہاری صورت دیکھی شکل میں پری شمائل فرخندہ خو فرشتہ خصائل تمام شہر عاشق زار ہے چھوٹا بڑا
اسپر فریفتہ و نثار ہے تمہیں تم پارہ جگر نور نظر ہو مگر وہ ہی بانصاف ہاتھ سے نہ دو تم میں
اس میں بڑا فرق ہے تمہیں اللہ نے عورت بنایا ہے وہ مرد میدان ہے زنڈی مرد کا بہت
تفاوت مشہور ہے آگاہ نادان و ذی شعور ہے الاجانی ہمارا کہنا - آرسی مصحف میں نظر پڑیگا
دیکھیے گا جو دکھائی دیگا انجمن آرا نے یہ سنکر سر جھکا لیا رونے لگی کہا حضرت صورت شکل کا
یہاں مذکور کیا ضرور تھا یہ اللہ کی قدرت ہے کسی کو بنایا کسی کو بگاڑا بہت سے لولے لنگڑے
کانے کھدرے گونگے بہرے ہیں وہ چاہے جیسیں کہیں نور ہے کہیں نار ہے گل کے پہلو میں
خار ہے یہ سب صنعت پروردگار ہے دنیا میں کون سی شے بیکار ہے بڑوں سے چھوٹوں کی
تمیز ہے یوں تو بادشاہ مصر غلام عزیز ہے اور جو بار احسان سے دب کر فرماتی ہو کہ ایسا کرو
تو دنیا عالم اسباب ہے ایک کا کام دوسرے سے ہوتا آیا ہے یہ شخص نہ آتا اور میرے مقدر
میں رہائی ہوتی کچھ ایسا سامان نکل آتا اور کوئی اللہ کا ولی پیدا ہو جاتا میری بند چھڑاتا

لٹو لٹھ نیک و بد زمانہ نہین اختیار مین ٭ ہوتا وہی سرور ہے جو سرنوشت ہو ٭ میری قسمت
کمبخت بری ہے ایک مصیبت سے چھوٹ دوسری آفت مین پھنسا ہر دم طعنے اپنے بیگانونکے
سننے پڑے کہ یہ آیا مجھے قید سے چھڑایا خدا جانے وہ کون ہے کہان سے آیا ہے اپنے منہ سے
میان مٹھو شہزادہ بنا ہے آپکی لونڈی ہون بہر صورت فرمانبردار اگر کنوئین مین جھونک دو
چاہ سے گر پڑون اف نہ کرون مگر جو آپ اسکی شکل پر ریجھ محنت و مشقت کو سمجھ بوجھ یہ مقدمہ کیا
چاہتی ہین تو مین راضی نہین اگر مزدوری کی اجرت خدمت کا انعام منظور ہے کہ بادشاہون
کے نزدیک احسان کسی کا اٹھانا بہت دور ہے تو روپیہ اشرفی جاگیر عنایت کرو اسکا بھلا ہو
کام ہو آپ کا نام ہو یہ فقرہ سنکے وہ بہت ہنسی کہا شاباش بچی اس کی جانفشانی کی خوب قدردانی
کی واقعی وہ بیچارہ تمھارے ملک کا یا روپیہ پیسہ کا محتاج ہے اری نادان وہ تو خود صاحب تخت
و تاج ہے اس بات پر سبھون نے قہقہہ مارا کہا حضور بس ان کا یہ شعور ہے انکے نزدیک شہزادہ
نہین مزدور ہے انجمن آرا نے جھنجھلا کر کہا کہ روپیہ وہ شے ہے کہ اسکے واسطے اسفندیار سا
روئین تن مارا گیا فریدون و افراسیاب کا سر اتارا گیا وہ جو دائی دوا آتون مغلانیان لونڈیان
حاضر تھین بولین قربان جائین واری ماں باپ کی عدول حکمی مین خدا اور رسول کی نافرمانی ہوتی
ہے تمھین انکار مناسب نہین اور خدا نخواستہ یہ کیا تمھارے دشمن ہین جو راہ چلتے کے حوالے
کسی کے کہنے سننے سے بے دیکھے بھالے کر دین گے آدمی روز بروز عقل و شعور سیکھتا ہے
نشیب و فراز بات کا محل و موقع سوچتا سمجھتا ہے تم سلامتی سے ابھی تک وہی بچپنے کی باتین
کرتی ہو کھیلنے کودنے کے سوا قدم نہین دھرتی ہو انجمن آرا نے جواب نہ دیا سر زانو پر رکھ لیا لیکن
وہ جو امیرزادیان اسکی ہمنشین جلیسین تھین جن سے اس بات کے روز مشورے رہتے تھے بولین
ہے ہے لوگو تمھین کیا ہوا ہے آتو جی صاحبے بے ادبی معاف آپ نے دھوپ مین چونڈا اسفید کیا ہے
خیر ہے صاحبو دلھن سے صاف صاف کہلوایا چاہتے ہو دنیا کی شرم و حیا کیا نگوڑی اڑ گئی اتنا
تو سمجھو بھلا ماں باپ کا فرمان کسی نے ٹالا ہے جو یہ نہ مانین گی انکا خاموشی نیم رضا بوڑھے بڑونکے
روبرو اور کہنا کیا یہ سنکر آتون قدیم جسنے انجمن آرا کو پالا پڑھایا لکھایا تھا اسنے مبارکباد کہکے
انجمن آرا کی ماں کو نذر دی محل مین قہقہے مچے شہزادی بناوٹ سے رونے لگی نواب ناظر بیگم

کی نذر لیکر بادشاہ کی حضور مین حاضر ہوا نذر دی خلعت مرحمت ہوا یہان تو ارکان سلطنت اسی
دن کے روز منتظر رہتے تھے یہ مژدۂ فرحت افزا دریافت کر کے اٹھے مراتب نذرین گذرین۔
توپخانون مین شلک کا حکم پہونچا نوبت خانون مین شادیانے بجنے لگے مبارک وسلامت کی
صدا زمین و آسمان سے پیدا ہوئی شعر فلک پر یہ مبارکباد ہے اب کسکے ملنے کی ۔ یہ ایسا
کون بختاور ہے جس کا بخت جاگا ہے ۔ بادشاہ نے وزیر اعظم سے ارشاد کیا جانعالم یہان
مسافرانہ وارد ہوا ہے تم امورات محل مین مستعد رہو ہم اس کا سامان سرانجام کرین وزیر آداب
بجالایا خلعت فاخرہ ملا ہاتھی پالکی سے سرفراز ہوا جانعالم کا یہ نقشہ تھا چہرہ پر بشاشت سے
سرخی باچھین تابناگوش کھلین فرحت کے باعث بند قبا ٹوٹے جاتے تھے مگر شرم کے باعث
آپ سر نہ اٹھاتے تھے بادشاہ نے رمال نجومی پنڈت جفردان جو جو ہیئت اور ہندسہ اور نجوم مین
طاق شہرۂ آفاق تھے طلب کیے اور ساعت سعید کا سوال کیا کسی نے قرعہ پھینکا زائچہ کھینچا
شکلین لکھین کسی نے پوتھی کھولی کوئی حرف سفر و لکھ کر حساب کرنے لگا کوئی تلا برچھک دھن
مکر کمبھ مین میکھ برکھ متھن کرک سنگھ کنیان گنکر بچارنے لگا کوئی مشتری مریخ شمس
زہرہ عطارد و قمر زحل کا حال مع گردش برج کہکے حمل ثور جوزا سرطان اسد سنبلہ قوس عقرب
جدی دلو حوت میزان کی میزان دیکر شمار کرنے لگا کہا بعد مدت قمر اور مشتری کا بطرز خلاف حمل
مین قران ہے اس ہفتہ کا دن رات سعد اکبر ہے اور باتفاق ایک روز مقرر کیا حضور سے بقدر
علم و کمال خلعت و انعام عنایت ہوا اور بعد جلسۂ شادی بامید دیگر بمداد وافر امیدوار کیا القصہ بموجب
احکام اختر شناسان بلند بین فلک سیر ماضی مستقبل کے حالدان باریک خیال و منجمان صدر نشین
مسند کنشت و دیر حکم روایان خوش فال سانچق کا جوڑا دلہن کے گھر سے چلا تا مزدور سے فیل نشین
زن و مرد فرد فرد بالباس رنگین کیسر کی کشتیون مین زعفرانی جوڑے سہرے خوانچون مین بیڑیان مقوی
مفرح ذائقہ ٹپکتا خوان تک بسا اور دودھ کے واسطے اشرفیون کے گیارہ توڑے طلائی
چوکی جواہر جڑاؤ زمرد نگار کٹورا ابٹنا ملنے کا کنگنا بندھنے کا عقد ثریا در یکتا تڑا تڑا الگنی ملتان کی بھی بیل
بوٹے مین گلستان کی کتنی ابٹنا اور تیل بے میل جو عطر کشمیر سے خندہ زن ہو معطر دماغ انجمن ہو کنٹر وغیرہ
عطر سہاگ مہک پری ایجاد نصیر الدین حیدری انگیٹھی محمد شاہی قتنے کی پوچا سوز عفران کا تختہ طلا

کوسون تک خوان سے خوان ملا نوبت نشان گھوڑون پر شہنا نواز نقارچی جوان جوان کھپال اور
جھنڈولون مین زنانی سواریان اُنکے بناؤ کی تیاریان کہاریان بری بھم برق درخشان کا عالم باہم
قدم بقدم اُس سامان سے وہ سب اچھالیکے دردولت نوشاہ پر جو پہنچ گئے شہر کے کوچہ
و بازار میں گئے وہان دولہا نے یہان دُلہن نے مانجھے کے جوڑے پہنے منادی نے ندا کی جو
سفید پوش نظر آئیگا اپنے خون سے سُرخ ہوگا یعنی گردن مارا جائیگا بادشاہ نے خود ملبوس خاص
رنگین زیب جسم کیا رنگ کھیلنے لگا تمام خلقت ہولی کی کیفیت بھولی شہر مین شہابے اور زعفران
کے سُرخ و زرد نالے بہے گلیون مین عبیر و گلال کے ٹیلے چمکتے رہے کوچہ و بازار کا زعفران
زار کشمیر تھا ایک رنگ مین ڈوبا امیر و فقیر تھا تاکید تمام خاص و عام کو حکم ہوا کہ آج سے چوتھی
تک سوائے اہل حرفہ اپنے امور ضروری موقوف کر اپنے گھرون مین ناچ و جشن کرو جو کچھ احتیاج
ہو سرکار سے لو اور ہر رئیس محلہ و سردار قوم سے فرمایا جو جو تم سے متعلق ہو انکی فرد درست کر حضور
مین گذرانو اُنکے کھانے پینے کا سامان خواہ ہندو ہو یا مسلمان حضور سے ملیگا اور ارباب نشاط
کے داروغہ کو حکم ملا کہ جسکی جیسی لیاقت ہو یا جس کا جو شائق ہو بشرطیکہ اُسکے لائق ہو برضامندی
طرفین ویسا طائفہ وہان بھیج دو دوکاندارون کو ارشاد ہوا دن رات دکانین کھلی رہین قیمت
بلج ہوون کے کھانے کا صرف تصرف باورچیخانے مین ٹھہرا ہندوون کو پوری کچوری
مٹھائی اچار مسلمانون کو پلاؤ قلیہ زردہ قورمہ ایک آئی دوسری شیرمال فرنی کا خوانچہ تشتری
کباب کی بہت آب و تاب کی شہر مین گلی گلی عیش و نشاط خوشی مین چھوٹے بڑے سب نہ کسی
کو کسی سے غرض نہ مطلب پکا پکایا کھانا کھانا دوکانون پر بیٹھے ہر وقت ناچ دیکھنا سرکار کا کام بنانا
بغلین بجانا بہشت آنجا کہ آزارے نباشد ٭ کسے را با کسے کارے نباشد ٭ اور اس سے پہلے
بہ تعین تاریخ روز شادی نامے بادشاہون کو فرمان راجہ بابو کو صوبہ دارون کو شقے عاملون
کو پروانے جا چکے تھے دو چار منزل گرد و پیش سر راہ دو دو کوس کے فاصلے سے باورچی اور
حلوائی کھانا مٹھائی گرما گرم تیار کئے بیٹھے تھے کہ اس عرصے مین جو مسافر گذرے یا طلبیدہ بادشاہ
آئے بھوکا نہ جائے اور مژدہ شادی راہ چلتون کو سُنا شہر مین بھیج دیتے تھے کہ یہ جلسہ قابل
دید ہے غرضکہ دو منزل چار منزل بلکہ دس بیس دن کی راہ سے تماشا بین بے فکرے

لکھنؤ والون سے سیر دیکھنے کو آئے اور ساچق کا دن آیا اگر سب سامان بیان کرون کہانی ناتمام رہجا
وے مشتے نمونہ از خروارے پچاس ہزار چوگھڑے روپہلے سنہرے جواہر نگار نقل اور میوے سے
لبالب لاکھ جوان کھچین دھوبی بیسار پر تکلف سب پچاس ہزار بین مصری کے کوزے باقی بین
میوہ اور قند کے کھڑیان مرصع کاری کی بڑی تیاری کی نقرئی و طلائی کشتی بین مچھلیان
تالاب سے بند چمن آرائش کے تخت بیحساب اس روش کے چمن کے دیکھنے سے صناعی صانع
حقیقی کی یاد آئے گل بوٹا اس طرح کا جو نقل کو اصل کر دکھائے آتشبازی کے ٹوکرے
قطار در قطار بے پایان کچھ بوڑھے درخت میوہ دار ہزار در ہزار الائچیان بہت ترک تڑاسا مان
آرائش کے گلدستون سے چمن روان ساتھ تھا سب پر باغ باغبون ہاتھ تھا اس انداز سے
ساچق گئی مہندی کی شب ہوئی وزیر درست تدبیرے خوش تیاری کی نارنول کی مہندی ہزارہا
ابو باس بین دلہن پن نگین جسکی دیدے سے ہاتھ گل بچھ مرجان رشک عقیق یمن اور لعل بدخشان
ہوجائے ایک بار لگائے لعل ہو تمام عمر کف افسوس ملتا رہے نہ ہاتھ لگنے کا ایسا ملال ہو
چراؤ سینیون بین جا شمع مومی دکا فوری اس پر روشن بلیسے کے تو اون پر جوبن آرائش
و آتشبازی ہمراہ سب کے لب پر واہ واہ بہت چہک دہک سے مہندی لایا اور بہت ڈھنگ
حسن تدبیر کے دکھایا کہ تمام حچھتون پن سنہرے ہو ہوا ہرات کی رات کا حال لکھنؤ والے جانتے
دلہن کا مکان پانچ کوس تھا یہان سے وہان تک دونون طرف بلور کے جھاڑ آدمی قد کے
دو چند سو بتی کے بسان پانچ چھ گز کے فاصلہ سے روشن اور دس گز تیشہ الفرنگی طلائی
پچتا تھا جاتا ان سے کچھ دور ہزاروں مرد کے مشعل ٹھہرون پر روشنی کرتے جھاڑ فانوس سرو
چراغان جگنے جابجا ترپولئے اور نوبت خانے بنے کہ فلک اُن پر ناچتے نوبت بجتی
مشرق شامیانے تنے اسکے قرینے در دیوار آتشبازی گڑی روشنی یہ روشن تھی کہ چیونٹی سوار
کو ہیئت مجموعی منفصل معلوم ہوتی تھی غرض کہ دولہا سوار ہوا شور و غل یکبار ہوا کسی نے
کہا سواری جلد لانا کوئی پکارا تسلیم سنبھالا لنگر پکارا اخبار نگار کو بلایا بلٹنیں آگے بڑھیں باجے
بجنے لگے کوس و کورگرجنے لگے نوبت نشان ماہی مراتب جلوس کا سامان سوارون کے
رسالے دورویہ پاگین سنبھالے خود اپنے آگے آگے پیش قراولی رہے ادھر ہزار پیادہ سو تخت

روان تمام تمامی سے منڈھا اُن پر رنڈیاں جوان شادی مبارک گاتیں سج وضع دکھا
طبلے بھڑ بھڑاتیں بہت سے سانڈنی سوار تیز رفتار خاص بردار خاصبان کند صونپر دوڑاکے

تصویر سواری برات مع جلوس فیلان وغیرہ



قریب برچھی والے باانداز چوبدار روشن چوکی والے شہنائیان پُر تکلف سہرا اسے ہزارون
غلام زرّین کمر سنہری روپہلی انگیٹھیان ہاتھون مین جھولی مین عنبر سارا عود غرقی بھرا وشت
جھکتا گرد ہزار ہا بخشا خا پھنکتا سونے چاندی کی دستیان روشن جلو مین چالیس بادشاہ بہ شوکت
وجاہ پیچھے بارہ ہزار ہاتھیون پر امیر وزیر ارکان سلطنت ترقی خواہ خواصی مین انجمن آرا کا
بھائی جانِ عالم کا سالا بجائے شاہ بالا آہستہ آہستہ قدم قدم خوش و خرم چلے کوچہ و بازار بوباس
سے معطر چرخ گردان اس تماشہ کو بچشم انجم نگران تھا وحشت کا وحش و طیر حیران تھا پہر
رات رہے دولھن کے دروازے پر پہونچے مامائین اصیلین دوڑین پانی کا طشت ہاتھی کے پاؤن
کے تلے پھینکا کسی نے اور کچھ ٹونا کیا دولھا اتر کر مجلس مین داخل ہوا بارہ سے طائفہ رنڈیونکا
سوائے بھانڈ بھگتیے ہجڑے زنانے کشمیری قوال مین کار ربابیے سرودیے کے حاضر تھا ناچ
ہونے لگا قریب صبح قاضی طلب ہوا بساعت معیّن کئی سلطنت کی خراج پر مہر بندھا طالب
و مطلوب کو سلک ازدواج مین منسلک کیا مبارک سلامت کا غل مچا میر سوز فلک شب
کتخدائی دیکھ اسکی سوز یون بولا ع تجھے یہ رات اے رشک مہ نور مبارک ہو ع سب طائفہ ساتھ

تصویر بزم نکاح جانِ عالم کی اور سامان محفل مین آرسی مصحف کے



گھر سے ہوا ایک شہر مین تیار کیا دوگانے لگنے لگی لاکھ روپیہ بادشاہ نے عنایت کئے دولھا نا سے نہین
طلب ہوا اور وہان رسمین ہونے لگین وہ عجب وقت تھا آرسی مصحف روبرو محبوب دلخواہ دوبدو صورت
اخلاص کھلا آئینہ رونمائی مین فرسے لوٹتا سلسلہ محبت مستحکم ہورہا ڈومنیون کا سٹھنیان گانا
دولھا دلھن کا شرمانا کبھی ٹوٹے گانا اچھے بنے سلونے ہمجولیون کا پوچھنا ٹونا لگانا دولھا کا
بنسکے کہنا غصہ ہوا کوئی دلھن کی جوتی دولھا کے شانے مین چبھوا گئی کوئی اُٹھی کا کاجل پارہ ہوا
لگا کوئی ہمسنون کی چھیڑ چھاڑ ان کے جوبن کی بہار فقط لعل اور شبنم کے دو بوٹون کی آڑ جس دم یہ
رسمین ہوچکین تو نوبت کی نوبت آئی عجب سیر نظر آئی اسطرح جسے کہ دیکھی نہ سنی ہمچشم حسن جہان
پاؤن بھر کی اٹھاتے اٹھا نہ تھین اور وہان کا عجب غل پڑا جب یہ رسمین ہوچکین ڈومنیون نے
بدھائی گائی سب کی چھاتی بھر آئی کہرام مچا جب دلھن سب سے رخصت ہونے لگی رو رو کے کہنے
لگی سواری تیار ہو دروازے پر آئی دولھا نے سہرا سرسے لپیٹ دلھن کو گود مین اٹھایا سب کا دل
امنڈ آیا شور و غل مچا یا دنیا کے کارخانے قابل دید ہین بلکہ دید ہین نہ شنید ہین شادی مین غم
سلطنت سے توام ہے مگر ثبات بجز ذات باری کسی کو نہین مقدمات جہان گذران خواب پریشان
ہین ان کا حال کیا کہین مؤلف اس وضع پر نہین ہے زمانے کا طور گاہ معلوم ہو گیا مجھے
لیل و نہار سے غرضکہ دلھن کو سکھپال مین سوار کیا بادشاہ نے ملک و سلطنت خزانہ جہیز
مین لکھ دیا برات رخصت ہوئی وہ اہتمام تجمل سواری کا سامان ہر شخص خرم و خندان جہیز کا
بڑھنا لوگون کا دولھا پر دعائین پڑھنا نسیم سحر کا چلنا شمع کا جھلملا کے جلنا شہنا مین بھیرین
بہاس الیا للت راملکلی کا پھونکنا نقیب اور چوبدارون کا بلبل کی طرح کوکنا نوبت کی ٹکور جھانجھ
کا جھانجھ سے شور چھٹتا وقت نور کا تڑکا تڑکا کٹیون کا سبیل کٹر کا کچھ کچھ تارون کی چمک نقارون
کی صدا دھونسے کی گمک چاند کے منہ پر سفیدی دلھن والون کی یاس و ناامیدی عطر کی لہر
لپٹ پھولون کی مہک سب کو نیند کا خمار کوئی پیادہ کوئی سوار فرش باسی ہار پھولون سے خشک
صحن چمن کہین پھول کہین شگن کسی جا پکھیرو کے اور بٹیرون کے پتے کھلے پڑے کہین لوگ
حیران و ششدر کھڑے مجلس کے فراق مین اہل محفل کے اشتیاق مین شمع کی زاری اشکباری
لگن مین پروانون کی بیقراری خاکساری دولھا کے لوگون کی خوش بشاش تیاری دلھن کے

گھر میں نالہ و زاری کوئی کہیں نیند کے جھونکے میں پڑا کوئی بے سامان بہ چشم عبرت دیکھ لطف
ہیں کھڑا شمع فانوس میں گل گل گیر میں زیر انداز پر پروانوں کے پر فراش فرش اٹھانے کی
تدبیر میں بیٹھی ہوئی ہر ایک کی آواز کہیں سوز کہیں ساز یہ وقت دیکھنے کے قابل ہوتا ہے
راہ چلتا بھی دیکھ کر روتا ہے اسکی لذت نہ جانے جس کی نظر سے یہ ہنگامہ گذرا ہو جسکی
برات تو دیکھی ہو گویا بیاہ نہ کیا ہو قصہ مختصر دولہا شگفتہ خاطر خندان بہ صد شباب کی چمک
عارض تابان سے حسن کی ہوائیان ہاتھی پہ سوار گرد شاہ و شہریار زرق و برق و سفید شاد ہوتا
سہ چوک ہوکے وہان محل خاص میں داخل ہوا جہان کہیں بیان کی باتیں ہو چکیں بیٹھ کر اور ٹھہرا
کیا انگوٹھے میں لہو لگا دیا پھر کھیر کھلائی رسومات سے فرصت پائی اب بے قراری تو یہ کہ شام ہو
وصل کا سرانجام ہو اسدن جانعالم کا گھبرانا گھڑی گھڑی گھڑیالی سے دن کی خبر منگوانا دیکھنے
کی گون تھا یہ حواس تھا کہ کہیں جلد رات ہو جسے انگشتری کی ملاقات ہو کبھی کہتا تھا دو شنبہ
کی خوبی پھر پھر ہوا گھڑی گھڑی ہوش کہاں تھا کسی سے پوچھتا تھا ابھی کیا بجا تھا ادھر
انجمن آرا بھی جماہیاں لیتی تھی تکیے پر سر دھرے پڑی تھی جب اور کچھ تدبیر نہ بن آتی تھی لوگوں سے
چونکانے کو اونگھ جاتی تھی غرض کہ خدا خدا کر کے وہ دن تمام ہوا خود شام ہوئی عروس شب
نے مقنعہ مہتاب سے رو پوشی کی شتابون کو فرصت ملی گھڑی گھڑی کی لوگ آنکھ بچا کر جا بجا
کنارے ہوئے دولہا دلہن چھپر کھٹ میں ہمکنار بیتابی کے مارے ہوئے شادی کا زور

تصویر جانعالم اور انجمن آرا کی مع پلنگ



شباب کا عالم مشتاقون کا بیٹھنا باہم آنکھون مین خمار نیند کا دل مین اشتیاق دید کا عطر سہاگ
اور نفنے کی خوشبو بٹنے اور تیل کی عجب میل کی مہک ہر سو پھولون سے پلنگ بسا اوچھ کسا
خود نشہ عشق سے باختہ ہوش تمنائے دل پاس نہ کچھ دغدغہ نہ وسواس ہنگامہ صحبت
طرفین سے گرم ادھر شوق ادھر شرم ایک طرف ولولہ گرمجوشی ایک سمت خیال پھر خموشی
بیان کرنا گذشتہ حال کا خیال لوگون کی دیکھ بھال کا یہ معمول ہے اس روز ہمنشین اہل ایمان
تاکتی جھانکتی ہین لیکن ان ڈرون پر چھپا نہ رہے آہستہ آہستہ دونون نے دکھڑے کہے
جان عالم نے طوطے سے ذکر سنگ دربدر خراب خستہ ہو کر آنا طوطے کا بیٹھ رہنا وزیر زادے کا
صدمۂ فراق سہنا پھر طلسم مین پھنس جانا جادوگرنی کا ستانا بعد اسکے نقش سلیمانی لینا دلا
سے چل دینا بہ کشادہ پیشانی و خوش بیانی بیان کیا مگر ملکہ مہر نگار کی ملاقات جگت رنگی کے
قصے و حکایات اسکی طبیعت کا آجانا اپنا بے اعتنائی سے چلے آنا کچھ شرما کر بات کو ٹالنا چاہے
چھپا چھپا کر کہا یہ اکثر ہوتا ہے کہ معشوق کے روبرو جو اس پر کبھی کوئی عاشق ہوا ہے اس کا
ذکر کرتا ہے شیخی بگھارتا ہے کچھ جھوٹ اپنی طرف سے جوڑتا ہے دل کے پھپھولے توڑتا ہے
اسکی شرح گو طول طلب ہے پر عاشق مزاجون پر منکشف سب ہے انجمن آرا نے جادوگرنی
کے قصے پر ناسمٹ کیا ملکہ کے مذکور پر بناوٹ سے ہنس دیا پھر روکھی صورت بنائی ناک
سمیٹی تیوری چڑھائی مگر چلے آنے کے سہارے پر مسکرائی اپنا بھی اشتیاق لیے پہلے روز
ملاقات محنت و مشقت کی قدر دانی سے جادوگر کی لڑائی کی جانفشانی سے بیان کیا پھر
دونون بے ساختہ ہو شرم و حیا کو کھو ہم آغوش ہوئے رنج درکنار غم و درد ماجرا فراموش
ہوئے مؤلف یہ ہمکناری جانان سے تازہ لطف اٹھا رہے تھے گلے سے لگنے سب رنج درکنار تھا
سینے سے سینہ لب سے لب ہاتھ پاؤن بلکہ جتنے اعضائے جسم ہین سب وصل تھے مثل ہے
ایک جان دو قالب وہ ایک جان ایک ہی قالب غالب ہے کہ ہو گئے استاد ایام وصل مین ہم
لپٹے ہین جیسے اس سے ٭ یون وصلی کے بھی کاغذ چسپان بہم نہ ہونگے ٭ خواہش کو اضطرار
حیا مانع کار شرم برطرف کر ادر دونون کے دم چڑھ گئے تھے جنگ زرگری کا زور بیان کر رہے
تھے شاہزادی موقع مہ پا تھ نہ لگانے دیتی تھی جب بے بس ہو جاتی تھی تو چٹکیان لیتی تھی گاہ

کہتی تھی اسے صاحب اتنا کوئی گھبراتا ہے دیکھو تو کون آتا ہے کبھی خود اٹھ کر تکتی بہلاتی تھی کبھی دل
دم یوں ٹالتی تھی آخر کار غنچۂ سربستۂ تمنائے دو از حرکت نسیم وصل شگفتہ و خندان ہوا و زنا شگفتہ
دُرج شہر یاری رشک عقیق یمن غیرت وہ لعل بدخشان ہوا بقول فردوسی چنان پر دو آور دو
آورد و ... دُر کہ دایہ رستم پس پردہ فرد بہ رشک وحشت سے جگر صدف چاک ہوا دشمن گنج بخت
در پردہ ہلاک ہوا اتفاقاً نائے سن الفت پڑنے کے دن اُس وقت دونوں گھبرائے اور وہ کیفیت سب
بھولی جیب دامن شب میں چادر پلنگ پر شفق صبح پھولی غرضکہ شرما کر استراحت فرمائی دل بیتاب
نے تسکین پائی ہنوز پلک جھپکی تھی غنودہ سحر ہوئی تمامی شب کی خبر ہوئی دم صبح ایک ... دوسرا
ژولیدہ مُو حمام میں داخل ہوئے جو محرم راز شریک سوز و گداز تھیں انھوں نے رات کی باتیں
پتے رمز و کنایہ میں دے دے سب قہقہہ مارا جب رو برو مچھری اور شیشے میں تنبول آیا شرما کر منہ چھپایا
غمزہ و ناز ہمراز میں رہا شہزادہ خوش خاصہ نوش فرمایا جاتا تھا لہ بادشاہ کے حضور میں آیا خلعت
فتح پایا امورات سلطنت بہ مشورۂ شاہزادہ ہونے لگے بعد رسم چوتھی چالے کے لب دریا
ایک باغ بہت پر تکلف کا نشاط افزا نام بادشاہ نے بیٹے کو عنایت کیا اگر اُس باغ کی تعریف
رقم کروں شاخ زعفران و نرگس کی ٹہنی کو لا کر بار قلم کروں الا اخضر کی حیات رضوان کی ثبات بیکار ہے
نہیں ناتمام ہے لکھنا بیکار ہے سو بہار خزان جائے بہار آئے ایک پٹری کی روش صفا تحریر
نہ ہو سکے خامۂ مانی پھسل جائے رشک گلزار جنان ایک تختۂ فردوس سا کئی کوس کا باغ بے پایان
برگ و بار اسکے جور خزان سے آزاد بالکل نہ بلبل پر ستم باغبان نہ خوف صیاد عجائب غرائب تحفے
نئے رنگ ڈھنگ کے نرالے یاد جتنے دنیا کے میوے ہیں تر و تازہ ہمیشہ تیار سبز پتے خوشنما ڈال
پھل مزیدار گل تکلیف خار سے بری جہان کی نعمت ہر تختہ میں بھری روش کی پٹری پر مہندی
کی ٹٹیاں کتری ہوئی برابر چمن میں وہ درخت پھلے پھولے جنہیں دیکھ کر انسان کی عقل بھولے
پھولوں کی بوئے خوش سے دل و دماغ طاقت پائے جو پھل نظر سے گذرے بار خاطر ہو ذائقہ
زبان پر منہ میں پانی بھر آئے نہریں ہزار در ہزار از آبشار گرد چرند پرند خوبصورت قطعہ باغبانیاں
پری زاد حور وش کسی نقاب پیچھے جواہر نگار ہاتھوں میں ہر ایک آفت کی پرکالہ دلربا سر سبا لگون
پنجتہ چرخی رسی کلابتو کی ڈول وہ کہ عقل دیکھ کر ڈانواں ڈول ہو جسم پر نزاکت بر سے

نیل کے بدلے نیل گائے کی چوڑیاں آہو چشمے روپہلے چکارے اچھا نیان مہ پارہ زربفت کے
لہنگے قیمت کے مہنگے شبنم کے نفیس ڈوپٹے متفرق مصالح کی کرتی انگیا پاؤن مین طلائی چھڑا
کان کی لو مین ہیرے کی بجلی برق دم سبکی آنکھ جس پر پڑے ڈول کو سنبھال سکا خیال گاتی
کوئی شعر برجستہ یا ہندی کا دوہا انہین طلائی چھپر کھٹ چھپا پڑی اون چکی سے کہ تھکل جاتی ایسا باغ
پر بہار دیکھا نہ گلزار ایسا اور انجمن آرا ہاتھون ہاتھ پھرین کا اک نیا ترا سا تھودین دنیا فراموش پھر
نوشانوش باعیش ونشاط اوقات بسر کرنے لگا جہان کا ساز وسامان ہر دم مہیا شراب
وکباب چنگ ورباب کا جلسہ پیش نظر اور پری پیکر ماہ طلعت سب کا مس کو خاطر جیسے کہ نہ تھا
شام عشرت سحر کرنے لگا نہ خیال اپنے شہر ودیار کا نہ خوف گردش روزگار کا نہ کچھ دھیان
اس جگر افگار کشتۂ انتظار ملکہ مہر نگار کا

پھر مذکور اس مہجور کشتۂ فراق سوختۂ آتش اشتیاق کا وہ کون خستہ و محزون جگر برشتہ دل خون ملکہ مہر نگار شہزادے کے آنے کی امیدوار اور حکایات ضرب المثل

کدھر ہے تو اے ساقی بیخبر ؛ نہ کی فرقت سے گھڑ دن پر نظر ؛ ہوا حال شادی کا سب اختتام
مگر غم کا قصہ ہے وہ ناتمام ؛ جو پیش سے ترپ سے تو کر دے بہم ؛ کہ لکھتا ہون پھر داستان الم
مجھے ہجر میں رنج و غم خوب ہے ؛ یہ بیہوشی ہی ہمدم بہت خوب ہے ؛ یہی ساتھ دیتا شب و روز ہے
یہ غم عاشقون کا غم اندوز ہے ؛ نالہ نوازان بزم ماتم و نقشہ جگر جگران کلبۂ غم حالیان حکایت
اندوہ وملال وشادان دل خون آشفتہ حال لکھتے ہین کہ اس بے سروسامان کشتۂ ہجران
دور از دلدار وہمدم غم رونا دیدہ شادی مجلس نشین ماتم دل ریش سینہ فگار یعنی ملکہ مہر نگار کا
فرقت مین یہ حال ہوا تھا دیان تک کہ اٹھانے کا وقت اپنے قریب آیا ؛ اس پہ مرے بالین پہ
غم اٹھکے نا آ بیٹھے ؛ مین نام تیرا لیے دن رات جیا کرتی ہون ؛ دستے ہوئے ہمرے کیونکر نہ
گل بیٹھے ؛ جو کوئی کہتا کہ خیر ہے اک گل جاتی ہو کیون اتنا رنج و غم اٹھاتی ہو تو کہتی
غم کھاتی ہون لیکن مری نیت نہین بھرتی ؛ کہا غم ہے مرے گا کہ طبیعت نہین بھرتی ملعت
نہ پوچھو کچھ مری حالت کہ اس چرکے لگانے سے ؛ پریشان سینہ سوزان مشغل مسرور گریزان ہون

ایسی باتیں وہ دامیر وحشت انگیز کرتی کہ سننے والوں کی چھاتی پھٹتی وہ کہتیں ملکہ نظر بخدا دیکھو حسن اُسے فضل کرتے نہیں لگتی بار ۔ نہ ہوا اُس سے مایوس امیدوار ۔ سوز ہجر ہمارا آئی ہے تجھ میں اے گلستان غم نہ کھا ۔ وہ چلی آتی ہے تو عندلیبان غم نہ کھا ۔ گو کہ شب آخر ہوئی اے شمع تو زاری نہ کر ۔ پھر وہی محفل وہی بزم شبستان غم نہ کھا ۔ وہ سنکر کہتی میں چراغ سحری ہوں یقین ہے کہ تا صبح جلکر بزم جہان سے سفری ہوں خسرو ہیں از انکہ من سنائم بچہ کار خواہی آمد مؤلف ہماری جان کے جانے میں جب عرصہ رہا تھوڑا ۔ تب اُس کے دل میں آیا دھیان میرے پاس آنے کا ۔ آجتک اُس غفلت شعار فراموش کار کی کچھ خبر نہ آئی ہم نے غم جدائی میں جان گنوائی مؤلف تپ جدائی سے اسطرح اپنا نزار ہوں میں ۔ اجل کی نظر سے بھی غائب ہر ستار ہوں میں ۔ کیا ہے رنج جدائی نے ایسا کاہیدہ ۔ نظر میں خلق کی رشک خط غبار ہوں میں ۔ جدا تو وہ گل ہے کہ عالم کے دل میں ہے تری جا ۔ تو سب کی آنکھ میں کھٹکا کیا وہ خار ہوں میں ۔ قرار بی برد از قلق آہ و زاری ما ۔ سر و در رنج میں کس کے پہ بھرا ہوں میں ۔ یہ معمول تھا جب چار گھڑی دن رہتا سوار ہو کر ان درختوں میں جہان جانِ عالم سے ملاقات ہوئی تھی جاتی اور وہ شجر بیکس رنج و راحت یعنی ان سے مخاطب ہو کر کہتی اہلی شیرازی خوش آنکہ تو باز آئی ومن پائے تو بوسم ۔ در سجدہ فتم خاک قدم ہائے تو بوسم ۔ ہر جا کہ تو از رہ نفسے جائے گرفتی ۔ آنجا روم و گریہ کنان جائے تو بوسم ۔ رو دیدے تو تصویر کنم و لالہ و گل را ۔ در حسرت رخسار دل آرائے تو بوسم ۔ ہر جا کہ غزالیست چو مجنون سر و چشم ۔ در آرزوے نرگس شہلائے تو بوسم ۔ من اہلی دیوانہ تو آن شاہ نباتی ۔ دشنامِ لب شیرین شکر خائے تو بوسم ۔ اور کبھی صبح سے پھرتے پھرتے قریب شام بادل ناکام اسی جنگل میں پھر آتی یہ غزل زبان پر لاتی جرأت یہ گل بھری گردش سے ہم کو سارے چمن جو تم پھر آؤ تو پیارے پھریں ہمارے دن ۔ ہو وصل کیونکہ شکل ہوں پھرے آیام ۔ مگر خدا ہی پھر لگے ہوئے سنوارے دن ۔ رہے تھا جبکہ ہم آغوش مجھ سے وہ پیارا ۔ عجب مزے کی تھیں راتیں عجب تھے پیارے دن ۔ نہیں ہے ہجر سے مژگان کا چارہ اب اپنی زیست کے گنتے ہیں یہ بچارے دن ۔ کب اس سے ہوگی ملاقات میں یہ پوچھیں

ہوں ۔ ذرا تو دیکھو تو سہی مرتے ستارے دن ۔ لگایا روگ جوانی میں کیوں میاں جرأت ابھی تو
کھیل تماشے کے تھے تمہارے دن ۔ رات کو بحال بیقرار وہ سوگوار ناچار گھبراتی تمام شب کراہ کراہ
کر سب کو جگاتی اور یہ سناتی ۔ اُستاد ۔ حرام نیند کی اقرار وصل جانان نے ۔ الٰہی کوئی کسی کا
امیدوار نہ ہو ۔ وہ رات جسے شب فرقت کہتے ہیں بختی سے پہاڑ ہو جاتی تو وہ غم کی ماری
گھبرا اٹھتی یہ ۔ لب پر لاتی ۔ اُستاد ۔ جیسا شب عشرت کو فلک تو نے گھٹایا ۔ کی جلد نہ فرقت کی
شب کو سحر ایسی ۔ ہے ہے آج نہ صدائے مرغ سحر آئی نہ مؤذن نے ندائے اللہ اکبر سنائی نہ
خواب غفلت سے پاسبان کمبخت چونکا اور نیند کی جھونک میں گھڑیالی بھی گجر کا بجانا بھول گیا
جرأت ۔ تھے شب وصل میں سب جان کے کھانے والے ۔ آج کیا مر گئے گھڑیال بجانے والے
شب کو نالہ تھا دن کو زاری تھی دن رات اُس پر سخت بھاری تھی لوگ کہتے تھے ملکہ اللہ کو
یاد کرو کبھی تو دل شاد کرو شافی مطلق تمہارے مرض مفارقت کو بہ صحت وصل بدل کرے
اب روز وصال عنایت ذوالجلال سے قریب ہے تو اُس وقت یہ حسرت سے کہتی ۔ مؤلف
شب وصال جو قسمت میں ہے تو ہووے گی ۔ دعا کرو شب فرقت تو یہ سحر ہووے ۔ مریض
ہجر کو صحت سے اب تو کام نہیں ۔ اگر صبح کو یہ بچ گیا تو شام نہیں ۔ رکھو و یا نہ رکھو مرہم اُس پہ ہم
سمجھے ۔ ہمارے زخم جدائی کو التیام نہیں ۔ کیا جو وعدہ وصل اُس نے یہاں ہوا ۔ یہ دیکھو مری
شامت کہ ہوتی شام نہیں ۔ وہی اٹھائے مجھے جس نے مجھ کو قتل کیا ۔ کہ بہتر اس سے مرے خون کا
انتقام نہیں ۔ اُٹھایا داغ گل افسوس تم نے لب سرو ۔ میں تم سے کہتا تھا گلشن کو کچھ
قیام نہیں ۔ اُستاد ۔ آخر شب وصال کی چاہت کی وہی ۔ ہر دن تھا اے فلک مجھے جس رات
کا خیال ۔ معاملات عشق دیکھئے وہاں شہزادے کو غم سے فراغ کیفیت باغ گلعذار بغل میں
راحت و آرام یہاں ملکہ آتش فراق سے با دل پر داغ غم جگر میں گرفتار رنج و الم لیکن درد
دل بیقرار نالہ جگر افگار رائگان نہیں جاتا جب تڑپ بلبل کے دل میں زیادہ ہوتی ہے موسم
گل آتا ہے اسی طرح سوز دل عاشق جو حد سے فزوں ہو معشوق رحم کھاتا ہے بھولا ہوا یاد آئے
وگرنہ ہجر میں پھڑک کر مر جائے مطلوب کو نعش پر لا کے اسکی بھی جان گنواتا ہے حضرت عشق
دشمن جان عاشق و معشوق ہیں اُنکے حال کیا کہیں چنانچہ یہ نقل ضرب المثل ہے و در حقیقت

میں اصل ہے بغور سنکر تامل کرو

نقل سوداگر کی بیٹی کی انگریز کا آنا فریفتہ ہو جانا آخر میں جان دینا دونوں کا

کلکتہ میں ایک سوداگر تھا عالیشان متاع ہر دیار تحفہ ہر جوار دوکان میں فراوان اسکی بیٹی تھی حسین مہر طلعت ماہ جبین سیمین تن کافر فرنگ غارت گر لندن غرضکہ اور تو اسباب سب طرح کا دوکان میں تھا مگر گھر میں وہ زود رقم طرفہ تو ام گئی فرنگ سے ہند تک اس کے حسن کا چرچا تھا روم سے شام تک اور چین سے سورت تک اسکی صورت کی دھوم تھی استادہے رخسار زایمان وہ زادۂ فرنگی ٭ اسلام اب کہاں ہے عاصی فراش ہے ٭ ہزاروں انگریز بیر بیر کرتے اسپر شیفتہ اور بیتاب تھے لاکھوں مسلمان ترسا ہونے کو مستعد طلب تھے جب ہوا کھانے کو سوار ہو کر آتی تھی دور دور خلقت کی جان اسکی ہوا خواہی میں برباد جاتی تھی گبر و ترسا اسکا کلمہ پڑھتے تھے یہود و نصاریٰ اس کا دم بھرتے تھے مسلمان دل و جان نذر کرتے تھے مولف اس بت فرنگ کو دکھلاتے تلاش دل کہتا ہوں جسکو پڑے دل بریان کا نوحہ ہے ٭ اتفاق زمانہ کوئی انگریز لندن سے تازہ وارد ہوا جلیل القدر ذیشان خوبصورت نوجوان سوز عشق سودا بسر میں سوز دل مزاج بے شعر سیلانی آب و گل میں پھر تھا طرحدار آپ بھی لیکن ٭ رہ نہ سکتا تھا اچھی صورت بن ٭ قضارا وہ آفت کا مارا کچھ اسباب لینے اسکی کوٹھی میں آیا اور اس غارت گر دین و ایمان ہر گبر و مسلمان سے دوچار ہوا عشق گلے کا ہار ہوا دیکھتے ہی متاع عقل اساس ہوش و حواس گرہ سے کھو بیٹھا دل سے ہاتھ دھو جان کھو بیٹھا اسباب خریدنے گیا تھا سودا مول لیا اس نے مشتری سمجھ میزان محبت میں تول لیا ہاتھ پاؤں سے سست دل نے ہمت ہاری دن دہاڑے لٹ گیا عشق کا بیوپاری جب اور کچھ تدبیر بن نہ آئی خرید فروخت کے حیلے میں آمد و رفت بڑھائی پھر تو یہ حال ہوا جاتے دن میں سو سو بار اب ہم انکے گھر جانے لگے ٭ منہ چھپانے وہ لگے ہم اپنے مر جانے لگے ٭ سلف سے عشق آج تک چھپا نہیں مشہور ہے اس مقدمہ میں انسان مجبور ہے پھر عشق بے پردہ چھپا نہ ہوا مضطرب تھا دل ایسے خانہ ہوا ٭ جب یہ امر مفصل سوداگر کے گوش زد ہوا پاس نام و نشان خوف ذلت و رسوائی از حد ہوا پہلے دونوں کو نصیحت و پند کیا پھر سلسلۂ آمد و رفت قطع کیا دیکھا بھالی کا رخنہ بند کیا اودھر شعلۂ عشق نے بھڑک کر صاحب کو سلامت نہ رکھا تاب و

تصویر دختر سوداگر اور عاشق ہونا پسر انگریز کا اُسپر مع اسباب دوکان



تو ان صبر و تحمل کو بیزم خشک کیطرح جلا صبر کا قافلہ لوٹ لیا بستر خاک پر گرا بیداد درد کا شکار ہوا دل بیچارہ خاطر افگار خار خار ہوئی جان تمنا کش نگار ہوئی دل نے تڑپنا اور اضطراب کیا شوق نے کام کو خراب کیا رفتہ رفتہ شیر ہوئے نالے لگے اُڑنے جگر کے پرکالے یہانتک شب ہجر اور دور مفارقت سے حال درہم برہم ہوا کہ صاحب بستر ہوا شکست فاش اٹھا کر صاحب فراش ہوئے دل و جگر سینہ میں پاش پاش ہوئے حس و حرکت کی طاقت نہ رہی لینے کے دینے پڑ گئے اشتیاق و مرض پھیل پڑا سے تپ جُدائی سے پکڑ بیٹھ لگ گئی یارون کی چارپائی سے جو جو اُسکے دوست ولی محبت قلبی تھے نصیحت و پند و قید بند کرنے لگے عورتوں کی بیوفائی بتون کی سنگدلی معشوقون کی کج ادائی بہت شرح سمجھائی سود مند نہ ہوئی خاطر میں نہ آئی ایک دوستدار اُس کا غمخوار تھا کہنے لگا کیون جوانی سے مرگ ہوا ہے ظالم یہ کیا کرتا ہے اس کا انجام ذلت ہی حاصل اسکا خفت ہے یہ خیال محال اپنے دل سے نکال زورق زندگانی سفینہ نوجوانی وا لیتہ ورطہ ہلاکت میں نہ ڈال اپنے کس وکو پر نظر کر لشہ دل خود رفتہ کو سنبھال تو نے بیچلن کی حکایت نہیں سنی کہ اُس پر کیا گذری آخر کار کیسی خفت ہوئی اُس نے کہا کیونکر

حکایت پسر بیچلن بیٹے کا پیدا ہونا سفر کی کیفیت جہاز کی تباہی

شہزادی کا ملنا پھر مفارقت مجسٹن کا ساتھ جانا

وہ بولا اسی شہر مین ایک شخص تھا مجسٹن نام نہایت اہل دول عرفہ حال صاحب علم و فضل جامع ہر کمال طبیعت رسا اور ادیب بے بدل سخن سنج لطیفہ گو برمحل کمالات مین یگانۂ روزگار تجارت مین نامور ہر دیار سو سو جہاز ایک بار تجارت کو جاتا تھا نصیب ایسا تھا مٹی چھوتا سونا ہوکر آتا تھا کسی طرح کا خواہشمند بجز فرزند ارجمند نہ تھا شب و روز اسی کا خیال تھا مدام قسمت مین یہ ملال تھا خوش قسمتون کی دعا جلد قبول ہوتی ہے تمنائے دل حصول ہوتی ہے پچھتر برس کے سن مین اللہ نے بیٹا عنایت کیا حسب دلخواہ صورت مین غیرت ماہ بہت شادان سرگرم پرورش تھا جب بارہ برس کا ہوا بسبب طبع رسا و تعلیم اُستادان باذکا جمیع علوم اور فنون مین کامل ہوا درس دینے لگا مطب کرنے لگا چودھوین سال باپ سے سفر کی اجازت چاہی کہ تجارت مین کوئی دقیقہ باقی نہ رہجائے مجسٹن نے کہا اپنا بھی یہی قصد تھا مگر چندے توقف شرط ہے اُس نے عرض کی کہ حضور عمر طبعی کو پہونچے مُسن ہین فدوی کے سیاحت کے دن ہین چاہتا ہون آپ کے بقید حیات سفر کو جاؤن جودت طبع دکھاؤن آخر مجسٹن نے دس بارہ جہاز پُر از متاع و مال پندرہ بیس رفیق قدیم دیانت دار امانت شعار ہمراہ کر رخصت کیا جہاز ایک سمت روانہ ہوئے دو مہینے کے بعد ہوائے جور گردون سے جہاز تباہ ہوگئے مجسٹن کے بیٹے کا بھی جہاز ڈوبا یاران ہمراہی عالم بقا کو راہی ہوئے یہ ایک تختے پر ڈوبتا اُچھلتا یہ چلا حیات مستعار باقی تھی ساتوین دن تختہ کنارے پر لگا اُس کو غش سے جو افاقہ ہوا تختے سے اُترا اور گھاس کی رسی بنا وہ تختہ پتھر سے اٹکا دیا پھر آپ بتلاش آب و دانہ روانہ ہوا چند قدم بڑھا تھا کہ شہر نمودار ہوا آہستہ آہستہ بیٹھتا اُٹھتا شہر مین داخل ہوا وہان عجیب سانحہ طرفہ ماجرا نظر آیا دوکان ہر ایک کھلی اشرفی روپیہ کا ڈھیر اسباب سب طرح کا موجود مگر آدمی کا پتہ مفقود اِس قرینہ سے معلوم ہوا کہ عرصہ سے یہ بازار جنس بشر سے خالی ہے شہر کا وارث ہے نہ والی ہے پھرتا پھرتا قلعہ مین آیا دیکھا باغ سرسبز پُر میوہ بیچ مین بنگلہ زربفت کے نفیس پردے پڑے پردہ اٹھا بنگلے مین آیا پلنگ جواہر نگار گستردہ اُس پر کوئی بہ شکل مردہ دوپٹہ تانے نہ کوئی پائینتی نہ سرہانے پڑا ہے اُس نے دوپٹہ سرکایا عورت نے چونک کر سر اُٹھایا

اسکی صورت دیکھ کر کہا کہ اے عزیز اپنی جوانی پر رحم کر یہ مکان نہیں سیل فنا ہے تو نا آشنا ہے اس کے
درگذر رو گریہ آفت کا مبتلا ہوگا خدا جانے ایکدم مین کیا ہوگا اُس نے کہا ایسا ماجرا کیا ہے بیان
تو کر عورت نے کہا تو پہلے اپنے آنیکا حال سُنا کیونکر آپھنسا اُسنے کہا سات دن سے بھوکا پیاسا
ہون جو کچھ کھاؤن داستان پریشان سُناؤن عورت بولی مدت کے بعد کھانے کا نام تیرے منھ
سے سُنا ہے سو کھانا یہان کہان بجز غم کھانے اور پانی سوا اشک بہانے کے آنسو پینے کا نام ہے
اس سے نہیں پیتی ہون اور کھانے کی قسم سے قسم تک نہیں کھاتی متحیر ہون کیونکر جیتی ہون
مگر تنہائی مین ہان خوف کھا کے روز دن بھرتی ہون ہر شب کہ شب اولین گور ہے جاگتی
رہتی ہے سخت جانی کی بدولت نہیں مرتی ہون جان سخت ہے یہ غلط کہتے ہین بے آب و خورش
جیتے ہین پر سخت دل کھاتے ہین اور خون جگر پیتے ہین تو اس باغ مین جا اور جس میوے پر
رغبت ہو کھا حجستہ ٹن کے بیٹے نے جا کے میوہ کھایا نہر سے پانی پیا گونہ رنج فاقہ کشی سے افاقہ
ہوا پھر عورت کے پاس آکے حسب و نسب اپنا اور باعث سفر اور جہاز کی تباہی مفصل سرگذشت
سُنائی پھر اس کا ماجرا پوچھا وہ بولی اے شخص اس شہر بے چراغ کی مین شہزادی ہون
باپ میرا والی مُلک تھا مجھ کو سوائے سیر و شکار کے کسی امر سے سروکار نہ تھا ایک روز لب دریا
مصروف تماشہ بیٹھی تھی دفعتہً ایک سانپ نمودار ہوا اور میری طرف بڑھا مین نے تیر مارا معلوم نہین
لگا یا خطا کر گیا پھر جو دیکھا تو اژدہا ایسے مہیب شکل عجیب جھپٹا آتا ہے مین تو گھوڑے پر چڑھ کر
بھاگی جو جو ہمراہ رکاب تھے وہ طعمہ دہن مار خونخوار ہوئے کہان تک بیان کرون ساکنان شہر
مع بادشاہ انسان سے تا حیوان کوئی نہ بچا فقط مین سخت جان باقی ہون اور یہ صحبت ہے کہ
قریب شام وہ مار خون آشام آکر اس بنگلے کے نیچے بیٹھتا ہے دو گھڑی کے بعد غائب ہو جاتا ہے
مجھ پر جب بھوک پیاس کا غلبہ ہوتا ہے اسی باغ مین میوہ کھا پانی پی لیتی ہون اس خرابی سے
جیتی ہون کوئی غمخوار بجز ذات پروردگار نہ تھا آج تجھے دیکھا خوف خدا آیا مطلع کر دیا پسر حجستہ ٹن
نے کہا خاطر پریشان جمع رکھ اگر فضل الٰہی شریک حال ہے تو اس آفت سے جلد نجات ہو جائیگی
یہ کہکر جہان سانپ کے بیٹھنے کا نشان تھا وہان گڑھا کھود کر قلعے سے بارود لا کر اسمین بچھائی
اور دور تک نقب سی بنائی پھر گھاس ہری اُسپر چھائی شہزادی نے کہا اب وہ آتا ہی ہوگا یہ سنکر نقب جا

وشیدہ ہو کر بیٹھ رہا کہ دفعۃً وہ انھی پُر زہر خدا کا قہر آیا اور اپنی جگہ پر اُس سبز قدم نے فرش

تصویر محبسن کے بیٹے کی مع عورت و مکان نقب و سانپ



زر دین پایا بہت خوش ہو کر بیٹھا یہ تو اک بین تھا پتھر سے آگ نکال اُس نقب مین ڈالدی فوراً ایک دھماکا پیدا ہوا و ٹکڑا زمین کا مع سانپ آسمان پر پہونچا دونون نے شکر کا سجدہ بدرگاہ دافع البلیات کیا باہم بے اندیشہ و غم رہنے لگے سات برس تک دونون ساتھ رہے اس عرصہ مین دو لڑکے بھی پیدا ہوئے ایک دن رنج تنہائی کی شہزادی نے شکایت کی کہ اکیلے طبیعت نہین لگتی صاحب بہار عمر ملاقات دوستدارانست ؎ چہ خطر بر خضر از عمر جاودان تنہا ؎ کوئی ترکیب ایسی نکالو کہ پھر یہ شہر آباد ہو خاطر غمگین شاد ہو وہ بولا کہ اگر وطن جاؤن اور محبسن کو یہان لاؤن تو یہ بستی بسے عورت نے کہا اکیلی مین کیونکر بسر کرونگی مین بھی ساتھ چلونگی آخرش ہر ایک ایک لڑکا دونون گود مین لیکر چل نکلے قضارا وہان پہونچے جہان تختہ بندھا تھا ذہن مین آیا اسی پر سوار ہو کھول دو کہین تو جا نکلوگے یہ سوچکر دونون سوار ہوئے وہ تختہ کھولنے لگا شہزادی بولی مال و اسباب تو اسقدر ہے کہ بیان قاصر ہے مگر ایک ناریل اکسیر سے بھرا ہے دولت لاانتہا ہے جو تو اجازت دے تو اُسے لے آؤن مصر بد و زر و طمع دیدہ ہو فہمند ؎ محبسن کے بیٹے نے کہا اچھا وہ تختہ کچھ کھلا بندھا یونہی رہا شہزادی لڑکا لئے اتری اُسکے اُترتے ہی ایسی تند ہوا چلی کہ رسی مکان سے ٹوٹ گئی تختہ بہہ چلا ہر چند اُس نے ہاتھ پاؤن مارے وہ ساحل مطلب کنارے ہوا کنارے پر شہزادی بحال خراب دریا مین وہ باد ل کباب یہ نکلا دل سے کہتا تھا دیکھئے مرضی ناخدا سے کشتی بادبان شکستہ

کیا ہے پھر جھونکا ہوا سے قوم عاد کا ہے اِس سچ مین تھا کہ ایک جہاز نمودار ہوا اہل جہاز نے دیکھا
تختے پر کوئی جوان گود مین لڑکا نادان لئے بہا جاتا ہے رحم کھا کشتی کو دوڑا جہاز پر لیا
اتفاق زمانہ مالک جہاز مجسٹن کا دوست دمساز تھا اُسکو پہچانا بہت تعظیم وتکریم سے
پیش آیا بس روز مین جہاز کلکتہ مین داخل ہوا جہاز کا حاکم مجسٹن کی ملاقات کو آیا بچھڑے بیٹے
کو باپ سے ملایا یہان جس دن سے جہاز کی تباہی مجسٹن نے سُن پائی تھی غریق بحر غم تھا بارے
بیٹے کو دیکھ کر سجدہ بدرگاہ باری کیا پوتا گنواتے مین ملا اور کلمات شکر اُس سے کرنے لگا اُس نے
کہا بندہ پرور خیر ہے دُنیا اسی کا نام ہے جس کا کام جس سے نکلے وہ فخر وسعادت سمجھے بعد چند
روز مجسٹن نے بیٹے سے روئداد سفر پوچھی اُس نے ابتدا سے انتہا تک سرگذشت سنائی اُن کی
یہ سنکر سمجھا مشکل پیچ پڑا مگر سہل سا یہ جواب دیا اخیر ہماری تو خیریت اسی مین تھی جو ہوا مصرع فرزند
آدم ہیچ سر آید بگذرد بیٹے نے کہا مناسب یہ ہے کہ اب جلد چلئے ایسا ملک مال امان و دولت
لازوال ہاتھ سے نہ دیجئے مجسٹن نے کہا خیر ہے یہ بھی ایک فسانہ تھا جو مین نے سُنا اور خواب تھا
جو تو نے دیکھا لا اعلم ایام وصال و صحبت سیم تنان ٭ در عالم خواب اختلاطے شد و رفت
اُسنے کہا آپ سا عقلمند ایسا کلمہ فرمائے تو نہایت بعید ہے دنیا مین تین سفر کے ہین زر و زمین
زن یہ سب سامان جمع ہین اگر آپ نہ جائینگے فدوی تنہا جائے گا مجسٹن نے کہا افسوس ہم
سمجھے وا ناجانتے تھے اِلّا تمھاری نادانی تھی حمق کی مقتضی تمھاری جوانی تھی اسے بھائی کوئی
نادان سے نادان عورت کی بات کا دھیان نہین کرتا یہ باتین جبتک تھین جو تم اور وہ
باہم تھے وہ مونس تھی تم ہمدم تھے اب خیریت ہے سعدی زن دوست بود وے زمانے
تا چیز نو نیافت ہر بانے ٭ چون در بر دیگرے نشیند ٭ خواہد کہ ترا دگر نہ بیند مصرع اسپ و زن
شمشیر وفادار کہ دید ٭ ہر چند اُس نے مغز خالی کیا یہ مقدمہ اسپر حالی کیا وہ بے مغز نہ سمجھا
مصحفی عشق و نصیحت کا نہین عاشق کو ٭ مین نہ سمجھون تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے
ناچار مجسٹن نے کہا تم جب تک ذلت نہ اٹھاؤ گے اور ہمین خراب نہ کرو گے ایسی حرکت سے
باز نہ آؤ گے نہ چین لو گے اُسی دن سامان سفر درست کیا بہت سے جہاز مع اسباب اور
چند مشیر خوش تدبیر ہمراہ لے روانہ ہوا چند روز مین وہ جزیرہ ملا جہازون کا لنگر ہوا مجسٹن کا بیٹا اترا

مگر جہاں ویرانہ بوم و غول کا آشیانہ تھا وہاں بستی دیکھی اور جس جگہ بیہڑ تھا اُسے ہموار یا بلندی نظر آئی۔ نہ بستی دیکھی آدمی ہر سمت سرگرم کار و شہر پناہ تیار اسے تعجب ہوا سمجھا کہ میں بھول گیا کسی سے پوچھا اس شہر کا نام کیا ہے والی ملک کون سا ہے وہ بولا مدت سے یہ ملک بسبب آفت آسمانی اُجاڑ ہو گیا تھا رعایا برایا بلکہ بادشاہ بھی نہ بچا تھا فقط بادشاہ کی بیٹی باقی تھی اب برس دن سے اُسنے شوہر کیا ہے شہر از سر نو آباد ہوا نیا طرز ایجاد ہوا یہاں مُفسد ہے نہ ڈنڈی ہے نام اس کا شہزادی منڈی ہے محبتن نے یہ ماجرا سن کر بیٹے سے کہا خوش بہت ہوئے ہو گئے لو سیدھے پھر چلو اُسنے کہا اتنی صعوبت سفر کی اُٹھائی اسکی صورت بھی نظر نہ آئی دو باتیں کر لوں تو پھر چلوں محبتن نے کہا یہ مصیبت کچھ نہ تھی جو بات کرنے میں ایذا اٹھے گی وہ کب مانتا تھا انھیں لوگوں سے پھر پوچھا شہزادی کبھی سوار بھی ہوتی ہے وہ بولے روز غرض کہ سواری کا وقت دریافت کر لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر سر راہ کھڑا ہوا کہ شہزادی شب دیز کو جھپٹ کرتی آ پہونچی یہ پکارا ہم نے ایفائے وعدہ کیا حاضر ہوئے اور لڑکا بھی فضل الٰہی سے سلامت موجود ہے کیا ارشاد ہوتا ہے اُس نے بیگانہ وار جیسے کسی اجنبی کو کوئی دیکھتا ہے ملاحظہ کیا مگر جواب کچھ نہ دیا چلی گئی یہ کیفیت گزری پھر انجمن نے حال پوچھا بولا ملاقات نہ ہوئی کل پھر جاؤں گا اُس نے کہا صبح کا جانا روز الم شام غم دکھائے گا بہت پچھتائے گا اُس نے دوسرے روز بیٹے کو سکھایا کہ جب سواری قریب آئے گھوڑے سے لپٹ جانا اور یہ زبان پر لانا کہ دنیا کا لہو سفید ہو گیا مہر مادری سے محبت پدری میں لطف زیادہ پایا کہ یہیں ساتھ بہ آرام تمام لئے پھرتا ہے تم بات بھی نہیں کرتی ہو بلکہ پہچانتی نہیں جب سواری قریب آئی یہ تو بہت جلا تھا اور سمجھ چکا تھا کہ کھیل تو بگڑ گیا کہا شہزادی باگ کو روکو وہ خود تو رکی تھی باگ بھی رک گئی پسر محبتن بولا مؤلف

یاد وہ ایام کہ نفرت تھی زمانے سے تجھے | ہوتی وحشت تھی بہت غیر کے آنے سے تجھے | خوف آتا تھا نہیں آئینے جانے سے تجھے
فکر تھا یاد خبر تھی نہ بہانے سے تجھے | بیدھڑک غیر سے باتوں کا کبھی ذکر نہ تھا | ہمیں ہم تھے تری صحبت میں کوئی اور نہ تھا
کبھی چوٹی کی خبر تھی نہ کنگھی کا خیال | بارہا کھینچے ہی رہتے تھے تو سر کے بال | پانو لگنے سے دوستی کی ہوتا تھا ملال
مجھکو افسوس آتا ہے کہ گذرے ہیں سال | ایسی کیا بات ترے دل میں سمائی ظالم | دفعۃً سب وہ رہا وہ بھلائی ظالم
تھی لگاوٹ ہی تجھے یا وہ غلط سب سے | گر مجھی کا بھلا کھٹا یہ لیکا اب سے | بیٹھنا کونے میں ہر دم تجھے تنہا سب سے

تجھ کو اک چلنے کبھی ... | اٹھ گئی بیچ میں کیا چھید غضب تو نے کیا | کھل گیا سب یہ ترا بھید غضب تو نے کیا
شہزادی ... جلد رہائی تجھ سے | ہو گیا خاطر مکدر ہے صفائی تجھ سے | وضع اپنی نہیں کیا کیجیے برائی تجھ سے
... ساری خدائی تجھ سے | تجھ سے ملنے سے ہم ہاتھ ترے دھو بیٹھے | خوش رہو تم کہ تمہیں کھو کے دل رو بیٹھے
اب ... دل لگاؤنگا کبھی | دل تو رنج نہ اس طرح اٹھاؤنگا کبھی | گر طرحدار بھی اس دہر میں پاؤنگا کبھی
... پاس بٹھاؤنگا کبھی | سو ہم اب دل کے لگانے ہی کا جانا نہ رہا | ربط کیا خاک کریں ہم وہ زمانہ نہ رہا
... بار | گو کہ عاشق تھا مگر تھا یہ بڑا بے بسیار | دیکھ بد وضع کیا دیکھئے ایسا انکار
... | کرے معشوق کسی سے تو وفا ایسی کرے | پیچ کرے بات کی عاشق تو بھلا ایسی کرے

... شہزادی ... کا گھوڑے سے لپٹ گیا بیچارہ نادان باتوں کا سو وو زبان کچھ نہ تھا جو کچھ کہ ... ہاتھ اٹھا کہنے لگا جب کہ چپکا شہزادی نے تیغ قبور سے کھینچ کر لڑکے پر چھوڑ ... دیکھ

تصویر شہزادی بہ سواری اسپ پھر مجسٹن مع ... شہزادی کا ... اور اسکی لاش

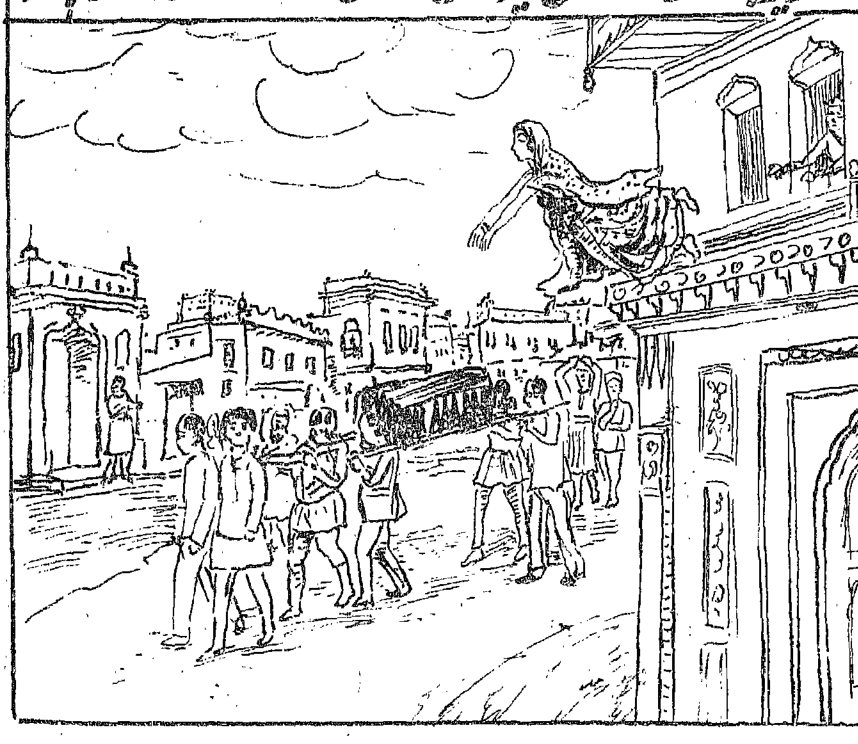


سے گر پڑا اور ... اجل نے کنار عاطفت میں اٹھا لیا اہل قبور سے ملا دیا پھر باگ اٹھا چل نکلی مجسٹن کے بیٹے نے بہت خاک اڑائی بیٹے کی لاش باپ کو دکھائی اسنے کہا کیوں جو ہم نے کہا تھا وہی آگے آیا وہ بدنصیب بولا صبح اختتام ہے جو ہونا ہے ہو جاویگا مجسٹن نے کہا تو اپنا بھی حال ایسا ہی بنا لیگا دم پھر جب وہ چلا مجسٹن کا جی نہ رہ سکا ساتھ ہوا جس دم شہزادی کی سواری پاس آئی باگ پکڑ لی ہنوز زبان نہ ہلائی تھی شہزادی نے کہا اے مجسٹن ہم نے سنا تھا کہ تو مرد جہان دیدہ و سرد و گرم روزگار چشیدہ تجربہ رسیدہ ہے مگر افسوس کہ یہ این ریش فش تو نے سنا نہیں لا اعلم زحادثات جہان بس ہمین پسند آمد ❊ کہ خوب و زشت و بد و نیک در گذر دیدم ❊ اس پیرانہ سالی میں

تجھ پر ہزار سانحے گذرے ہوں گے کچھ الم و رنج کا مزا پایا فرحت و خوشی کا نشہ باقی ہے اے نادان
دنیا میں کس بات کو یاد کیجئے کس کا غم کس سے خاطر شاد کیجئے اگر عقل رسا یا کچھ فہم و ذکا ہو تو دنیا
میں کافی ہے یہ بات گذشتہ را صلوات مصحفی ؎ اے مصحفی میں روؤں کیا پچھلی صحبتوں کو ٭ میں نیکے
کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں ٭ یہ کہہ کر گھوڑا اچھکارا کہ پھر سلسلہ جنبانی اس امر بے معنی
کی موجب مضرت جان جانا مجتنبوں نے بیٹے کو سلام کیا اور نہ کچھ کلام کیا وہ بھی نطفہ ضعیف کا
پیدا ہوا بوڑھے باپ کا بیٹا تھا محجوب وطن پھر اجینیے بھی باپ سے آنکھ چار نہ کی پھر اس انگریز نے
کہا مطلب اس حکایت سے یہ ہے کہ آدمی وہ بات نہ کرے جس کا حصول ذلت و خفت ہو کہو صاحب
کیا کہتے ہو یہ سنکر وہ فرہاد بے ستون عشق شیریں زبانی سے کہنے لگا بقول استاد کب تلک
جیوں گا میں موت اک دن آنی ہے ٭ ہجر میں جو آجاوے عین مہربانی ہے ٭ سب جلسہ شکر کر
اٹھ کھڑا ہوا کہا جب یہ جان گنوائیے گا تب جھگڑا جائیے گا آخر کار جب اس کا حال ردی ہوا
دوستوں کو چٹھیاں لکھ کر جمع کیا کہا کل اس مقام سے ہمارا کوچ ہے اگر ہماری وصیت بجا لاؤ گے
دنیا میں نام حشر کو بخیر انجام ہوگا سب نے قبول کیا اس نے کہا بعد انتقال روح ہمارا جنازہ تکلف
کا بنا کر بجرے کی چھت پر صندوق میں نعش دھر باجے بجاتے ہمارے معشوق کی کوٹھی جو لب دریا ہے
اسکے نیچے سے لے جانا اور دل میں یہ تھا استاد ساتھ وہ میرے جنازے کے لحد تک آئے
اے اجل تیرا قدم مجھ کو مبارک ہووے ٭ غرض کہ رات کو اس مریض فرقت کا ہجر میں وصال ہوا
اس جہان سے انتقال ہوا گویا مرنے کو بھی لوگ کہتے ہیں وصال ٭ یہ اگر سچ ہے تو مر جاتے ہیں ہم
شوقیہ مر کے حاصل کیا فقط ہی میں تو نام وصال ٭ جان دی ہم نے مٹایا خلش ہجران کا
صبح کو یہ خبر عالم ہوئی کہ سوداگر بچے کے عاشق مہجور و ناکام کا کام تمام ہوا امر گیا شدہ شد سوداگر
کو اور اس ماہ پیکر کو یہ حال معلوم ہوا اگرچہ جذب محبت سے حال تغیر ہوا مگر ضبط سے کام لیا
دل بیقرار کو تھام لیا انگریز جمع ہو بصد پریشانی وصیت بجا لائے جنازہ درست کر بجرے کی چھت
پر دھر لیا لباس سب نے سیاہ کیا بلند نالہ و آہ کیا سر ننگے غل مچاتے باجے بجاتے عجب تلاطم
تھا ہزارہا زن و مرد کنارے کنارے گریاں چلے آتے تھے جس نے صندوق کی طرف دیکھا
فریاد مچاتا تھا اسی دن سے دریا دریا اشک یہ بجر کی چشم سے رواں ہے مثل سیماب بیقرارانہ دواں ہے

اور جیسے احباب حباب کہتے ہیں بہ فرد قلق سے ہر محیط کی چھاتی میں پھپھولا پڑتا ہے پھوٹتا ہے موجوں
سے تلاطم نہیں چھوٹتا ہے ماہیان دریا کا خنجر الم سے جھرہ یعنی گلا زخم دار ہے ستان غم سینہ کے پار ہے
ساکنان دریا کو بسکہ شمشیر عشق کا خوف و خطر ہے اس ڈر سے سنگ پشت کی پیٹھ پر سپر ہے خلاصہ
یہ کہ اسی صورت سے جنازہ اسکی کوٹھی تلے آیا اور صندوق سے اُس زندہ جاوید نے
یہ آواز بلند سُنایا اُستاد اے فلک آخری پھیرا ہے نہ ہو تجھ سے گراں ہو ؛ اُسکے کوچے میں
جنازہ مرا سنگین تو ہو ؛ اسی وقت وہ مہ پارہ کشش دل اور تپش متصل سے مطلع ہو دیوانہ وار
کوٹھے پر چڑھی اور بیتابانہ پوچھا کہ یہ لاش دلخراش کس جگر پاش پاش کی ہے کہ جا جابان بارگاہ
عشق سے صدا اٹھے دور باش دور باش کی ہے وہ بولے کہ یہ کشتہ تمھارا ہے رنج مفارقت نے
آپکے اسے بے اجل مارا ہے افسوس کہ اس بیکس نے جان دی اور تم کو مطلق خبر نہ ہوئی اور
کسی شخص نے عمداً اُسے سُنا کر یہ شعر پڑھا بیت نکر جانیکا قاتل نے نرالا ڈھب نکالا ہے ؛
سمجھو نسے پوچھتا ہے کس نے اسکو مار ڈالا ہے ؛ سنتے ہی وہ نعرۂ جانسوز آہ دلدوز سینۂ بریان سے کھینچکر کوٹھے

تصویر جنازہ مع صندوق زیر مکان معشوق لانا اور معشوق کا اُس پر گرنا



عشق کا نشانہ دیکھیے صندوق نعش پر گر کر ملے ٹکڑے مثل جگر عاشق زار ہو خواب مرگ مین سو بخت خفتہ
عاشق جگایا کشش محبت نے بچھڑون کو اس طرح ملا یا دیکھنے والے تھرا گئے ولگداز دن کو غش آ گئے
شہر مین یہ چرچا گھر گھر ہوا منبر یون یہ جنازہ شہر ہوا اسکے ماں باپ نے بہت سی خاک سر پر اڑا دونون کو
پیوند زمین کیا اس عشق فتنہ انگیز نے کیا کیا نہین کیا تہ خاک ہجر کے مارون کو بیقرارون کو قرار آیا ہزارہا
شخص دیکھنے کو سر مزار آیا مطابق قول میر تقی صاحب کار عشق ہے مردم ؛ بشکل تصویر آپ مین تھے گم ؛
کام مین اپنے عشق پکا ہے ؛ ہان یہ نیرنگ ساز یکتا ہے ؛ جسکو ہوا التفات اسکی نصیب ؛ سے ہے
وہ مہمان چند روز غریب ؛ ایسی تقریب ڈھونڈھ لاتا ہے ؛ کہ وہ ناچار جی سے جاتا ہے ؛
کون محروم وصل یان سے گیا ؛ کہ نہ یار اس کا اس جہان سے گیا ؛ پھر یہان سے خامۂ مصیبت نگار
حال ملکہ زار لکھتا ہے کہ آخر کار جی تنگ ہوا تپ دوری سے یہ ڈھنگ ہوا اُستاد کے نذر کیا ہے
اب سب اتارنے ہم کو ؛ یہ دن دکھائے ترے انتظار نے ہم کو ؛ فراق مین ترے بن موت اب تو
مارا ہے ؛ تڑپ تڑپ کے دل بیقرار نے ہم کو ؛ جب اپنا آہ دم نزع کنٹھ بیٹھ گیا ؛ تم آکے بالین پہ
اُسدم پکارنے ہم کو ؛ صبح سے تا شام لگی جانب در دوست تا سفتہ بر بستر او دہر دم یہ کلمہ زبان پر
اُستاد زبسکہ رہتا ہے آنے کا اُسکے دھیان لگا ؛ صدا سے در پہ ہے در پردہ اپنا کان لگا ؛ پیا در کھلنے
نہ تا دود آہ سب پہ کھلے ؛ مین منھ پہ اس لئے رکھتا ہون پیچوان لگا ؛ ہزار خوار ہوئے تجھ سے
عندلیب یہان ؛ یہ بے ثبات چمن ہے نہ آشیان لگا ؛ آخر کثرت انتظار سے نظر کمی کرنے لگی
اور جان زار تڑپنے سے دل بیقرار کے برہمی کرنے لگی یہ نوبت ہوئی سو گئے دن ڈاکنی کے یاد ھنے
کے ؛ اب آنکھیں رہتی ہین دو دو پہر بند ؛ اسوقت کشش محبت ملکہ مہر نگار نے جان عالم کے دل کو
بیچین کیا خیال آیا کہ خدا جانے صدمۂ فرقت سے اُسکا کیا حال ہوگا دل نے کہا جینا وبال ہوگا
گھبرا کر دست پاچہ ہوا عیش و نشاط بھولا یہ تازہ گل پھولا انجمن آرا سے کہا زیادہ طاقت مفارقت
احباب وطن مجھ خستہ تن کو نہین آج بادشاہ سے رخصت خواہ ہونگا وہ بہر حال اطاعت اور رضا اسکی
جمیع امور پر مقدم جانتی تھی کہا مجھے بھی تمنائے سیر کوہ و بیابان بے پایان ہے شہزادہ موافق معمول
دربار مین حاضر ہوا اور سلسلہ سخن بہ طلب رخصت وطن کھولا بادشاہ محزون و غمناک فرمانے
لگا یہ کیا کہا جو کلیجہ منھ کو آنے لگا جان من تاب جدائی نہین رخصت بادیہ پیمائی نہین اگر خواہش

سیر ہے تو فضا اس نواح کی جا بجا مشہور ہے خزانہ موجود فوج فرمانبردار ملک حاضر اگر منظور ہو جان عالم
نے دست بستہ عرض کی اے شہریار باوقار پُرتمکین برس دن میں حضور کو مجھ غمگین سے یہ محبت ہوئی
کہ مال و ملک و سلطنت بلکہ جان تک سے دریغ نہیں واسطے بر حال مادر و پدر سوختہ جگر جنھوں
نے لاکھ منتوں کے ورد ہزاروں سے دن کو دن نہ رات کو رات جان کر سولہ سترہ برس خاک
چھان کر مجھ کو پالا و لولہ طبیعت نے گھر سے نکالا اب مدت مدید عرصہ بعید گذرا انھیں میرے
جینے مرنے کا حال معلوم نہیں اُن کے صدمہ کو غور کیجیے رخصت بہر طور دیجیے آدمیت سے
بعید ہے آپ عیش و نشاط کرے ماں باپ کو رنج و تعب میں چھوڑے امیدوار ہوں اس
امر میں حضور کد نہ کریں بکشادہ پیشانی اجازت وطن دیں اگر حیات مستعار زیست ناپائدار
باقی ہے پھر شرف آستان بوسی حاصل کروں گا نہیں تو اس فکر میں گھٹ گھٹ مرونگا دین
برباد ہوگا اور دنیا میں عزت و آبرو نہ رہیگی خدا ناخوش ہوگا خلقت تن پرور راحت طلب کہیگی
بادشاہ سمجھا یہ اب نہ رکے گا آنسو آنکھوں میں بھر کر کہا خیر بابا مرضی خدا جو تیری رضا مگر تیاری
سامان سفر کو چالیس دن کی مہلت چاہیے جان عالم نے یہ بات قبول کی یہ تو رخصت ہوکر گھر آیا
خبرداروں نے اس حال کا خاص و عام میں چرچا کیا خلاصہ یہ کہ شدہ شدہ یہ غلغلہ گھر گھر ہوا خرد و
کلان بوڑھا اور جوان شہر کا اس خبر سے باخبر ہوا

عزم جان عالم زرنگار سے سوئے وطن تیاری سامان رخصت انجمن آرا کی عزیز و اقربا سے فرقت اور پہونچنا ملکہ پاس پھر نکاح کرنا

مؤلف
چل اے توسن خامہ چالاک و چست ؛ کہ اب پیچھے بہت جی سے ہے سُست ؛ جگہ
بیٹھ رہنے کی دُنیا نہیں ؛ یہاں خاک بیٹھے کوئی دل حزیں ؛ سفر ہر نفس سب کو رہتا ہے یاں
سرائے فنا بھی عجب ہے مکان ؛ نہ بیٹھا کبھی جم کے اک جا سرو ؛ فریبوں سے لپٹے رہا دور دور
طے کنندگان مُلک معانی و سیاحان اقلیم خوش بیانی بادیہ پیمایان بے توشہ بار محنت بر سر راہ نوردان
ہوش باختہ بے راہبر یا دلدار در دل دین و دنیا فراموش الم ہمراہ ہر گام نالہ و آہ تصویر یاس ہم آغوش
لکھتے ہیں کہ اُس عازم سمت شوق عاشق خستہ حال کو چلّہ وہیں گذرا سامان سفر تیار ہوا اسباب صبح
کو اُس چلّہ نشین حجرۂ محبت کی رخصت ٹھہری کہ سُلطان عالم با دل ناکام بادشاہ دامن سحر کی صورت

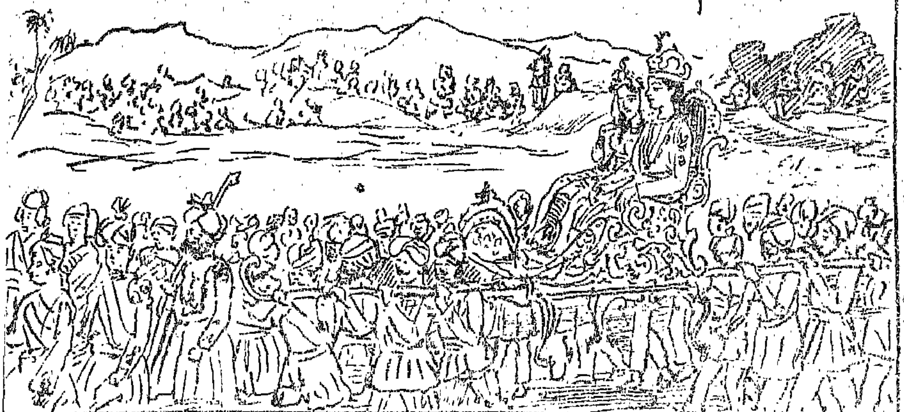
گریبان چاک کر مع ارکان سلطنت دو کوس شہر سے باہر ہمراہ دامن کوہ پر جا بیٹھا وزیر خوش تدبیر سے فرمایا کہ تم شہزادے کو رخصت کرو ہم یہاں سے جلوس سواری سامان سفر دیکھ لیں تھے یہ خبر اہل شہر کو معلوم ہوئی تمام خلقت پانچ برس کا لڑکا پچانوے برس کا بوڑھا رنڈی مرد دو سرے ٹیکرے پر اسی دم جمع ہوئے جھٹپٹے وقت جان عالم نے سواری طلب کی ہرکاروں نے عرض کی بادشاہ راہ کی طرف متوجہ ہو روشنی نمود ہوئی پلٹنیں آئیں تجی سجائی توپخانہ گذرا پھر بارہ ہزار ہاتھی سواری کا ہودج و عماری کا ہزار بارہ سو جنگی بازہ دست چاروں پھپیاں کھنچیں بان پٹے سونڈوں میں چڑھے بھسونڈے سے رنگے طلائی نقرئی زنجیریں کھنکتیں جھولیں زربفت کی نئے نئے رستے کلابتون کے سکلیں جڑاؤ مغرق گنگا جمنی پڑیں دورویہ اس انداز کی کہ اگر اصحاب فیل انہیں دیکھتے خوف کھاتے کبھی کعبہ ڈھانے نہ آتے فیلبان زربفت کی قبا یا کمخاب کی پہنے جڑاؤ بیدار پگڑیاں باندھے کمر میں پیش قبض یا کٹار ہاتھوں میں گجباگ جواہر نگار ستون کے ساتھ دو دو ڑی بردار ایک چرکٹا سنڈا ہاتھ میں ڈنڈا دو برچھی والے دیکھے بھالے آگے پیچھے تہ دل قریب سنڈ مار برابر دو رویہ سوار پھر کتنی لاکھ سواروں کے پرے ہاتھیوں سے پرے پرے سر سے تا پا لوہے کے دریا میں ڈوبے بیس اکیس برس کا ہر ایک شخص کا سن شباب کی راتیں جوانی کے دن خود بکتر زرہ پہنے بازوں پہ چار آئینہ فولادی میں ہر دم روئے مرگ معائنہ کرتے ہاتھوں میں دستانے خانہ جنگیوں کے باندھے دو تلواریں ایک قاش زین میں دوسری ڈاب میں تیغے کی جوڑیاں قبور میں سپر بہادری سے سر وں میں کمر میں قرولی یا کٹار آبدار سپر پشت پر برچھا ہاتھ میں بیکھا پن ہر بات میں مثل نہنگان بحر ہیجا و شیران الکنام دفاموش پھرتا ڈوبتے ہر بار گھوڑے کی پیٹھ گھوڑے وہ خوش خرام کہ سمند سبز فام جس کا قدم دیکھ کر آج تک چال بھولا ہے دیکھنے والے کہتے تھے چمن روان کیا بھلا بھولا ہے دو دو جیبیں باندھے ہوئے بیچ میں نچاتے روشن گھوڑے کُداتے جوہر دکھاتے چلے گئے پھر ہزار بارہ سو سانڈنی سوار خوش [illegible] یان سر پر آبی بانات کے پاجامے پاؤں میں ہتھیار لگائے [illegible] ان میں سیاہ ٹپیوں میں دو دو سو کوس کا دم سختی فلک اب [illegible] لاسے قدم قدم پہ جب بڑھے تو سواری کے خاص خاص [illegible] ی اور کیا اور

گاڑھن

نکالا دیکھنی وہ وہ گھوڑا جو ابلق لیل و نہار کی نظر سے نہیں گذرا اڑانہ موڑانہ رس کا خلل زنگ لُجا ڑ
نہ کھونٹا اکھاڑ سانپن نہ ناگن عقرب نہ اجل شبکور نہیں مُنھ زور نہیں کم خور نہ مٹھانہ کھُو بال
بھونری سے صاف حشری کمری کہنہ لنگ نہیں سینہ کا تنگ نہیں ہمہ تن اوصاف کسی پر جڑاؤ
زین بندھا کسی پر چار جامہ دوال کو کسا کسی کی فقط گردنی الٹی گنڈہ پٹہ ساز یراق جواہر نگار
پوزی دمچی طرحدار پر ہما کی کلغی لگی پاکھر پر تکلف پھولوں پڑی دوگا ما گام شہ گام پر غرا بیبہ رہوار
دُلکی کا منجھا ابیل کرتا جلو دار جنور رسے لئے مشغول مگس رانی میں ہمرکاب تپائی بردار معقول سرگرم
جانفشانی میں باگ ڈورین پکڑ رسائیں سے کر نکلے اُن کے بعد نوبت نشان ماہی مراتب علم
اژدہا پیکر جلو میں نصرت و ظفر یہ سب جلوس با کرّو فرّ آیا نوبت کی ندا جھانجھ کی جھانجھ سے صدا
قرنا سے شور و غل شہنا مین بھیرون بھباس کے سُر بالکل نقیب اور چوبداروں کی آواز پرسوز و گداز
عجب کیفیت کا عالم تھا اِدھر نقارہاے شتری و فیلی سے گوش کر و بیان کر ہوا جاتا تھا ایک طرف
شہر کے لڑکوں کا غول بجا وے بجاوے کا غل مچاتا چلا آتا تھا میر تُزک کہے تو ہر و مہ لیکر عصا لیے
نور ہاتھوں میں پنہی کہتے تھے گردوں پر ادب سے اور تفاوت سے وہ پیش شکار کا سامان میر شکار لائے
باز آہنی چنگال تیز بال بحری باشے شاہین عقاب فلک سیر جہان کے طیر انکے قریب تازی و لایتی کتے
یو وار گلدار انکی تگ و تاز سی جانبازی کرنیوالے چیتے جو دشمنوں کو جراچیتے بلکہ لہو پیتے سیاہ گوش آغوش
ہرن لڑنے والے خانہ زاد گھر کے پالے اُن کے بعد ہزار ہا سقہ خواجہ خضر کا دم بھرتا چھڑکاؤ
کرتا کمر میں کھاروے کی لنگیاں شانوں پر باوے کی جھنڈیاں مشکوں میں بید مشک بھرا دہانے
میں ہزارے کا فوارہ چڑھا مستعد و غلام بادلہ پوش حلقہ بگوش ہاتھوں میں ہیرے کے کڑے
پڑے منقل انگیٹھیاں سونے چاندی کی لئے ہوئے مہکتے نکلے بھر تو کوسوں تک جنگل رشک
تاتار مثل طبلہ عطار ہو گیا انکے متصل دو ہزار لالٹین والے کمین بلور کی صاف صاف خفا ف
لالٹینیں لئے شمع مومی و کافوری روشن کئے وہ سب غنچہ دہن زیب انجمن بڑھے پھر صد لئے
اہتمام نقیبان خوش گلو چار سو بلند ہوئی اور صبح صادق نے جلوہ دکھایا ہاتھ کو ہاتھ نظر آیا
شاہ خاور بھی دریچہ مشرق سے سر نکالکر مشغول نظارہ ہوا حسرت میں وطن آوارہ ہجوم سحر
نسیم و صبا کی فر فر شمع کا جھلملا جھلملا اداس جلنا سواری کا آہستہ آہستہ چلنا پہاڑی جانور و نکی سیر

ذکر حق مین وحش و طیر سبز درخت لہلہے پھول رنگ برنگ کے ڈہڑ ہے سقون کی آب پاشی صدائے
نالۂ مرغان خوش الحان سے وقت سحر اشہی خسرو انجم کا مع ثابت و سیارہ چھپتے جانا سورج کی کرن کا جگمگانا
پھولون کی بوباس چشمہ سرد و شیرین آس پاس خلق کا مجمع دامن کوہ پر سب کی نگاہ کبھی اس کیفیت
پر گاہ اُس انبوہ پر ادہر مسافرون کی کثرت اُدہر بادشاہ پُر ارمان خلق خدا با حسرت بچشم انتظار امیدوار
آمد پیادہ و سوار و تماشائے عجیب روزگار تھے یکایک غول خاص بردارون کا آیا کمخواب کی مرزائی
انگرکھے گجراتی شروع کے گھٹنے دلی کی ناگوری پاؤن مین سر پر گلنار چھینٹ طرحدار خاصیونکے غلاف
باناتی سقرلاتی باغ و بہار گرد پوش ململ کے سینگوٹے ساز مطلا جھلا جھل سے رفل چقماق توڑے
دار قرابین شیر بچے جس سے شیر زندہ نہ بچے جواہر نگار اور برچھی دار بانداز رستم گتے والے بکے بیش قرار
دریاچو دار رکاب در رکاب جھمکڑے کا عالم گرد اگرد بیچ مین شہزادۂ جان عالم اسپ باد رفتار پر سوار برابر
انجمن آرا کا سکھپال بڑی تمثال ہزار پانسو کہاریان پیاری پیاریان کمسن جسم گدرایا شباب چھایا
زربفت و اطلس کے لہنگے مصالحہ لگا ململ کے دوپٹے باریک بنت گوکھرو کی کرتی انگیا کاشانی
مخملی کرتیان کندھون پر کچھ سکھپال اُٹھائے باقی پرا جمائے اِدھر اُدھر جھڑا و کھڑے ملا کہ ہاتھون مین
پڑے پاؤن مین سونے کے تین تین چھڑے کانون مین سادی سادی بالیان نشۂ حسن مین
متوالیان کسی کا کان جو الا اٹھا تو حسن کی دوکان مین ناز و ادا کا رنج دو بالا اٹھا انداز و ناز الا اٹھا وہ
آہستہ تیوری چڑھا کے پاؤن رکھنا کبھی سسکی ہچکی ٹہری سیر تھی کئی سو سواری کا دوڑنے والا
خواجہ سرا عجیب طرح کا لنگڑا قلماقنین ترکنین سرگرم اہتمام خواجہ سرایان فن ہی لیاقت معقول
گھوڑون پر سوار بندوبست مین مشغول جریب زمین مین ٹپی کوس کا پھٹا تھا زمین کی پیمایش سواری
کی آرایش بڑا تزک بہ مرتبہ کر و فر نہایت دھوم دھام بادشاہ کے پاس آپہونچے جان عالم نے دیکھا
ظل سبحانی کے چشمۂ چشم سے جوئے خون جاری ہچکی لگی بیقراری طاری گھوڑے سے کود کر آداب
بجا لایا بادشاہ نے بہ چشم فرمایا اسوقت ہمارے پاس نہ آؤ خدا کو سونپا چلے جاؤ شہزادہ پھر اکر کے سوار ہوا
جس دم جان عالم نے گھوڑا بڑھایا تمام خلقت کا جی بھر آیا علی الخصوص بادشاہ کی بیقراری جان عالم
اور انجمن آرا کی گریہ و زاری دیکھ کر تماشائی واویلا مچا کہنے لگے آج رونق شہر کی رخصت ہے
زینت سلطنت کی رخصت ہوا ایسے مہر و ماہ کے جانے سے شہر مین غدر پڑیگا اندھیر ہو جائیگا انکا الم جلدی کیچ

تصویر جانعالم مع سامان سفر و سکھپال انجمن آرا اور ادھر ادھر فیل و شتر و بیل گاڑی و سواری لوگون



وحشت چھائی شہر اور سیر شام غم دکھانے لگا کہتے ہیں کہ سیکڑون مرد زندہ دل بے کہے سنے ہمراہ ہوئے
غریب الوطنی اختیار کی وہان بود و باش گوارا نہ ہوئی اسکے بعد چھ سات سو پالکی نالکی چنڈول محافہ
امیرزادیون کا اور ایسون جلیسون کی تین چار سو کھڑکھڑیان اور فینس پینس مستورون کا دو تین سو میانہ
چوپہلے اصیلون خواصون محلدارون کا ہزار نو سو رتھ اکبرآبادی دو دو چھتے سائبان وار نئے مغرق پردے
کچے ناگوری بیل جوتے جو فلک نے نہ دیکھے تھے جتنے ۔ انا چھوچھو چٹھی نویس ددا لونڈیان باندیان
سوار ہیں قطار قطار کئی رنگ کا ور چھکڑے اونٹ ہاتھی خزانے اور اسباب کے ڈیرے خیمے لدے لدے
کوسون سے چلتے نظر آئے غرضکہ تا شام بہیر بنگاہ بازاری سرکاری سب لوگ چلے گئے لکھا ہے
کہ روپئے اور اشرفیان امام ضامن کی دم رخصت اتنی آئین کہ تمام راہ سیکڑون نے پائین اور
کھجورون کا یہ حال ہوا کہ رات کے میلے ہاتھیون کو پیچھے ملے اور اہل لشکر کو بانٹ دیئے کھجورین جو بچ
گئین راہ مین پھینک دین وہ اگین اسکے درخت اُگے کم تھے اُسدن سے جنگل ہوگئے اُسوقت بادشاہ
سے بیچارہ اس یہ حال یا حق لشکر مین آیا وہ ایسا اجڑا شہر اجاڑ ویران نظر آیا بازار مین جابجا چراغ گل شہر مین
تاریکی کا غائب اندھیرا بالکل جس طرف دیکھا لوگ تھکے ماندے پھر کر پڑے تھے بازار مین تختے لگے تھے چڑھے تھے
لوگ سوز مفارقت سے دردمند دکانین بند جو جہان پڑا تھا شہزادی کی رخصت کا ذکر کر رہا تھا دو شخص اگر
باہم ملتے باد دل پرغم کہتے کوئی روتا تھا کوئی چپکا پڑا رو رہا تھا بستی سنسان بازار مین سناٹا خلق خدا اندوہ کی
مبتلا بادشاہ کو دو نا قلق ہوا رنگ فق ہو گیا محل مین آیا وہان بھی چھوٹے بڑے کو غمگین پایا لوگون کے غم جلد ہوگیا

سب اس یوسفِ رفتہ کے زندانِ فراق میں اسیرِ بلا ہو گئے علی الخصوص انجمن آرا کہ ماں جسکی نظر سے
وہ چاند سورج چھپ گئے زمانہ آنکھوں میں تیرہ و تار دل غم سے خار خار حیرت میں نقشِ دیوار ہو رہی تھی
آنکھوں میں زور تھا رو رہی تھی بادشاہ نے سمجھایا ہاتھ منہ دھلوایا کچھ کھلایا پلایا تو سب تا لبِ لب آہ و دل
جانِ عالم اور انجمن آرا دو منزل پانچ پانچ کوس کا کوچ دو چار دن کے بعد ایک دو مقام بہ راحت و
آرام کرتے چلے فوجِ ظفر موج ساتھ اردوئے معلی کا عجب عالم تھا ایک عالم روز ہمراہ جہان کی نعمت تیار شاہ
و نگاہ صرافہ بزاز جوہری روپیہ پیسہ اشرفی ڈھاکے کا پیرہ بنارس کا کلابتون گجرات کا کمخواب الماس
زمرد یاقوت احمر جو چاہو سو لو ایکطرف قصاب اور نانبائی پکی پکائی لیئے ہوئے میوہ فروش خانہ بدوش
حلوائی طرح طرح کی مٹھائی مینا بازار باغ و بہار جابجا مہر گنج کا جھنڈا گڑا چوبیسا بازار اجلا ہو خلافت کے
رو برو نصف شب گزرنے تک دکانیں کھلیں اکاسی دیا جلتا کھولا چھڑا اسکی روشنی میں آ جاتا
کوتوال سرگرم پاسبانی بازار والے نگہبانی میں سرشار رہتے ہر طرف سب خرم و شاداں و رواں
تھے مگر جانِ عالم جذبِ محبت ملکہ سے کبھی یہ کہتا تھا شعر یاں سفر میں ... [illegible]

ورود لشکر فیروزی اثر دیار ملکہ مہر نگار میں پھر دوبارہ ملاقات اور انجمن آرا
اور ملکہ مہر نگار کی دو بدو گفتگو پھر جانِ عالم کا نکاح بعد ... [illegible]

شامۂ خامہ سے عروسِ سخن کو یعنی زیب و زینت مطلع بیان میں یوں جلوہ آرا کرتی ہیں روز بروز
لشکر فیروزی اثر ملکہ مہر نگار کے باغ سے قریب پہنچا ہر اردوں نے مژدہ جان بخش فوراً ملکہ کو پہنچایا
کہ مبارک ہو شاہزادہ تشریف لایا بسکہ غم مفارقت سے تاب و طاقت طاق تھی سنتے ہی غش آیا
پھر سنبھلکر فرمایا بخت خفتہ کب بیدار ہوتا ہے ایسا اپنا کہاں نصیب ہے اور یہ جو اہل دل
کہتے ہیں تو ہمیں لکھو لیتے تفریح کلفتوں کی ترغیب ہے لا حاصل ... [illegible]
بھی سلتے ہیں ... [illegible]
موافقت کرا سکے ... [illegible]
شعر ... [illegible]
کوچہ کی ... [illegible]

جو جو کہ انتخاب تھے صفحے پر دہر کے ۞ ایسے وہ میٹ گئے کہ نشان بھی نہین رہے ۞ کس کی خوشی
کہان کی ہنسی کیسا اختلاط ۞ ہمکو نہ چھیڑو تم کہ وہ اب ہم نہین رہے ۞ چھوٹا نہ نزع مین بھی خیال
اُس کا اسے سرور ۞ دم بھرتے ہم اُسی کا دم واپسین رہے ۞ اُس عرصہ مین وہی خواص دل آرام نام
بارہ دری سے نیچے اُتری پھر کہا خدا جانے یہ لشکر کہان سے آکر اترا ہے ملکہ ہنسکر بجبلہ سر خواصون کے
کندھون پر ہاتھ دھر ٹھنڈی سانس بھر کوٹھے پر چڑھی دیکھا تو فی الحقیقت لشکر بے پایان سپاہ
فراوان ہے خیام شاہی استادہ ہین پھرتے چلتے سوار اور پیادہ ہین یکایک شہزادہ جانعالم نجیب
سوار اسپ صرصر خرام رخش تیز گام پر سوار نظر آیا اول تو اُسے پچانا کچھ مہجورون کا مارا دشت غربت کا
آوارہ دیکھا تھا اب حشم و خدم جاہ و حشم سے پایا بدن تھرایا اعضا اعضا مین رعشہ ہوا یہ روز تماشہ ہوا
اُستاد آتے ہی ترسے چھٹتا ہے رعشہ سا بدن مین ۞ چھپے کہین بیٹھے ہر لحظہ سنبھل ہم ۞ وہ
زردی چہرہ پر غم مژدہ وصل کی سرخی سے بدلگئی غش سے سنبھل گئی شہزادہ گھوڑے سے اُتر سیدھا ملکہ
کے باپ پاس گیا رسم سلام بجا لایا اُسنے دعائے خیر دیکر چھاتی سے لگایا کہا الحمد للہ تمھین بصحت
و عافیت اللہ نے کامیاب دکھایا پھر انجمن آرا کی سواری آئی تسلیم بجا لائی پیر مرد نے فرمایا شہزادی
نے فقیر کے حال پر کرم کیا اللہ بھلا کرے اُسنے عرض کی کہ کنیز مدت سے حضور کی صفت و ثنا
ظل سبحانی کی زبانی سنا کرتی تھی آج شہزادہ کی بدولت سعادت آستان بوس حاصل ہوئی دو گھڑی
بیٹھی پھر التماس کیا کہ اگر اجازت دیجئے ملکہ کی ملاقات سے مسرور ہون اس مرد حق پرست نے فرمایا اسکا پوچھنا کیا
بابا بے تکلف خانہ خانۂ شما است جانعالم رخصت ہو خیمہ مین آیا انجمن آرا نے ملکہ کے مکان کا رستہ لیا آنیکی خبر

تصویر انجمن آرا اور ملکہ مہر نگار کے باہم گلے ملنے کی



پیشتر ملکہ کو پہونچی تھی سامان اُس اُجڑے مکان کا درست ہوا تھا جب سواری اُتری لبِ فرش لینے کو آئی فراشی سلام کیا گلے سے انجمن آرا نے لگایا ملکہ آبدیدہ ہو کر بولی تمنے مجھے محجوب کیا مین فقیر کی بیٹی تم شہزادی ہو چہ نسبت شاہ و گدا دونون بندۂ خدا ہین الّا تمھارے قدم آنکھون پر رکھون تو بجا ہے آپکے آنے سے مجھے بڑا افتخار حاصل ہوا ہے انجمن آرا بولی ہنسکے یہ خوب کیا رنڈی یہ چوچلے کی باتین بیگانہ وار نہ کرتی تو کیا ہوتا اے صاحب ہمارے تمھارے تو رشتہ ہمسری و برابری ہے اور حساب کی راہ سے پہلے تو سلامتی سے تمھین ہو سرکاری اُسمین ملا ہے پہلے مزا آپنے چکھا ہے جو مین لوٹا ہے غرضکہ دو دو دونون ہوگئین اختلاط حرف و حکایات رمز و کنایہ شب بھر رہے جس وقت عروس شب نے مقنعۂ مغرب مین منھ چھپایا اور نوشاہ روز مشرق سے نکل آیا انجمن آرا جانعالم کے پاس آئی دیر تک اخلاق و محبت ملکہ کا مذکور کیا کہ اس صفت کی عورت آجتک نہ دیکھی تھی دوسرے دن جانعالم نے ملکہ کے باپ سے عرض کی کہ الکریم اذا وعد وفی اُس سالکِ راہ حق نے ارشاد کیا ہم اس لائق کہان ہین لیکن مصرعہ شاہان چہ عجب گر بنوازند گدا را ٭ تم قول کے پورے ہو اقرار کے سچے ہو بسم اللہ اپنے زمرۂ کنیزون مین سرفراز کرو شادی کا نام لینا منھ چڑھانا ہے نہ وہ ہم ہین نہ وہ ہمارا زمانہ ہے آخر بطور شرع شریف ملکہ کا نکاح جانعالم کے ساتھ ہوا اب یہ معمول ہوا کہ ایک شب انجمن آرا کی دوسری رات ملکہ کی ملاقات کی ٹھہری اور اُن دونون مین وہ راہ و رسم محبت و الفت کی بڑھی کہ شہزادی کی عاشقی نظر سے گر گئی نظری ہوئی اور سچ ہے جو طرفین سے محب الطرفین ہوتے ہین اُن مین رشک و حسد رنج و ملال خلل نہین پاتا کبھی جلی کٹی یا بغض عداوت کج بحثی وا انتا کل کل روز کی تُو تُو مین مین چھوٹی اُمت پر ختم ہے لاکھ طرح انھین سمجھاؤ نشیب و فراز دکھاؤ لیکن ان لوگون سے بے جھونک جھانٹا نہین رہا جاتا دو دن ایک طرح پر صحبت برابر نہین آتی ہے زندگی انسان کی تلخ ہو جاتی ہے لاکھ طرح کا غم ہوتا ہے ناحق یہ کم ہوتے ہین

عشق مین طرفین سے الفت برابر چاہیے ۔ جو بدل بندہ ہو اُس کو بندہ پرور چاہیے

داستان حیرت بیان رخصت جانعالم پیر مرد کامل نا بتانا چلتے وقت وزیرزادے کا ملنا انجمن آرا کے میلان سے شہزادے کو بندر بنانا ستم پکانا ہزارون مصیبت اٹھانا مع الخیر صحبت پانا

مصیبت نگار و مصائب رقم ۔ جگر چاک و مغموم میر القلم ۔ زمانے کی کچھ طرز لکھتا ہے یان

عجائب غرائب ہے یہ داستان	مری بات باور یہ کرنا یقین	کسی کا کوئی دوست مطلق نہیں
جو یہ دوست ہیں اپنے دشمن کہیں	نہیں ہیں نہیں ہیں نہیں ہیں نہیں	کیا امتحان میں نے اکثر [illegible]
ضرورت کی کچھ دوستی ہے ضرور		

قصہ کوتاہ چندے شہزادہ والا جاہ وہاں رہا ایک روز یہ عاشق و معشوق باہم بیٹھے تھے جان عالم نے کہا ہمیں وطن چھوڑے عزیزوں سے منہ موڑے عرصہ ہوا نہیں معلوم ہے اب چلنا ضرور ہے وہ دونوں نیک خو رضا جو ہوئیں بہت خوب اُسی روز رخصت ملکہ کے باپ سے درمیان آیا اُسنے بھی روکنا مناسب نہ جانا سفر کی تیاری ہوئی دم رخصت اسقدر مال اسباب نقد و جنس کی قسم سے شہزادے کو ملا کہ انجمن آرا کا جہیز بھول گیا اور وقت وداع پیر مرد نے بدل پُر درد جان عالم سے کہا فقیر کے پاس کچھ نہ تھا جو پیشکش کرتا مگر ایک نکتہ بتاتا ہوں جب امتحان ہوگا خزانہ قارون سے زیادہ کام آئیگا اگر اچھا دلکر رو گے پھر چند فقرے سمجھا کر تاکید کی کہا اگر یہ بدستور حقیقی بھائی سے اظہار کر دیگا دیکھو حضرت یوسف سے زیادہ صدمے ہونگے مانند اخوان یوسف اس پر آکے ڈالیں گے دیکھیں یہ ابھی سے زمانہ راز کھلنا بُرا ہے چھپا رہنا بھلا ہے یہ نکتہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے سب کو یاد ہے کہ دنیا میں برادر حقیقی دشمن برادر زادہ ہے ہے کہ بھائی ان بردہ فروشوں نے کہاں کے بھائی بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہوتے پھر انجمن آرا پاس آکر پایا شہزادی قمر زادی کنیز کو عزیز جانا مگر نظر الطاف و کرم ہر دم رکھنا یہ بھی خدمتگزاری میں قصور نہ کریگی اسے تکلو دیتا ہوں حافظ حقیقی کے سپرد کیا یہ ظاہر حال اندر سواری دیر سے تیار تھی لوگوں پر ثابت تھا کہ کوئی امر پوشیدہ و درپیش ہے بار بار شہزادے سے چپکے اظہار کرتے ہیں اتفاق زمانہ آج ہی روز وہ وزیر زادہ جو وطن سے ساتھ نکل ہرن کے پیچھے گھوڑا پھینک دشت ادبار میں شہزادے سے جدا ہوا تھا گشتہ و پریشان پھرتا پھرتا پیادہ پا ادھر آنکلا اس نے جو یہ لشکر جرار قافلہ تیار دیکھا پوچھا کسکی سواری ہے کہاں کی تیاری ہے لوگوں نے تمام جان عالم کا قصہ سنایا یہ خوش ہوا جی میں جی آیا پوچھا شہزادہ کہاں ہے وہ بولے پیر مرد جو یہاں کا مالک ہے فقیر سالک ہے کچھ کہنے کو جدا لیگیا ہے اس عرصہ میں جان عالم رخصت ہو کر سوار ہوا وزیر زادے نے مجرا کیا شہزادے نے گھوڑے سے کود کر گلے لگایا دیر تک نہ چھوڑا اسی دم لباس فاخرہ پہنا ہمراہ سوار کیا راہ میں سرگذشت مفصل پوچھتا آتا تھا جب خیمہ میں داخل ہوا وزیر زادے کو محل میں طلب کیا انجمن آرا اور ملکہ مہر نگار سے ملوا کہا یہ وہی شخص ہے جسکا اشارت مدام وطن میں کھاتا تھا تمہیں سمجھاتا تھا ان کو تب لیکے ان لوگوں نے بہت مجرے کیا کئے ہیں ایکدن کہ وہ دن

ہیں آوارہ دشت ادبار کیا تھا جدا ہر ایک دوستدار و غمخوار کیا تھا اب مساعدت بخت سے ایام
سخت دور ہوئے بہم مہجور ہوئے وزیرزادے کا حال سنو انجمن آرا کا حسن و جمال بے مثال دیکھ دیوانہ
ہو ہوش و حواس عقل کھو کے کام بنا وصل کی تدبیر میں پھنسنا

استاد یار اغیار ہو گئے اللہ | کیا زمانے کا انقلاب ہوا
استاد خدا سے ملے تو ملے آشنا نہیں اپنا | کوئی کسی کا نہیں دوست سب کہانی ہے

دو چار گھڑی یہ صحبت رہی پھر اپنے اپنے خیموں میں گئے وزیرزادے کو اسکے خیمہ عالی استاد ہوا
پھر جتنی اسمیں جلیس حسین مہ جبین دونوں شہزادیوں کے ہمراہ تھیں اُسے دکھا فرمایا جسطرف تیری
رغبت ہو دل لوا دون وہ نطفۂ حرام اور خیال میں تھا عرض کرنے لگا میری کیا مجال ہے اور کیا تاب
و طاقت ہے جو انھیں بری نگاہ سے دیکھوں جانعالم بہت رضامند ہوا کہ بڑا نیک طینت صاف
باطن ہے اسباب ظاہر اس نظر سے زیادہ بد نظر ہوا دل میں گھر ہوا اہتمام صحبتین حالات سفر رنج
راہ نفع و ضرر شہزادے نے بیان کیا مگر جب پیر مرد کے شوہے کا ذکر آتا ٹال جاتا وہ سمجھا کہ کچھ
اسمیں بھید ہے ایک روز ملکہ مہر نگار اور انجمن آرا نے متفق ہو کر جانعالم سے کہا یہ بنا ناجرا ہے ہر دم
ایک شخص غیر اور جوان کو شریک صحبت خلا ملا رکھنا کیا مناسب ہے اور دوا سلطنت سے بھی یہ امر بعید ہے
شیطان کو انسان دور نہ جانے خبر تو کیا اپنے کا اعتبار نہ مانیے جانعالم نے کہا پھر ایسا کلمہ زبان پر
نہ لانا اُسنے تمھاری لونڈیوں کا پاس کیا نہ کہ تمھارا حفظ مراتب اور میں بھی تو ایسا بیہودہ نادان نہ تھا
جو خلاف وضع حرکت کرتا ملکہ چپکی ہو رہی انجمن آرا سے مخاطب ہو کر کہا یہ اُسکے خدا انصاف تو کیجئے
خاطر کی نہ لیجئے احمق میں کس بیوقوف کو قائل ہوگا آپ اگر عقل کے دشمن نہ ہوتے تو کیوں جھوٹ میں
کود کر ساحرہ کی قید میں پھنستے نام زن و پیر ہوا بھلا سچ کہو شرمندہ نہ ہو جی میں کیا سمجھے تھے جو کود پڑے
ذرا یہ خیال نہ آیا غور اس فکر کو بجھا تامل کو غوطہ زن نہ فرمایا کہ کہاں انجمن آرا کجا جنگل کا حوض اسمیں
کیونکر آئی وہ از نسل شاہی تھی یا از خاندان ماہی تھی جانعالم کھسیانا ہو گیا کہا یہ بات اور ہے اور یہ
اور کہاں کا ذکر کہیں جگہ ملا یا کیا میری حماقت کا موقع تمہارے ہاتھ آیا یہ تو سمجھو شعر

عشق از بن بسیار کردست و کند | سنگ را دانا کرد ست و کند
استاد کہتے ہیں جسے عشق وہ اقسام جنون ہے | کیونکر کہ حواس اپنے میں باستے ہیں عاقل ہم

بھلا اپنی باتیں تو یاد کرو دل میں منصف ہو ملکہ نے کہا دیکھا اب شرمائے تو یہ کہانی لائے ہیں نڈر ہی ہوں ناقص عقل سب کہتے ہیں بھلا صاحب اگر مجھ سے بیوقوفی کی حرکت ہوئی تعجب نہیں شکر کر نیکی چاہیے کہ آپکا مزاج بھی میری سا ہے آخر یہ بات ہنسی ہی میں اڑ گئی مگر وہ مکار ہر کوچ و مقام میں وقت کا منتظر تھا ایک روز غم اندوز شہزادے کا خیمہ صحرائے باغ و بہار دشت لالہ زار رشک چمن تھا رخسار ہزار آزار میں ہو گیا صحرا نے کیفیت دکھائی پھولوں کی خوشبو دماغ میں سمائی جا بجا چشمے رواں دیکھکر یہ لہر آئی کہ تنہا وزیرزادے کا ہاتھ پکڑ لب چشمہ جا بیٹھا کشتی شراب کی طلب کی جس دم جان عالم کی آنکھوں میں سرور آیا اختلاط کا زبان پر مذکور آیا اس وفا شعار غدار نے وقت تنہائی صحبت بادہ پیمائی نشے کی حالت غنیمت جانی رونے لگا شہزادے نے ہنسکر کہا خیر ہے وہ بولا جو شرط رفاقت حق خدمت دنیا میں ہوتا ہے غلام سب بجا لایا مگر محنت و مشقت و غریب الوطنی دشت نوردی کا عوض خوب بھر پایا جب آپسا قدردان بات کو چھپائے تو پھر اور کسی سے کس بات کی امید ہے جان عالم نشے میں انجام کار نہ سوچا اس فیلسوف کے رونے سے بے چین ہو گیا کہا اگر تجھے بھی امر ناگوار ہے تو سن بے جوان ایسے مجھے ملکہ کے باپ نے یہ بات بتائی ہے کہ جسکے قالب میں چاہوں اپنی روح لیجاؤں اسنے پوچھا کس طرح شہزادے نے ترکیب بتادی جب وہ سب سیکھ چکا بولا غلام کو بڑی امتحان غلطی کا گمان ہے شہزادہ اٹھکر جنگل کی طرف چلا چند قدم بڑھکر ایک بندر مردہ دیکھا کہا دیکھو میں اسکے قالب میں جاتا ہوں یہ کہکر شہزادہ زمین پر لیٹا بندر اٹھ کھڑا ہوا وزیرزادے کو سب ڈھنگ یاد ہو گیا تھا فوراً وہ کور نمک زمین پر گرا اور اپنی روح جان عالم کے قالب خالی میں لا کھڑا ہوا کمر سے تلوار نکال اپنا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر کے دریا میں پھینک دیا شہزادے کا نشہ ہرن ہوا سمجھا بڑی خطا ہوئی از ماست کہ بر ماست خود کردہ را علاجے نیست وہ کافر بندر کے پیچھے دوڑا شہزادہ بیچارہ بھاگ کر درختوں کے پتوں میں چھپا پھر تو وہ

تصویر بندر کے قالب میں آنا جان عالم کا اور وزیرزادہ کا جان عالم کے قالب میں آنا اور اپنا قالب کاٹ کر پھینکنا



وہ نطفہ حرام لہو کے دون پر چھڑک بید پھڑک ملکہ کے خیمہ مین آیا رو یا پیٹا چلّایا کہا اسوقت ستم کا حادثہ ہوا
مین وزیرزادے کے ساتھ سیر کرتا تھا یکایک جنگل سے شیر نکلا اُسے اٹھا لیچلا ہر چند مین نے جانبازی کی
سے شیر کو تہ شمشیر کیا زخمی ہوا مگر اُسے نہ چھوڑا ایسے ہی گیا ملکہ نے تاسف کیا سمجھا اقضا سے کیا
چارہ یہی حیلہ مرگ اُسکے مقدر مین تھا پھر انجمن آرا کے پاس گیا وہان بھی یہی اظہار کیا الّا گھبرایا
ہوا باہر چلا گیا ملکہ انجمن آرا کے خیمہ مین آئی وزیرزادے کا مذکور آپس مین رہا لیکن ملکہ کو قیافہ شناسی
کا بڑا ملکہ تھا پریشان ہو کر یہ کلمہ کہا خدا خیر کرے آج بہت شگون بد ہوئے تھے صبح سویرے ہم نے آنکھ پھڑکتی
تھی راہ مین ہرنی اکیلی راستہ کاٹ میر اسمتہ تکتی تھی اپنے سایہ کو بھڑکتی تھی خیمے مین اُترتے وقت کسی نے
چھینکا تھا خواب تشویش نماز کیوقت دیکھا تھا تم بھی فضل الٰہی سے عقل و شعور رکھتی ہو آج کی حرکتین
شہزادے کی غور کرو خلاف عادت ہین یا مجھی کو وہم ہوا ہے انجمن آرا نے کہا تم جانتی ہو وزیرزادے سے
محبت کیسی تھی رنج و الم بُرا ہوتا ہے بدحواسی مین اور کیا ہوتا ہے القصہ وہ شب ملکہ کے پاس رہنے
کی تھی اُسے اندر کا حال کیا معلوم تھا طبیعت کے لگاؤ سے انجمن آرا کے خیمہ مین گیا جسوقت پہر بجا ملکہ وہان
گئی دیکھا شہزادہ وہان بیٹھا ہے مگر مضطر اُسنے پوچھا آج کہان آرام کروگے وہ جھجک کر بولا جہان
تم کہو ملکہ نے کہا یہین سو رہو شہزادے نے کہا بہت خوب یہ کلمہ بھی خلاف دستور ظہور مین آیا اسکا بہت خوب کہنا
ملکہ نے بُرا مانا انجمن آرا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے خیمہ مین لائی رو رو پیٹی چلّائی انجمن آرا بولی ملکہ خدا کیواسطے مجھے مفصل
بتاؤ وہ بولی غضب ہوا قسمت اُلٹ گئی شہزادے سے چھوٹ گئی خدا کی قسم یہ جانعالم نہین تھا یہی شہزادی
تھی گو سیدھی سادھی تھی کہا درست کہتی ہو بہت سی باتین اُسنے آج نئی کی ہین ملکہ نے کہا خیر اب جو ہوا سو ہوا
تم یہین سو رہو پھر حبشنون اور ترکنون سے فرمایا ہم سوتے ہین تم در خیمہ پر مسلح جاگو اسوقت شہزادہ کیا اگر قصد
آئے بار نہ پائے یہ خبر سنکر وہ بچا اور اکیلے در خیمہ مین جا پڑے ایک ڈر دو طرف ہوتا ہے ملکہ نے
کہا دیکھا اگر جانعالم ہوتا کبھی اکیلا نہ سوتا بے تامل چلا آتا بدمزگی کا باعث خفگی کا سبب پوچھتا اُسے
کسکا ڈر تھا اُسکا تو گھر تھا انجمن آرا کہنے لگی صورت تو وہی ہے اسوقت ملکہ نے ماجرا غیر کے قالب مین
روح لیجانے کا دم رخصت اپنے باپ کے بتانے کا مفصل بتایا پھر کہا کہ یہ چال وزیرزادے سے
کہا ہوگا یہ فساد اُسکا ہی ہے مین اُسکی چتون پر شک آیا تھا سامنے لانے کو منع کیا تھا سمجھایا تھا وہ
نادان ہمارا کہنا خاطر مین نہ لایا اس کا مزا پایا القصہ وہ شب کہ شب اولین گور تھی رونے پیٹنے مین

کسی انجام کار کا تردد و تفکر رہا کہ دیکھیے شیشۂ ناموس و ننگ سنگ ظلم سے کیونکر بچتا ہے اور کہتی تھیں

استاد کسے تیغ جفائے چرخ سے امید رہنے کی	جو ہو وے بھی تو ہاں شاید دہان زخم خندان ہو

اسی فکر و اندیشہ میں صبح قیامت نمود ہوئی سواری ڈیوڑھی پر موجود ہوئی کوچ ہوا خبرداروں نے اُس نے شہزادے سے عرض کی یہ سرزمین غضنفر کی ہے یہاں سے پانچ کوس شہر ہے حاکم یہاں کا زرہ پوش غضنفر شاہ زرہ پوش ہے حکم کیا خیمہ ہمارا شہر کے قریب ہو کار پرداز حسب الارشاد عمل میں لائے جب شہزادیاں خیمہ میں داخل ہوئیں خود آیا ادھر یہ بیچاریاں ڈرتے با دل صد چاک اُدھر ملکہ کے عجب وہ بیچارا بھی خوفناک ساعت پھر بیٹھ کر اُٹھ گیا جب غلغلہ فوج اور آمد لشکر وہاں کے بادشاہ نے سنا کہ لشکر بیشمار سپاہ جرار شہر کے متصل آ پہونچی اسے بہت تشویش ہوئی وزیر خوش تدبیر کو چند تحفے دیکر استفسار حال در پردہ استقبال کو بھیجا تا ملازمت حاصل کر کے حضور میں سن و عن عرض کرے وزیر حاضر ہوا عرض بیگیوں نے خبر پہونچائی وہ تو داب سلطنت ریاست کا رنگ ڈھنگ جانتا تھا وزیر اعظم کا بیٹا تھا روبرو طلب کیا بعد ذکر اذکار ہر شہر و دیار اپنا سبب آمد بجہت سیر و شکار اور اچھا ہونا آب و ہوا اس جوار کا اور دیکھنا یہاں کے شہر اور شہریار کا بیان کیا دم رخصت خلعت فاخرہ وزیر کو عنایت ہوا اور بطرز دوستانہ کچھ ہدایا بادشاہ کو روانہ کیا جب وزیر اپنے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا حسن اخلاق دبدبۂ شوکت و صولت آئین سلطنت رعب و جرأت کا اُسکے اس رنگ ڈھنگ سے ذکر کیا کہ وہ بادشاہ بیساختہ مشتاق ہو کر سوار ہوا خبرداروں نے اس حال سے مطلع کیا۔ ارکان سلطنت وزرا و امرا جنگی سپہ سالار پیشوائی کو گئے جب قریب پہونچا خود در خیمہ تک آیا معانقہ کر دونوں تخت پر جا بیٹھے سلسلہ کلام بلاغت نظام طرفین سے کھلا وہ بھی اُسکی صورت پر غش ہو گیا فصاحت پر عش عش کرتا رہا بصد تکرار شہر کا مکلف ہوا جلد جلد عمارات شاہی بھی سجائی خالی ہوئیں اُسکو اتارا لشکر وہیں رہا پھر حسب طلب ملکہ و انجمن آرا مع جوگی دو محل برابر خالی ہوئے شہزادیاں وہاں اتریں چند روز دعوت کے جلسے رہے جب فرصت ملی دل میں سوچا اگرچہ جان عالم بند ہے الا اس کے جیتے میں اپنی مرگ کا خوف و خطر ہے ایسی تدبیر نکالئے کہ اسے جان سے مار ڈالئے پھر بے کھٹکے آرام صبح و شام کیجئے ملکہ سے ڈرتا تھا پھر مرکے نام لیتے ڈرتا تھا جیسے چور کی داڑھی میں تنکا یہ سوچکر حکم کیا ہمیں جو در کار ہیں جو لائیگا دس روپیہ پائیگا اہل شہر [illegible]

پکڑ لاتے جو سامنے آتا بغور دیکھ سر تڑواتا تھوڑے عرصے مین بہت بندر ہلاک اُس سفاک نے کیے
جب بندر کم ہوئے دام بڑھے بجہد کیفی بندر بوردہ مقرر ہوئے دو کوس چار کوس گرد و پیش نام و نشان
بندر کا نہ رہا عنقا ہو گیا چنانچہ وہین سے بھاگے ہوئے آجتک متھرا اور بندرابن اور اودھ جنگلے مین خستہ
ہین بلکہ اس زمانے مین بندرابن بالفتح تھا اب عرصہ دراز گذرا وہ بندرون کی کثرت جو تھی اِس کثرت سے
یہ لفظ بالکسر خلقت کہنے لگی غرض کہ شہر مین ہر طرف غلغلہ ہوا سب کی یہی معاش ہوئی ہر شخص کو
بندر کی تلاش ہوئی ایک چڑیمار بد روزگار اس بستی مین بستا تھا مگر محتاج مفلوک بہزار جستجو
وہ تمام دن کی گردش مین دس پانچ جانور جو ہاتھ آجاتے دو چار پیسے کو بیچ کر جورو خصم روٹی
کھاتے اگر خالی پھرا فاقے سے پیٹ بھرا ایک روز اُسکی جورو کہنے لگی تو سخت احمق ہے دن بھر
جانورون کی تلاش مین در در خاک بسر گو سا دیوانہ ہر ایک ویرانہ جھانکتا پھرتا ہے اسپر جو روٹی ملی
تو بدن پر لتا ثابت نہین کسی طرح اگر مہربان کی دیا سے ایک بندر بھی ہاتھ آئے تو برسون کو فرصت
ہو جائے لالچ تو بُرا ہوتا ہے وہ راضی ہوا کہا کہین سے آٹا لا روٹی پکا اور جس طرح بنے تھوڑے چنے
بہم پہنچا صبح بندر کی تلاش مین جاؤن کا نصیب آزماؤن گا اس نے مانگ جانچ وہ سامان کر دیا
دو گھڑی رات رہے چڑیمار جال پھٹکی پھینک لاسا کپا چھوڑ ٹٹی جو دھوکے کی تھی وہ توڑ دی
روٹی چنے اور رسی لے کر چل نکلا شہر سے چھ سات کوس باہر جنگل درختون مین ڈھونڈنے لگا ان
کا حال سنئے شہزادہ جو بندر بنا تھا اُسنے جس دن سے بندر پکڑتے لوگون کو دیکھا تھا اور سر تڑواتے
کا حال سنا تھا بدحواس پریشان سر اسیمہ زیست سے یاس حیران ہر طرف چھپتا پھرتا تھا کہ مبادا

تصویر چڑیمار کے بندر کے پکڑنے کی مع شگاف درخت



کوئی پکڑ لیجائے زندگی مین خلل آئے اُس روز کئی دن کا بے دانہ و آب خستہ و خراب ضعف و نقاہت سے ایک درخت کے کول مین غش ہوکر پڑا تھا چڑیمار نے دیکھا دبے پاؤن آ کر گردن پکڑی اُسنے آنکھ کھولی گلا دست قضا مین پایا جینے سے ہاتھ اٹھایا یقین ہوا زیست اتنی تھی آج پیمانہ بقا بادۂ اجل سے لبریز ہوکر چھلکا پکارا اے گردون دون انا للہ و انا الیہ راجعون چڑیمار نے کس کے رسی کھول مضبوط باندھا پھر شہر کا رستہ لیا تھوڑی دور چل بندر نے کف افسوس مل کہا اے شخص کیون خون بیگناہ رانده درگاه اپنی گردن پر لیتا ہے مصیبت زدے کو اور دکھ دیتا ہے وہ بولا کیا خوب تو باتون سے مجھے ڈراتا ہے اگر دیو بھوت جن آسیب جو بلا ہے بلا سے مگر تیرا چھوڑنا ناروا ہے آج قسمت آزمائی ہے نعمت غیر مترقبہ ہاتھ آئی ہے تجھے بادشاہ کو دونگا سو روپے لونگا چین کرونگا یہ سنتے ہی سن ہوگیا رہی سہی جان قالب سے نکل گئی ہرچند منت و سماجت سے کہا لالچ کا کام برا ہوتا ہے کچھ کام نہ آیا چڑیمار نے جلد جلد قدم بڑھایا قریب شام دکام گھر آیا جورو سے کہا اچھی ساعت گھر سے گیا تھا طائر مطلب بیدام و دانہ خواہش کے جال مین پھنسا یہ کہکر خوب ہنسا اب دو کلمے یہ سنئے جسدن شہزاده گرفتار بلائے تازہ ہوا یعنی چڑیمار کے دام حرص مین گرفتار ہوا ملکہ دل گرفتہ خود بخود گھبرائی رو رو یہ بیت زبان پر لائی اُستاد ہوئی کیا وه تاثیر اے آه تیری تھی آگے تو کچھ بیشتر آزمائی ۞ انجمن آرا سے کہا تمنے سنا یہ کمبخت بندر پکڑا اسیر کہلاتا ہے یقین جانو جانعالم اوسی مصیبت مین ہے اور آج خدا خیر کرے صبح سے یطرح دل کا ہم کو اضطراب ہے جان زار کو پیچ و تاب ہے جگر کٹا جاتا ہے کلیجہ الٹا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے شہزادہ پکڑا گیا یا اور کوئی آفت تازہ ستم نو بے اندازہ

پھر نہ چرخ کہن دکھائیگا کسی کو بڑے والا ایسا | پیر جس سے جی کو کمال ہو الفت | جس کی جانب درست ہو نسبت
جنبش اسکی پلک کو گردان ہو | دل مین یان کاوش اک نمایان ہو | یار کو درد چشم اگر ہو
چشم عاشق لہو سے تر ہووے | وان دہن تنگ یان ہو دل تنگی | حسن اور عشق میر

انجمن آرا نے جھنجلا کر کہا اس سے اور فزون کیا دنیا مین تباہی اور خرابی ہوگی شہر چھٹا ماں باپ اور عزیز و اقربا کی جدائی نصیب ہوئی زخم دل و جگر آسے پڑے ہین جان کے لالے پڑے ہین

مرض الموت سے کچھ کم نہین آزار اپنا | دل مین دشمن کے بھی یارب نہ چھپے

اور جس کے واسطے آواره و سرگشتہ ہوئے جیدے سے سوست بخت نافرجام گردش ایام سے لٹے

وطن سے ہاتھ دھو بیٹھے اب رفتہ رفتہ قضا مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ نا سمجھ تجھے فرقت کی اسیری سے
رہائی ہوتی ٭ کاش عیسیٰ کے عوض موت ہی آئی ہوتی ٭ ابر رحمت سے تو بہتر دم رہی کشت عمری
کوئی بجلی ہی فلک تو نے گرائی ہوتی ٭ ہوں وہ غم دوست کہ سب اپنے ہی دل میں بھرتا ٭ غم عالم کی
اگر اس میں سمائی ہوتی ٭ یہاں تو یہ باتیں تھیں اُدھر چڑیمار کی جورو چراغ لیکر بندر کو دیکھنے لگی بندر
سوچا وہ کمبخت مرد بے رحم نہ ہوا کیا عجب یہ رنڈی ہی اگر نرم زبانی سے مذکور آفت آسمانی سنے تو مہربانی
کرے اس خیال سے پہلے سلام کیا وہ ڈری تو یہ کلام کیا اے نیک بخت خوف نہ کر دو باتیں میری

تصویر چڑیمار کی بندر لئے ہوئے اور اسکی جورو کا چراغ سے دیکھنا اور بندر کا سلام کرنا



گوش دل سے سُن لے گنواریاں بھی کی کڑی بھلی ہوتی ہیں بندر کا بولنا اچنبھا سمجھ کر کہا کہو وہ بولا
ہم غریب الوطن گرفتار رنج و مبتلائے محن گھر سے دُور قید سے مجبور ہیں ماں باپ نے کس کس
ناز و نعم سے پالا فلک نے کون کون سی مصیبت دکھانے کو گھر سے نکالا یہاں تک در بدر حیران
و پریشان کرکے بُرے دن دکھائے کہ تیرے پاس گرفتار ہو کر آئے اُستاد پیدا کیا خدا نے کسی
مصیبت ٭ لایا مجھی کو یہاں یہ جہاں آفرین عبث ٭ اب صبح کو جب ہم گردن مارے جائینگے
تو بے تمہارے ہاتھ آئیں گے خون بیگناہ کی جزا حشر کے دن پاؤ گے بکیٹھ چھوڑ کس میں
پیسہ دو پیسہ ہاتھ کا میل ہے اس پر جو بیل کرتے ہو کتنے دن کھاؤ گے تقدیر جیتے جی نا چھوڑیگی
ہاتھ دھوتے مر جاؤ گے۔ اگر ہمارے حال پر رحم کرو گے خدا اور کوئی صورت کرے گا
روپیہ کے بدلے تمہارا گھر اشرفیوں سے بھرے گا ہمارے قتل میں گناہ بے لذت یا
موذی کی حسرت نکلنے کے سوا اور کیا فائدہ ہے اگرچہ ایسا جینا مرنے سے بُرا ہے

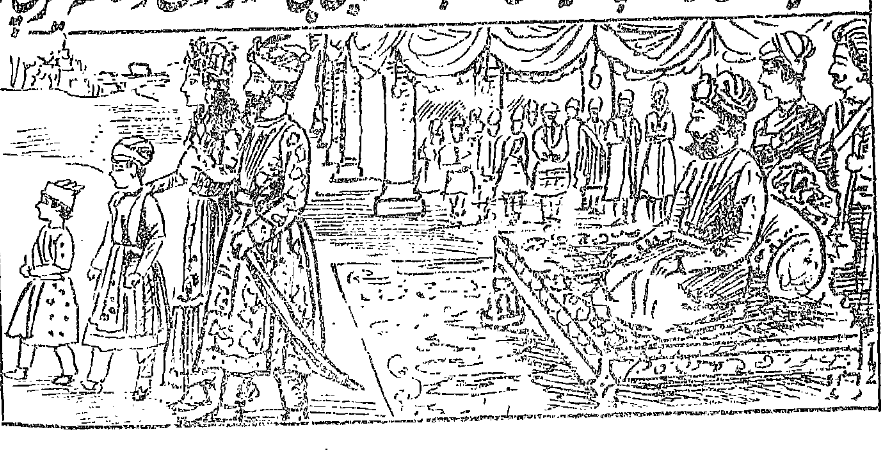
لیکن خدا جانے ارادۂ ازلی مشیت ایزدی کیا ہے ہماری تقدیر مین کیا کیا لکھا ہے. جو خدا کے نام پر نثار ہے اللہ اُس کا ہر حال مین مددگار ہے تو نے بادشاہ یمن کا قصہ سُنا نہین ایک سلطنت لُٹا دی دو پائین لا بچون کی قضا آئی جا بین گنوا بین رنڈی موم کی ناک ہوتی ہے جب پھر گئی جدھر پھیرا اُدھر پھر گئی - بندر کی باتون پر کچھ تعجب کچھ تاسف کرکے کہنے لگی -

ہنومان جی وہ کہانی کیسی ہے سناؤ مہراج

فسانۂ شاہ یمن سلطنت سائل کو دینا اور بی بی کو مع بیٹون لیکر شہر سے باہر نکلنا راہ مین سوداگر کا فریب پھر فرزندکی جدائی آخر سلطنت ہاتھ آئی

بندر نے کہا سر زمین یمن مین ایک بادشاہ تھا ملک اُس کا مالامال دولت لازوال بخشندہ تاج و تخت نیک سیرت فرخندہ بخت جس دم سائل کی صدا گوش حق نیوش مین در آئی وہین احتیاج پکاری مین بر آئی یہانتک کہ لقب اُس کا خدا دوست نزدیک و دور مشہور ہوا - ایک روز کوئی شخص آیا اور سوال کیا کہ اگر تو خدا دوست ہے تو للہ تین دن مجھے سلطنت کرنے دے بادشاہ نے فرمایا بسم اللہ جو رکن سلطنت مسند نشین حکومت حاضر تھے تاکید انھین حکم ہوا کہ جو اسکی نافرمانی کریگا مورد عتاب سلطانی ہوگا یہ فرما وہ فرمانروا تخت سے اُٹھا سائل جا بیٹھا حکمرانی کرنے لگا چوتھے روز بادشاہ آیا کہا کیا قصد ہے سائل بولا پہلے تو وہ فقط امتحان تھا اب بادشاہت کا مزا ملا بر اسے خدا تاج و تخت مجھے بخش دے بادشاہ نے فرمایا کہ یہ حکومت آپکو مبارک ہوا بادشاہت و مکر کچھ نہ ہیہات لیا فقط لڑکون کا ہاتھ مین ہاتھ بی بی کو ساتھ لیا

تصویر سائل کی تخت پر بیٹھنے کی اور بادشاہ کا بی بی اور لڑکون کو ساتھ لیکر چل نکلنا



دل کو سمجھایا کہ اتنے دنوں سلطنت کی حکومت کی چندے فقیری کی کیفیت فاقے کی لذت دیکھئے کہ جاہ و حشم مفقود ہے مگر شاہی ہر کیف موجود ہے اس شہر سے کہیں اور چلنا فرض ہے حکم خدا قل سیروا فی الارض ہے - دنیا جائے دید ہے عنایات خالق سے کیا بعید ہے جو کوئی اور صورت نکلے ایک لڑکا سات برس کا دوسرا نو برس کا تھا غرض کہ وہ حق پرست شہر سے تہی دست نکلا بلکہ تکلف کا لباس بھی نہ لیا جامۂ عریانی جسم پر چست کیا اور چل نکلا دنیا کا اور نقشہ ہے سفر عمر لا ئین عجوزہ عروس ہزار داماد است ٭ کل وہ سلطنت ثروت کر و فر افسر و تاج آج یہ مصیبت اذیت دربدر پیادہ پا سفر محتاج کبھی دو کوس کبھی چار کوس بے نقارہ و کوس ہزار رنج و تعب چلتا جو کچھ میسر آتا تو روزی ہوتی نہیں تو روزہ یونہی ہر روز راہ طے کرتا جب یہ نوبت پہونچی چند روز میں ایک شہر بلا مشاہدۂ خانے میں بادشاہ اترا اتفاقاً ایک سوداگر بھی کسی سمت سے وارد ہوا قافلہ باہر اترا آپ ہوا کے گھوڑے پر سوار سیر کرتا ہوا جہاں سرا میں وارد ہوا شہزادی گو کہ گرد راہ صعوبت سفر میں مبتلا تھی لیکن اچھی صورت کبھی چھپی نہیں رہتی سعدیؒ حاجت مشاطہ نیست روئے دلآرام را ٭ سوداگر کی جو آنکھ پڑی بیک نگاہ از خود رفتہ ہوا بادشاہ کے قریب آ کے سلام کیا یہ بیچارے اٹھ کے ملے وہ ولد الزنا شقی بادشاہ نے سلام کا جواب دیا اس عرصے میں وہ غدار حیلہ سوچا بہت افسردہ خاطر ہو کر کہا اے عزیز میں تاجر ہوں قافلہ باہر اترا ہے میری عورت کو دردزہ ہوتا ہے دائی کی تلاش میں دیر سے گدائی کر رہا ہوں ملتی نہیں تو مرنے لگی ہے

تصویر سوداگر کا شہزادی کو گھوڑے پر بٹھا کر لے بھاگنا



کچھ ادائی نہ کر اس نیک بخت کو للہ بیر سے ساتھ کر دے کہ اسکے واسطے سے اُنکو رنج سے نجات ملے ورنہ ایک بندہ خدا کا مُفت خون ہوتا ہے یا للہ کا نام سُنکر گھبرا اُٹھے بی بی سے کہا زہے نصیب جو محتاجی میں کسی کی حاجت رفع ہو کام نکلے بسم اللہ دیر نہ کر اُسی دم شہزادہ سوداگر کے ساتھ ہولی دروازے سے باہر نکل اُس غریب سے کہا قافلہ دور ہے پیچھے آتے ہوئے عرصہ گذرا ہے آپ گھوڑے پر چڑھ لیں تو جلد پہنچیں وہ فلک کی ستائی فریب نہ جانتی تھی سوار ہوئی سوداگر نے گھوڑے پر بیٹھا باگ اُٹھائی قافلے کے پاس آ کوچ کا حکم دیا آپ ایک سمت گھوڑا اپنا کا اُسکو فقط اُس نیک بخت نے واویلا و فریاد مچائی تڑپی روئی پیٹی چلائی آہ و زاری اسکی اُس بیرحم سنگدل کی خاطر میں نہ آئی بادشاہ پہر بھر منتظر رہا پھر خیال میں آیا خود چلکے دیکھئے وہاں گیا ماجرا پایا بچوں کا ہاتھ پکڑ کے راستے نکلا ہر چند ڈھونڈھا نشان کے سوا قافلے کا نشان نہ ملا دور گرد اُڑتی ہوئی دیکھی جرس کی صدا سُنی نہ پاؤں میں دوڑنے کی طاقت نہ بی بی کے چھوڑنے کی دل کو تاب اس طرح عذاب نہ کوئی یار نہ غمگسار نہ خدا رس نہ فریاد رس حسرت و یاس قافلے کی سمت دیکھ کر یہ کہا مصحفی

تو ہم یاں قافلے سے کیوں اے صبا	ایسے ہی گر قدم میں کوتاہی ہم رہے

لاچار لڑکوں کو لیکر کسی طرف چلا چند گام چلکر راہ بھول گیا ایک ندی ملی کہ نہ کشتی نہ ڈونگی نہ ملاح راہ سے بیگانہ آشنا وہاں سیاح کا گذر ایک نعرہ مارا اور ہر طرف ماہی بے آب سا وادی تباہی پھرا

قصہ بادشاہ کے دریا پہنچنے کی اور ایک لڑکے کو بھیڑیے کا لیجانا اور دوسرے کا دامن میں



رہبر کامل کو پکارا ساحل مطلب سے ہمکنار نہ ہوا مگر کچھ ڈھب ڈوبنے کا ڈھب

تھا ایک لڑکے کو کنارے پر بٹھا چھوٹے کو کاندھے پر اُٹھا دریا میں در آیا نصف پانی بقصد گرانی
طے کیا تھا کنارے کا لڑکا بھیڑیا اُٹھا لیچلا وہ چلایا بادشاہ آواز سُنکر گھبرایا پھر کر دیکھنے جو لگا
کندھے کا لڑکا پانی میں گر پڑا زیادہ مضطرب ہوا خود غوطے کھانے لگا لیکن زندگی باقی تھی
بہرکیف کنارے پر پہونچا دلمیں سمجھا بڑے بیٹے کو بھیڑیا لے گیا چھوٹا ڈوب مرا نیرنگی فلک تماشا ہے
بی بی کے چھٹنے کی غیرت بیٹوں کے الم سے دل کباب سلطنت کے چھٹنے سے خستہ و خراب ایسی پریشانی
میں شکر کرتا پھر چلا سہ پہر کو ایک شہر کے قریب پہونچا در شہر پناہ پر خلقت کی کثرت دیکھی اُدھر آیا
اُس ملک کا یہ دستور تھا کہ جب بادشاہ عازم اقلیم عدم ہوتا ارکان سلطنت روسائے شہر وہاں اک
باز اُڑاتے تھے وہ جسکے سر پر بیٹھ جاتا اُسے بادشاہ بناتے تھے چنانچہ پیروزی تھا باز چھوڑ چکے
تھے ابھی کسی کے سر پر نہ بیٹھا تھا اس بادشاہ گدا صورت کا پہونچنا تھا کہ باز اُسکے سر پر آ بیٹھا
لوگ معمول کے موافق حاضر ہوئے تخت رو برو آیا پھر تحیہ تخت پر بیٹھنے سے باز رہا کہا مجھکو کہ وہ

تصویر باز کے بیٹھنے کی بادشاہ کے سر اور لوگوں کا اُسکو بادشاہ بنانا



آشیان کو سلطنت شایان نہیں ہے میں نے اس علت سے اپنے مرز و بوم کو چھوڑا ہے
حکومت سے منہ موڑا ہے مگر وہ لوگ اُسکے سر پر باز کا بیٹھنا عنقا سمجھکر باز نہ آئے جو شاہین تھے
تاڑ گئے پر میں پہچان گئے کہ یہ مقرر ہا ہے اوج سلطنت کا قصہ مختصر بکرا جبر اُسکو تخت طاؤس پر
بٹھایا نذریں دیں توپخانے میں شلک ہوئی بڑے تزک و حشمت سے آشیانہ سلطنت کا شاہ دولتمیں
داخل کیا تمام ملک و نقد و جنس اشیائے بحری و بری اُس کے تحت حکومت قبضہ تصرف میں آیا
گھر گھر سکے پر نام جاری ہوا منادی نے ندا دی دہائی پھر گئی کہ جو ظلم دیدہ کا بانی ہوگا وہ تشہیر کر ڈالا جائیگا

پلے مین چاہے تو گدا کو وہ کرے تخت نشین | کچھ اچنبھا نہین اس کا کہ خدا قادر ہے

کارخانۂ قدرت عجیب و غریب ہین نہ اعتماد سلطنت نہ قیام غربت و حسرت ہرزہ دریغ سے

عجب نادان ہین جن کو عجب ہے تاج سلطانی | فلک بال ہما کو پل مین سونپے ہے مگس رانی

پہ سلطنت تو کرنے لگا مگر افسردہ خاطر پژمردہ دل بسبب شرم و حیا منفعل حال کسی سے کچھ نہ کہتا تھا شب و روز غمگین اور اندوہناک پڑا رہتا تھا جب وہ بلبل ہزار داستان یعنی فرزند شمع دودمان یاد آتے تھے قلب سجا کی آہ کو لب پر لاتے تھے۔ اب اُن لڑکون کا حال سُنیے جسکو بھیڑیا اٹھالے لیے جاتا تھا ادھر سے کوئی تیر انداز سکنہ ہست آتا تھا اُسنے چھڑا دیا دوسرا جو بہتے لگا تھا اُسکو ماہی گیر نے دام محبت مین الجھایا وہ دونون لاولد تھے اُسی شہر کے رہنے والے جہان اُن لڑکون کا باپ بادشاہ ہوا تھا وہ اپنے اپنے گھر مین لا بقدر مقدور لڑکون کو پرورش کرنے لگے عقل حیلہ گر کیا سنگ تفرقہ فلک نے پھینکا کہ ایک دوسرے سے جدا ہو گیا چند عرصہ مین بیٹون کی مفارقت سے بادشاہ کو بیچین کیا وزیر سے فرمایا کہ دو لڑکے قوم شریف کے ہماری صحبت کے قابل لا وزیر نے تمام شہر کے لڑکے طلب کیے حکم حاکم مرگ مفاجات وہ دونون بھی آئے سبحان اللہ جامع المتفرقین بھی اُسی کا نام ہے بچھڑے ملانا اُسکے روبرو کتنا کام ہے وہی وزیر کو پسند آئے روبرو لایا بسبب طول زمان مفارقت اور تکلیف وحشت نقشے بدل گئے تھے قطع اور ہو گئی تھی بادشاہ نے پہچانا نہ تقاضائے سن سے لڑکون نے باپ جانا اور نہ یہ سمجھ آئی کہ ہم دونون بھائی ہین یہ بھی قدرت نمائی ہے بہم ہوئے مگر بیخبر رہے لیکن بادشاہ بہ محبت تمام مصروف عنایت علی الدوام تھا شب نے سُنا ہے کامل کا نکتہ ہے کل امر مرہون باوقاتہا تھوڑے دن مین معتمد و مقرب ہوئے اور وہ سوداگر جو فروش گندم نما و جو کا پتلا یہان کے پہلے بادشاہ سے رسائی جلے سے بیتا سائی رکھتا تھا اس نظر سے وہ بھی اُس عورت ناراض کو لیکر وہان وارد ہوا خبر مرگ بادشاہ سنکر ملول ہوا کہ مطلب نہ حصول ہوا لوگون نے کہا بادشاہ تازہ وارد اُس سے زیادہ خلیق و غریب پرور ہے بوساطت وزیر اعظم تحفہ تحائف حضور مین نذر گزران کر شرف اندوز ملازمت ہوا اُسکو بھی بادشاہ نے نہ پہچانا نہ سوداگر نے خبر لی مگر جانا کہ بادشاہ اُسکو ذی اعتبار سیاح دیار و بیار سمجھ بیشتر اطراف و جوانب کا مذکور سنتا ایک دن قریب شام حضور مین حاضر تھا بادشاہ نے فرمایا آج کی شب اگر تو جانا کچھ پوچھنا ہے وہ بیٹھا تو کہا پریشان

بادشاہ نے تردد کا سبب پوچھا یہ بہ باعث عنایت فی الجملہ گستاخ ہو چلا تھا دست بستہ عرض کی
خانہ زاد کے پاس ایک عورت ناراض ہے اسکو فدوی سے اغماض ہے اسکی نگہبانی بذات خود
کرتا ہوں ایسا نہ ہو کہ نکل کے راز پنہان فاش کرے حمایتی تلاش کرے حکم ہوا یہ مقدمہ آج ہمارے
ذمہ ہے ۔ وہی لڑکے ایک معتمد تھے خاص دستہ انکے ہمراہ کر پاسبانی کی تاکید کی لڑکے آداب
بجا لا کر سوداگر کے مکان پر گئے باغ میں خیمہ بپا تھا ۔ در خیمہ پر کرسی بچھا کر دونوں بیٹھے لوگ گرد
کھڑے ہو گئے جب آدھی رات گذری ایک کو نیند آنے لگی دوسرے نے کہا سونا مناسب نہیں
ایسا نہ ہو کہ کوئی فتنہ خوابیدہ جاگے خیمہ سے کوئی چونک بھاگے وہ بولا تو ایسا فسانہ کہہ جو نیند
اچٹنے کا بہانہ ہو اس نے کہا خیر آج ہم اپنی سرگذشت کہتے ہیں اگر غور سے سنو گے تو نیند کیا کئی روز
بھوک پیاس پاس نہ آئیگی اے عزیز یا تمہیں بادشاہ یمن کا بیٹا ہوں میرا باپ بلند سلطنت سپاہ کی
کو دے مجھے اور ایک میرا چھوٹا بھائی کہ وہ تم سے بہت مشابہ تھا اسکو اور اپنی بی بی کو ہمراہ لیکر
غریب الوطن ہوا اثنائے راہ میں ایک سوداگر فریب سے شہزادی کو لے گیا ہم دونوں بھائی ساتھ رہے
آگے چلکر دریا ملا ناؤ بیڑہ کچھ نہ تھا بادشاہ مجھ کو کنارے پر بٹھا چھوٹے کو کندھے پر اٹھا پار چلا مجھے بھیڑیے
نے پکڑا اسیر سے چلانے سے بادشاہ بدحواس ہوا بھائی دوش سے آغوش دریا میں کھسک پڑا خود
غوطے کھانے لگا پھر نہیں معلوم کیا ہوا مجھے تیر انداز نے دہن گرگ سے چھڑایا اب فلک اس بادشاہ
پاس لایا وہ رو کر لپٹ گیا کہا بھائی دریا میں ہم گرے تھے مچھلی والوں کے باعث ترے تھے پھر دونوں
بغلگیر ہو ایسے چلائے کہ وہ عورت جو نزدیک پڑی پردے کے پاس آکر حال پوچھنے لگی انھوں نے
ماجرائے گذشتہ بیان کیا وہ پردہ الٹ لڑکوں سے لپٹ گئی کہا ہم ایک سوداگر کی قید میں ہیں اسیدم
یہ خبر بادشاہ کو پہونچی سواری کھینچی طلب کیا اسوقت سب نے پہچانا سوداگر کو قید کیا صبحدم جب جلاد سپہر
شمشیر شعاع کھینچکر ہنگامہ پرداز عالم ہوا سوداگر کو کاروان عدم کا ہمسفر کر بار ہستی سے سبکدوش کیا یمن
میں اخبار نویسوں نے حال لکھا وہاں ہر بونگ مچا تھا وہ سائل ستم شعار بد مزاج ظلم پیشہ جفا کار نکلا رعیت
نالان ارکان سلطنت ہراسان پستے تھے ہزار دل رنج رات دن سہتے تھے جب یہ خبر وہاں پہونچی وزرا
نے زہر دیکر اسے مار ڈالا اعلی و ادنی نے نجات پائی اور عرضداشت اپنی بادشاہ کو مع تحائف قدسی تمام شہر کی مہر کر کے
بادشاہ کو بھی محبت وطن دل میں جوش زن ہوئی سفر کی تیاری ہونے لگی قطعہ حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر

خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر * یوسف که به مصر پادشاہی میکرد * میگفت گدا بودن کنعان خوشتر *
القصہ میں آیا دونوں سلطنتیں قبضہ میں رہیں جب بندر نے فسانہ تمام کیا پھر کہا اے عزیز مطلب اس کہانی
سے یہ تھا کہ وہ بادشاہ عاشق اللہ خدا پر شاکر تھا ایک سلطنت دی دو پائیں یہ دونوں بدبخت جو لالچی تھے
انھوں نے جانیں گنوائیں قیامت تک ملعون خلائق رہینگے جتنے نیک ہیں یہ قصہ سنکر کہیں گے بندی ان
باتوں کی یہ حکم ہوئی بندر کی تسکین کی کہا تو خاطر جمع رکھ جبتک جیتی ہوں تجھے بادشاہ کو نہ دونگی فاقہ قبول
کرونگی پھر سے روٹی کھلا پانی پلا کھنڈری میں لیٹا سو رہی صبح کو چڑیمار اٹھا بندر کے بیچنے کا قصد کیا جورو نے
کہا آج اور قسمت آزما پھر جانور پکڑنے جا جو روٹی میسر آئے تو کیوں اسکی جان جائے پھر بیچنا لگے بازی آئے
نہیں توکل بیچنا وہ بولا تو اسکے دم میں آگئی بندر نے کہا ماشاء اللہ بندی تو خدا پر شاکر ہے تو مرد ہو کر
مضطر ہوتا ہے یا جی تو زن مرید ہے ستے ہیں پھر وہ پنک جھٹکا جال کپلی اٹھا لا سا کیا ٹٹی کندھے پر سے لگا کر
گھر سے نکلا یا تو دن بھر گھر سے خراب ہو کر دو تین جانور لاتا تھا اس روز دو پہر میں پچاس ساٹھ جانور ہاتھ آئے
پھٹکی بھر گئی خوش خوش گھر پھر آگیا روپے کو جانور بیچے آٹا دال اون تیل لکڑی خرید تھوڑی مٹھائی لے بیٹی چڑیا
بیچنے کا ٹھہرایا ہاتھ پیر پھول گئے جھومتے گیت گاتے گھر کا راستہ لیا مفلسی کا غم بھول گئے جورو سے آتے ہی
کہا ہاری ہنومان جی کے قدم بھرے بھاگوں میں بھگوان نے دیا کی آج روپیہ ولایتی لتنے جانور ہاتھ آئے وہ
گھر بھی بہت ہنسی پہلے مٹھائی بندر کو کھلائی پھر روٹی پکا آپ کھا کچھ اسے کھلا پڑ رہی بندر بیچارا سمجھا چند
پھر جان بچی جو فلک چل مر سے ور اسکا رشک نہ کسے مو لہف کیا شاخ گل پہ پھول کے بیٹھی ہے عندلیب * ڈرتا نہیں
نہ چشم فلک کو بر لگے * جب لایا پاس ہی لایا اسے بہر ور * گاہ نہ تکلی غم میں شمر اس سو لگے پانے چڑیمار
کی ترقی ہونے لگی تھوڑے دنوں میں گھر بار کپڑا لتا گہنا پاتا درست ہو گیا قضا را کوئی بڑا تاجر سرا میں اس بھٹیاری کے
گھر میں اترا جسکی دیوار تلے چڑیمار رہتا تھا ایک روز بعد نماز عشا سوداگر وظیفہ پڑھتا تھا ناگاہ آواز خوب صدائے مرغوب جیسے
لڑکا پیاری پیاری باتیں کرتا ہے اسکے کان میں آئی بھٹیاری سے پوچھا یہاں کون رہتا ہے وہ بولی چڑیمار سوداگر نے
کہا اس کا لڑکا خوب باتیں کرتا ہے بھٹیاری بولی لڑکا بالا تو کوئی نہیں فقط جورو خصم بستے ہیں سوداگر نے کہا
اودھر اسکی یہ کیسی آواز آتی ہے بھٹیاری جو آئی لڑکے کی آواز پائی وہ بولا اس صدا سے مجھے درد پیدا ہے
اسکو میرے پاس لا باتیں کرونگا کچھ لڑکے کو دونگا اور تیرا بھی منہ میٹھا کرونگا بھٹیاری چڑیمار کے
گھر گئی بندر باتیں کرتا تھا اسے دیکھ چپ ہو رہا وہ دونوں بھٹیاری کے پاؤں پر گر پڑے منت

کرنے لگے کہا ہم نے اسے بچّون کی طرح پالا ہے اپنا دکھڑا لاتے ہے شہر پُر آشوب ہو رہا ہے بندر کش
بادشاہ اُترا ہے ایسا نہ ہو یہ خبر اُڑتے اُڑتے اسے پہونچے بندر چھن جائے ہم پر خرابی آئے وہ
بولی مجھے کیا کام جو ایسا کلام کرون سرا مین آکر سوداگر سے کہا وہان کوئی نہ تھا اُس نے کہا دیوانی
ابھی وہ آواز کسکی تھی بغور سنیے کہ کیا معقول جواب دہ نامعقول دیتی ہے بولی اے میان لو بھلا
مجھے کیا غرض جو کہون بندر بولتا ہے سوداگر خوب ہنسا پھر کہا تو مٹھن ہے اری بندر کہین بولتا ہے
پھر بولی جی اگر بے پردہ صدقے گئی ابھی سے تم ہین بھی نہین کہتی بندر بولتا ہے سوداگر کو سخت خلجان بحر
خفقان ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے مکان قریب تھا خود چلا گیا اور دیکھا تو فی الحقیقت ایک عورت دوسرا
مرد بھید ترسیلہ بندر سے ہے یقین کامل ہوا یہی بندر بولتا تھا بھٹیاری سچی ہے وہ سوداگر کو دیکھ بندر کو
چھپانے لگی اُسنے کہا بھید کھل گیا اب پوشیدہ کرنا لاحاصل ہے مصلحت یہی ہے بندر نہین دو جو احتیاج
ہو اسکے جلد وہین تو نہین بادشاہ سے اطلاع کرونگا یہ بیچارہ مارا جائیگا تمھارا کیا جائے گا دونون
رونے پیٹنے لگے بندر سمجھا اب جان نہین بچتی اتنی ہی زیست تھی چڑیمار سے کہا اے شخص فلک کجرفتار
گردون دوّار نے اتنی جفا پر صبر نہ کیا یہان بھی چین نہ دیا مناسب یہی ہے رضائے الٰہی پر راضی ہو
مجھے حوالہ کرو قضا آئی ٹلتی نہین تقدیر کے آگے تدبیر چلتی نہین فرد بشر کو حکم قضا و قدر سے چارہ نہین
اسکے ٹال دینے کا یارا نہین اذا جاء اجلہم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون چڑیمار نے کہا دیکھو بندر کی
ذات کیا بیوفا ہوتی ہے ہماری محنت و مشقت پر نظر نہ کی طوطے کی طرح آنکھ پھیر لی سوداگر کے ساتھ جانے
پر راضی ہو گیا بڑا آدمی جو دیکھا ہمارے پاس رہنے کا مطلق پاس نہ کیا بندر نے کہا اگر نہ جاؤن اپنی
جان کھوؤن تم پر خرابی لاؤن آخر کار بہ ہزار گریہ و زاری سوداگر سے دونون نے قسم لی کہ بادشاہ کو
نہ دینا اچھی طرح پرورش کرنا یہ کہہ کر بندر حوالے کیا سوداگر نے اسکے عوض بہت کچھ دیا بندر کو سرا مین
لا پیار کیا بدلداری و نرمی حال پوچھا بندر نے یہ چند شعر حسب حال سودا کے سوداگر کے روبرو پڑھے فرد رفیع

نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہون | مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون
[illegible]ان بشکل شیشہ و خندان بشکل جام | اس میکدے کے بیچ عبث آفریدہ ہون
مین کیا کہون کہ کون ہون سودا بقول درد | جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

اے عزیز آتش کاروان نقش پائے یاران رفتگان ظاہر ہون مگر نہان ہون بلبل دور از گلزار گم کردہ

آشیان چھٹا وہ بیچ آزار کھاتا ہوں باغبان کیونکر نہ سرگرم فغان ہوں حضرت عشق کی عنایت سے
زمانے کی شکایت ہے حاجت روائے عالم محتاج ہے گشتہ ہے نہ افسر ہے نہ تو دامن ہے نہ تاج ہے
غریب دیار ہیچ مہجور از شفیق و مہربان نہیں حال زار کا کوئی پرسان نہیں حسرت کا گھیرا ہوں مبتلا ہوں
اپنے ہاتھ سے اسیر دام بلا ہوں خود گرفتار ہوں چشم ستم ہوا کبھی مجھے جنکا الم تھا اب آنکھیں بے غم ہوا
فریب سے ہم ان سے بھی چھپاتے ہیں کہ ظالم میرے فراق میں مرے جاتے ہیں مجھے وہ ہم کر لیں
اچھا یا دوستوں کو میرے دشمن کے پنجے میں پھنسا یا گردش چرخ سے جیسا تحریر میں آیا میرے شفیق

سخت مشکل ہے سخت ہے بپا دا	ایک میں خون گرفتہ ہو چلا ہوں	کوئی مشفق نہاں جہاں سے شفیق
بیکسی چھوٹ نہیں ہو کوئی رفیق	آہ جو ہمدمی سے کرتی ہے	اب تو وہ بھی کمی کیا کرتی ہے
اب ٹھہرنا نہیں ہے پائے ثبات	ایک میں اور ہزار صدمہ بیانم	مصرعہ گو ہم مشکل دگر نہ گو ہم مشکل

مگر آج خوش قسمتی سے اپنا سا قدردان ہاتھ آیا ہے انشاء اللہ بیت ہر طرح ہو تو بہ ذبجی تمام قافیے کا انجام
اپنی داستان غم سناتا ہوں گزارش کروں گا سوداگر نے یہ مضمون دردناک سن آنسو بہا پڑھ کے کہا ہم
بندر نہیں کوئی شخص ہو شیخ عالی خاندان والا دودمان سحر میں پھنس گیا ہو کہا اطمینان خاطر رکھ تیری جان
کے ساتھ میری جان ہے اب زیست کا یہی سامان ہے بندر کو تسکین کامل حاصل ہوئی تھوڑی دیر میں
نقل و حکایات میں سرگرم رہا اپنا حال پھر کچھ نہ کہا تمام شب سوداگر نہ سویا اسکے بیان جانکاہ پر بیٹھا
رو یا اب بہت تعظیم و تکریم سے بندر رہنے لگا مگر اس شہر میں یہ شہرت ہوئی یہ اچھا ہے راز فاش ہو اگر
خدا چاہے سوداگر کا بندر آدمی ہے جو شخص تھا اسکی ملاقات کو آتا اسے بندر کی باتیں سنو آنا دل سے بھاتے
غرق بحر فکر ہوتا ہر ایک حیرت کرتا آخر اُسکی گویائی کا چرچہ کوچہ و بازار میں تھا اور یہ خبر اس کور نمک
محسن کش کے گوش زد ہوئی سنتے ہی سمجھا یہ وہی ہے بعد مدت فلک کج پتہ لگا یا اب مطلب ہاتھ آیا فوراً
چوبدار بندر کے لینے کو سوداگر کے پاس بھیجا یہ بہت گھبرایا اور تو کچھ بن نہ آیا بعجز و نیاز عرض ارشت کی
غلام صاحب اولاد نہیں اس اندوہ میں دل مضطر شاد نہیں طبیعت بہلا نیکو اُسے بچہ سا لیکر
فرزندوں کی طرح پالا ہے رات دن دیکھا بھالا ہے بندر ہے مگر عقلا سے مفارقت اُسکی خانہ زاد
کی جان لیگی آئندہ جو حضور کی مرضی چوبدار یہاں سے خالی پھرا وہ ظالم ظالم غضب میں بھرا
وہاں کے بادشاہ کو لکھا اگر سلطنت اور آبادی مملکت اپنی منظور ہو مع سوداگر کے جلد بندر لیکر

یہان کچھ دنون مین تو اینٹ سے اینٹ بجادونگا نام و نشان مٹادونگا یہ خبر وحشت اثر سنکے
غضنفر شاہ متردد ہوا شیران خوش تدبیر امیر وزیر سمجھانے لگے کہ خداوند نعمت ایک جانور کی خاطر
آدمیون کا کشت و خون زبون ہے حکم ہوا کہ کچھ لوگ سرکاری وہان جائین جس طرح بنے سوداگر سے
پکڑکر بندر لائین ڈیوڑھی پر پہونچائین جب بادشاہی دستہ سر پر آیا بندر دست بستہ زبان پر لایا
کہ اے مونس غمگسار و وفا شعار اس اجل رسیدہ کے باب مین کوشش بیکار ہے سر پر بجا ہے
قضا کا زمانہ قریب ہے پہونچادو ناکامی واسطے بنانا کسی طرح کا رنج میری دوستی مین تمھارا اسے شگونکو
پہونچے اپنے گھر تک بیتاب و ندامت ہے خلق خدا پر ابتلا ہے سوداگر نے کہا استغفر اللہ یہ کیا
بات ہے جو کہا وہ سر کے ساتھ ہے جب بادشاہ کے لوگون کا تقاضا بے شدید ہوا اور دن کم رہا
بصد رو و تلخ بمعذرت بسیار و منت بیشمار ہزار و بیقرار دیگر اس شب مہلت لی اور صبح کے وقت
چلنے کی ٹھہری بموجب مثل مصرعہ زر بر سر فولاد نہی نرم شود اس عرصہ مین یہ حال تباہ و ماجرا بے
جانگاہ گلی کوچے مین زبان زد خاص و عام ہوا کہ ایک بندر کسی سوداگر کے پاس باتین کرتا تھا وہ بھی کل
مارا جائیگا بجز کلمۂ حسرت اظہار یاس و لنگاریمی بلکہ ہر ایک کو یہ معلوم ہوا وہ شہزادہ ہے جان عالم کبھی
یہ فقیر نہان شہزادہ ہے افسوس صد ہزار افسوس اب کوئی تدبیر نہین جو اس بیکس کی جان بچے
دلکو سوس و وزیر زادے کو کس پوچھا ہم کہ کیونکر ہے وہ سوداگر جائیگا تماشا ہے دیکھنے مین
کیونکر آئیگا لوگون نے عرض کی حضور کے جھروکے تلے شاہزادہ بیچاری ہر سمت کی گذرگاہ ہے
یہ سنکے تمام شب تڑپا کی نیند نہ آئی دو گھڑی رات سے برآمدے مین برآمد ہوئی اور ایک توتا پنجرے
مین پاس رکھ لیا پھر کے چند بازار مین ٹھٹھ تماشائیون کا میلہ سا ہوگیا جس وقت تاجر ماہ نے شعاع
انجم کو نہان خانہ مغرب مین چھپایا اور شہنشہ چرخ چارم نے تخت زری کو مشرق سے نکل آیا سوداگر نماز
صبح پڑھ ہاتھی پر سوار ہوکر کمر مین پیش قبض لگا دین بندر کو ڈھامر سے سینے پر رکھ مضبوط باندھ کر چلا
بندر نے کہا پریشان نہ ہو جب تقدیر سے اور اصرار نہ کیجیے کام نکلے گا جو مین کہونگا وہ کرنا
اپنے جیتے جی تجھ پر سے نہ ٹلونگا قول و قرار جان دار و اور بعد از مرگ کن فیکون شدہ
شدہ باشد سوداگر یا سراسیمہ آگے بڑھا تھا کہ خلقت نے چارون طرف سے گھیر لیا
بندر لوگون سے مخاطب ہوکر کہنے لگا یعنی نزد

برق طپیدہ یا شرر پر جہیدہ ہوں ۔ جس رنگ میں ہوں میں غرض از خود رمیدہ ہوں
اے اہل بزم میں بھی مرقع میں دہر کے ۔ تصویر ہوں و لے لب حسرت گزیدہ ہوں
صیاد اپنا دام اٹھالے کہ جوں صبا ۔ ہوں تو چمن میں پر گل عشرت نہ چیدہ ہوں
اے آہ و نالہ مجھ سے نہ آگے چلو کہ میں ۔ بچھڑا ہوں کاروان سے مسافر جریدہ ہوں
غم ہوں الم ہوں درد ہوں سوز و گداز ہوں ۔ سب اہل دل کے واسطے میں آفریدہ ہوں

صاحبو دنیائے دوں نیرنگی زمانہ سفلہ پرور بوقلموں عبرت و دید کی جا ہے گرما گرم آیند و روند کا بازار ہے کس و ناکس جنس ناپائدار لہو و لعب کا خریدار ہے اپنے کام میں مصروف قضا ہے جو شے ہے فنا ہے معاملات قضا و قدر سے ہر ایک ناچار ہے یہی مسئلہ جبر و اختیار ہے کوئی کسی کی عداوت میں ہے کوئی کسی کا شیدا ہے جسے دیکھا آزاد نہ پایا کسی نہ کسی بکھیڑے میں مبتلا ہے ایک کو اتنا سوجھتا نہیں کیا میں دیں ہو رہا ہے سود کی امید میں سراسر زیان ہے بڑی ہونیکا سودا ہے اسکی قدرت کا طرفہ دیکھو مجھ سے بے زبان ناچیز کو یہ تکلف گویائی عنایت کیا تم سب کا سامعوں میں چہرہ لکھ دیا باتیں سننے کو ساتھ چلے آتے ہو جدائی میری شاق ہے جو ہے مشتاق ہے حال زار پر رحم کیا آنسو بہا کے ہو یہ حکمی کی صفت ہے شان قہاری دیکھو اسی تقریر کی دھوم سے ایک ظالم شوم سے مجھ مظلوم کا مقابلہ ہوتا ہے یقین کامل ہے وہ قتل کریگا بیگناہ کے خون سے ہاتھ بھریگا سود الوجہ فی الدارین ہوگا جب اسے آرام و چین ہوگا یہ گویائی گویا پیام مرگ تھا دنیا جائے آزمائش ہے ہمیشہ جانتے ہیں یہ مقام قابل آرام و آسائش ہے دو روزہ زیست کی خاطر کیا کیا ساز و سامان پیدا کرتے ہیں فرعون بے سامان اکثر زمین پر پاؤں نہیں دھرتے ہیں جب سر کو اٹھا آنکھ بند کر چلتے ہیں خاکساروں کے سر کچلتے ہیں آخر کار حسرت و ارمان فقط لیکر مرتے ہیں جان اسکی جستجو میں کھوتے ہیں جو شے ہاتھ آئے ذلت سے جمع ہو پریشانی و مشقت سے پاس رہنے خست سے چھوٹ جائے یاس و حسرت سے پھر مر بہ

ہاتھ دھر دیتے ہیں ناسخ ۔ دنیا اک زال بیوہ ہے ۔ بے مہر و وفا و بے حیا ہے
مردوں کیلئے یہ زن ہے رہزن ۔ دنیا کی ہوس ہے دین کی دشمن ۔ رہتی نہیں ایک جا پہ جم کر
پھرتی ہے یہ گرد گھر گھر ۔ انجام شاہ و گدا دو گز کفن اور تختہ تابوت سے سوا نہیں کسی نے

ادھی یا تمودی کا دیا لیکر مرگ بلا کسی کو گزی گاڑھا میسر ہوا بعد کرب و بلا اسنے صندل کا تختہ لگایا

اسنے پیر کے چھالون مین چھپایا کسی نے بعد مرگ سنگ مرمر کا مقبرہ بنایا کسی مرمر کے آگر گڑھا پایا کسی کا
مزار مطلا منقش رنگا رنگ ہے کسی کی مانند سینۂ جاہل گور تنگ ہے حسرت دنیا سے کفن چاک
ہوا بستر دونون کا فرش خاک ہوا نہ امیر معمور وقائم کا فرش چھپا اسکا نقش پتھر کی چٹی شطرنجی اور لوٹا بوریا
اسکا بعد چندے جب گردش چرخ نے گنبد گرایا اینٹ سے اینٹ کو بجایا تو ایک سے نہ رہا یا کہ دونون
مین یہ گور شاہ ہے یہ مرقد فقیر ہے اسکو کب جوانی نصیب ہوئی یہ استخوان بوسیدہ پیر ہے سو یہ بھی
خوش نصیب نیک کمائی والے گور گڑھا کفن پاتے ہین نہین تو سیکڑون ہاتھ ملکر مر جاتے ہین
زاغ و زغن گور کہکر چلے آتے ہین کتے بلی چیل کوے بوٹیان نوچ نوچ کر کھاتے ہین دامن دشت عریان
کفن گور بے چراغ صحرا کا صحن ہوتا ہے یاس و حسرت کے سوا کوئی نہ سرہانے روتا ہے تمنا پچھتاتے
کوئی پائنتی نہ ہوتا ہے سالہا پتھرون کی عمارات عالی اور ساز و سامان کی دیکھا بھالی مین سر پیٹے المختصر
ہزارون سرپنچ گور بے چراغ غریبان کی ویدین بیٹھے بٹھائے سے طرفہ نقل ہے کہ والی وارث ان کے
سریر سلطنت مسند حکومت پر شب و روز جلوہ افروز ہین مگر تنبیہ غافلون کو قدرت حق سے گنبد دون
مین آشیانہ زاغ و زغن مینارون پر مسکن بوم شوم قبرون پر کتے لوٹتے دیکھے ہین

مزار غریبان تا سفت کی جا ہے	وہ سوتے ہین پھرتے جو کل جا بجا تھے

رنگ چمن صرف خزان دیکھا ڈھلا ہوا حسن گلرخان دیکھا اگر گل خندان پر چمن مین بہار ہے
غور کیا تو پہلوے نازنین مین نشتر سے زیادہ خلش خار ہے سینہ فگار ہے دنیا مین دن رات
ذوق فوق یاقی ہی کوئی پیچھے کرتا ہے کسکو قلق ہو نوش کے ساتھ گزند نیش ہو ہر دکو کلی منزل ویرانی کا موسم

بلبل کو خزان مین جان کھوتے پایا	صیاد کو سر پٹک کے روتے پایا
گلچین کی بھی نیند اڑ گئی لیک سحر	جو اہل دول تھے انکو سوتے پایا

قاتون صدا لئے مرغ سحر کے رنج اٹھائے کبھی دم شمار شکوہ لب پر نہ لائے برسون بدلے اللہ اکبر
کے صدمے سے شکر کیا چپ چاپ رہے ہیبتون گجر کی آواز نے دم بند کیا قلق جی پر لیا نالہ بلند کیا
سوچے تو وصل مہرویان خواب شب تھا لطف انکا عین غضب تھا تمام عالم کی خوب سیر کی کبھی حرم
محترم مین مسکن رہا گاہ دھونی رمائی گنشت دیر کی عالم سے آیۂ حدیث و حفظ پڑھا قوس برہمن
سر پھٹکا وہ بدکیش مانع ملت صنم لطف زیست حظ نفس کا دشمن تھا یہ کوتہ اندیش زخمہ پروانہ

اہل ایمان و دین کا رہزن تھا تامل کیا تو ان دونوں سے دو حصہ نقص بہتر ہونا معلوم اپنے نزدیک اُن کا انجام بخیر ہونا معلوم واللہ اعلم یہ لوگ کیا سمجھے خود اچھے ظاہر سے اور کو برا سمجھے مطلب کی بات ہیہات دونوں کی سمجھ میں نہ آئی یاں نادانی اُن سے خدا سمجھے مؤلف

اچھے کو برا برے کو اچھا سمجھے	کتنی یہ بری سمجھ ہے اچھا سمجھے

دنیا فقط رہگذر ہے ہر وقت خیال تا نفس در پیش سفر ہے تا زیست ہزاروں مفسدے ہیں وہ ہے مرنے کے بعد باز پرس کا خطر ہے کسی طرح انسان کو مفر نہیں کون سا نفع ہے جس کی تلاش میں ضرر نہیں حاصل کار یہ ہے کہ دنیا میں جینے کی خوشی نہ مرنے کا غم ہے استقلال کی تکلیف نہ ہو گی کہ شعر

غم ہے آہ و زندہ ہے زوال	دولت صد سال اگر ہے پائمال

دل شکستہ کی دلداری پا افتادہ کی مددگاری کرے ہوا و ہوس جو دل سے دو چار ہو جائیں تو مال سے پائمال سے عجب نہ تو قربت نزدیک تر آئے عنایت ایزدی ہو واقع ہو تو سکا پھر قسمت سیاہ خدمت کرے منہیات کا مانع ہو فقیر کا حال اچھے صبر ... رہیں فقط ایک لاچار ہو جائے مکروہات کبھی اپنے نہ ہوں صحبت مغرور جس سے نفرت کرے تو دنیا کی پاس آئے نہیں دولت کا اعتبار کیا مفلسی سے تنگ و عار کیا ایک دن مرنا ہے جینا مستعار ہے اپنے بس کا اختیار ہے نیک عمل کا خیال رکھے کہ قید ہستی زیست کا انجام ہے پانی یہاں سے انجام ہے شعر

کسی کے ہمرنگ پیراستہ دل نہ کیجئے چشم تر ہر گز	بہت سا رو چکے اَبر بہار اس چمن میں

عمر خضر کی تمنا اور حشمت خسروانہ خزانہ قاروں کی فکر میں ہر ایک صبح و مسا الجھاؤ ہے تفصیل الاحوال کوشش اس امر میں سے راس چکا رہے بقول ناسخ

ہاتھ آتی ہے کب علم و ہنر سے دولت	اپنی ہے قضا اور قدر سے دولت
جو علم و ہنر رکھتے ہیں وہ ہیں محروم	نادان ہے ال احمق و خر سے دولت

روپیہ کا جمع ہونا جو اہر کی تلاش میں دن کا چین کھانا پانی کی سوچ میں رات کا نہ سونا نہیں تن لعل لیوں سے کم ہو تا کبھی نہیں بہتر الحال سے مفارقت دنیا کا لوازمہ ہے یہ کلام ہے مولف

یاں کے جانے سے کیا اچھا ہے	کیا ہے دل کش سرا ئے فانی ہے

سلطنت سے اہل کمال دنیا کے مال کے محروم رہے جو ہنرادار حکومت سے وہ محکوم رہے شعر

اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان	طوق زریں ہمہ در گردن خر می بینم

لیکن کبھی صبح عشرت ہے گاہ الم کی شام ہے دنیا عجب مقام ہے نہ امیر رہتے نہ غریب مفلس ہمیشہ رہتے کچھ دیر ہے اس کارگاہ بے ثبات میں عجب اندھیر ہوا

ہے چرخ عجب سے ابھی ایام پر سوار	رکتا نہیں یہ ہاتھ عناں کا ہے تیز رفتار
جنگل میں چلے پیچ کئی دن کا ذکر ہے	ہر گز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار
ایسا ہی دیکھتا ہوں میں کہ زمانے کے ہاتھ سے	بھوکی سے کفش پا کو گٹھاتے ہیں وہ اسوار

اور جب وقت وہ آ پہنچا تو نہ روپیہ کام آتا ہے نہ فوج ظفر موج سے کچھ ہوتا ہے جدا ہونا ہے نہ کوئی آشنا دوست آڑے آتے ہیں عزیز و اقربا پنجۂ ملک الموت سے چھڑا لیتے اگر یہی امر مانع قضا و قدر ہوتے جمشید کاؤس دارا و سکندر بصد حسرت و افسوس جان نہ کھوتے بیٹا کل کرے تو وہ ساتھ جاتا ہے کسی کی پروا نہیں باپ اللہ کا ہے البتہ کام آتا ہے دیگر دنیا طرفہ زندگی بہ رنج و محن ہے پانی کا بلبلا ایسا ہی کہا ہے

سر کی دنیا کا سودا کیا تو ہے	شعر	کچھ دن کی ایسی کا ثبات نہیں
اس گلشن ہستی میں عجب سیر ہے لیکن	شعر	جب آنکھ کھلی گل کی تو موسم ہے خزاں کا
دنیا خواب است کش عدم تعبیر است	قطعہ	صد ما گل اگست از جوان و پیر است
ہم روئے زمین برابر است و ہم زیر زمین		این سفرۂ خاک ہر دو ورد نقش پر است

الا مختصر یہ ہے کہ عالم اسباب میں کسی اسباب کا پابند ہو تعلق نہ اٹھائے ہمیشہ اپنے بھلے سے برائی کی ہو گیا یہاں سے یعنی جہان گذران سے اسکا شاغل تھا بادشاہ ہو فقیر تک جوان پیر تک حقیقت میں نفس امارہ سخت ناکارہ ہے اسکو بہرکیف بچائے کر وہ ہوا و ہوس سے اس بیان کے شعر

دیوانہ باش تا غم تو دیگران خورند	آنرا کہ عقل بیش غم روزگار بیش

آدمی کو لازم ہے وہ بات پیدا کرے تا صفحۂ دنیا پر جیسے بیری کی نام یاد رہی شعر

اس طرح جی کہ بعد مرنے کے	یاد کوئی تو گاہ گاہ کرے

دنیا میں کسی سے دل نہ لگائے کہ یہ کارخانہ بے ثبات ہے وصل ہو فرقت ہجر کی مصیبت اپنے سر پر نہ لائے کہ مرجانا کی بات ہے معشوق بادشاہ کی طرح ناپیدا ہے اور دنیا ہرجائی ہرجائی ہے خواہش کا انجام کاہش ہے پتہ یاد دل سے دور کرے یہیں جان کی آسایش ہو لیکن

کبھی نہ چین سے رہنے دیا تمنا نے	خراب وخستہ ہیں اس دل کی آرزو سے رہا

مگر وائے قسمت ہائے نادانی کہ جب نشیب جوانی کا موسم پیری میں تمہارا گذرتا ہے اسوقت آدمی سر پکڑ کر روتا ہے وقت از دست رفتہ و تیر از شست جستہ کب ہاتھ آتا ہے ناچار ہو کف افسوس ملکر پچھتاتا ہے گذشتہ را صلوات کہکر دلکو سمجھاتا ہے آدمیونکو بندر کی تقریر دلخراش پر اثر سے عبرت و حیرت حاصل تھی کبھی نصیحت دلپذیر گاہ کلام رنگین و دلچسپ یا دل دردمند کبھی سخنان حسرت آفزا سنتا چلا جاتا تھا اہل دل طبیعت گداز سے رو کے ساتھ آتے تھے ہر فقرہ پر درد پر ضبط نہو سکتا تھا چلا اٹھتے خلق خدا جنازے کی طرح ہاتھی کو گھیرے تھے ایک عالم کا لب پر نالہ تھے فغان و آہ کثرتی اسی سامان سے ملکہ کے نزدیک پہنچے وہ منتظر تمام شب نالہ لب سوداگر سے بولی ایک دم ٹھہر جا میں اسکی تقریر کی مشتاق ہوں سوداگر نے ہاتھی روکا ملکہ نے کہا اے مفتر پیشہ زبان گم کردہ نا محل اگرچہ اب ہم کسی لائق نہیں مگر تیری داستان ظلم و جور کے شائق ہیں بندر نے آواز بھاری پہلے تو خوب رویا پھر جی ٹھہرا کر کہنے لگا شعر ہر کس از دست غیر نالہ کند * سعدی از دست خویشتن فریاد * میر کیونکہ کہئے کوئی نہیں آگاہ * ایک قیامت بپا ہے یہاں سر راہ * کچھ چھپا اب نہیں رہا یہ راز * ہے جہاں اس سے سب سخن پرداز * بس تغافل نہ کر ترحم کر * گوش دل جانب تکلم کر * شعر قسمت تو دیکھنا کہ کہاں ٹوٹی جا کمند * دو تین ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا * افسوس یاران بیماری کی دغا سے یہ نوبت ہماری کی جسکا رونا ہمیں ناگوار تھا وہ ہمارے لئے کو ہوا قتل کا روادار تھا یہ مثل سچ ہے شعر ہے صلہ میں حسدی نیکی کا بدلہ بدی ہے جنوں کی تمنا دل میں رہی وطن جانیکی حسرت آب و گل میں رہی دشمنوں کا کہا نہ مانا وہ آگے آ کے پچھتانا پڑا اپنے اجل چلا کے فریب سے ذبح ہوئے طالب و مطلوب جہاں جو کچھ نہیں کہتے زندہ درگور ہوئے سچ دنیا دم مارنیکی جا نہیں لیکن کسی سے کہنا اچھا نہیں منصور حلاج نے کلمہ حق کہا تھا ناحق لوگوں نے دار پر کھینچا غرض جو بولا مارا گیا جان سے ہاتھ دھو بیٹھا گیا کہتے تو کہا یہ سوچکر بات بنائی تھی میں وحشت آئی کہ مبادا یہ خبر اس کافر کو پہنچے تو یقین ہو کہا ای ملکہ کوئی کسی کمال سے دنیا میں نہال ہوتا ہے یہ بیگناہ گویائی کے سبب ناحق حرامزادی کی بدولت حلال ہوتا ہے تو لیکن کمالیت شئے زوال شئے ہے اسپر لاکھ حاسد ہوں * بھلا نازاں نہ ہوں کیونکر میں اپنی بے کمالی کا * جو خدا نے دیکھا دکھلا کر یہ چاند نہ رکھا * ہوئی ہے عید غیروں کو ہمیں ہے چاند خالی کا * میں نے اپنے ہاتھ سے پیر دشمن کلہاڑی ماری فلک نے بنا کر بات بگاڑی سحر صدا و روشنی طبع تو ہرن بلا شدی * شعر گل و گلچیں کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث * اب سرو دست کچھ تدبیر نہیں آتی ہے صورت مرگ آئینہ چشم میں نظر ہے

ہماری ہمین کو خبر ہے کوئی گھڑی مین مفت جان جاتی ہے جو جانتا ہے وہ دیکھتا ہے جسے خبر نہین
اُس سے کہو تمھارے واسطے غریب دیار ہوئے اور تمھارے سبب سے قتل کے سزاوار ہوئے شعر
بجرم عشق توام می کشند و غوغائیست ؛ تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست ؛ اِن باتون سے بے
شک ملکہ کے برطرف ہوئے سمجھی جانثار یہی ہے جو اب دیا جو جانتے تھے اُن سے کیا ہو سکتا
انجان کو تکلیف دینے سے کیا فائدہ اور توتے کی گردن مروڑ پنجرا باہر نکالا بندر کی نگاہ جو پنجرے
پر پڑی سمجھا ملکہ پہچان گئی یہی فرصت کا وقت ہے ہنگامہ تلاطم تو مچا تھا کسی نے دیکھا نہ بھالا بندر سوداگر
کی گود مین لیٹ کر توتے کے قالب مین پرواز کر آیا توتا پھڑکا ملکہ کا خوشی سے پھول دھڑکا پنجرا اندر کھینچ

تصویر سوداگر مع بندر ہاتھی پر سوار اور ملکہ کا توتے کے قالب مین آنا بندر کو دھرنا بندر کا



سوداگر نے دیکھا بندر مر گیا بہت ہلاک ہو بدنامی کا اندیشہ پاک ہو جو شخص خواصی مین بیٹھا تھا سمجھانے لگا
بندہ پرور شکر کرنے کی جا ہے شکایت کا موقع کیا ہے حرمت رہی جان بچی مرگ فرزند سے ماں باپ کو چارہ نہین
مر جانا بہتر سمجھ عقلمند کو گوارا نہین اگر بادشاہ جبر سے چھین کر بندر کو مار ڈالتا جاتے کہو کی جگہ تھی صبر کیجئے جو
خدا کی مرضی اسکی رضا مین مجبوری ہے جانے مجبوری ہے صابرون کا مرتبہ بڑا ہے اُن کے حق مین اللہ تعالے
فرماتا ہے تم نے سنا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِین تماشائیون پر جو یہ حال کھلا دیکھنے کا ذوق شوق جاتا رہا سب
متفق ہو کر یہی کہا اسکا بندر بخیل تھا یہ سامان طلب کون حیل تھا سامنے جانے کی نوبت نہ آئی سوداگر کی گود مین
جان گنوائی اپنا قتل جو ثابت ہوا خوف سے مر گیا فارغ تقریر یہ یاروں صفحۂ دہر سے گیا یہ خبر اُس کافر کو پہونچی اُسپر بھی یہین

نہ آیا اُس بیچارے کا دل گرفتہ کیا تھا کہ تک بربادی کی جب تسکین ہوئی وہاں ملکہ مہر نگار پھر وہ سے بیٹھی کو کو
پاس سے شہزادہ کا بیان جو گزرا تھا ابتدا سے انتہا تک مفصل سب حال سنا دیا کہ اس طرح شہر کی حالت میں
اس کے رونے پر عمل بتایا وہ ہمیں محل میں لایا بند رہنا پایا پھر چڑیمار کے جال میں پھنسے دوست روئے
دشمن ہنسے وہاں سوداگر متاع خوبی سمجھ کر اپنے پاس لایا فلک نے بعد خرابی بسیار آج تم سے ملایا ملکہ
نے کہا خاطر پریشان جمع رکھئے انشاء اللہ تعالیٰ جلد کوئی صورت ہوئی جاتی ہے یہاں یہ گفتگو تھی کہ اس
ملعون شیطان کی آمد ہوئی ملکہ باہر نکل آئی تعظیم کی ہمیشہ یہ معمول تھا جب وہ آتا ملکہ بات نہ کرتی خفا ہو کر
اٹھ جاتا اس روز جو گفتگو ہوئی وہ مردک سمجھا بندر کا مرنا بھی منظور ملکہ نے دیکھا اس سے دب گئی کہا اتنی
اب جلدی نہ کرو امروز فردا میں مقدمہ درست ہو جائیگا لیکن پہلے اس سے فیصلہ شرط ہے ملکہ کے
باپ کا دست ڈر تھا اس باعث ملکہ سے ہراس کرتا تھا نہایت پاس کرتا تھا جب رخصت ہونے لگا
ملکہ نے کہا ایک بکری کا بچہ خوبصورت سا ہمیں بھیجدو پالیں گے رنج کم ہوگا بہلیں گے یا تو سنا پہنچاتی تھی
یا آج بچہ مانگا یہ سمجھا بہت خوش ہوئے اسی وقت ایک بکری کا بچہ تحفہ بھجوا دیا دوسرے روز جو آیا
ملکہ کو بالوں میں چھپایا اسکے روبرو بچے سے کھیلا کی دو تین روز یہی صحبت رہی ایک روز ملکہ نے بچہ کو
دبا کر ادھموا کر دیا اور چوبدار دوڑایا شہزادے کو جلد بلا لا عرض کرنا اگر دیر لگاؤ گے بچہ نہ پاؤ گے تیسرے پہر
وہ محل سرا کا عازم ہوا ملکہ نے قبل اس کے آنے کے اوج سلطنت کا پلنگ کے پاس بچھایا نا بنا سر روبرو آیا آگے
بچہ کو گود میں اٹھا اس زور سے دبایا کہ وہ مرگیا اس کا مرنا اس کا آنا دو ہتڑ مار کر گریبان چاک کر کے
پکار ایک کر دی کہ میری وہ بچہ ہو کر بے بار کا ملکہ خیزت ہوا اس سے اچھا ابھی ہو تو مرتا ہے تم کیوں روتی ہو
ملکہ نے اسی حالت میں کہا میں کچھ نہیں جانتی تم لے ابھی جلا دو جو میری خوشی چاہتے ہو وہ بولا بھلا
مردہ کہیں جیتا ہے کبھی کسی نے سنا ایسا کام کیجیے ملکہ نے رو کر کہا واہ میری بنا جو جلاتی تھی جب میں
جلاتی تھی پہلے بھیجا کہ شاید شہزادے نے یہ حرکت کی ہوگی کا بچہ نشہ الیاسی ہے مشہور دنیا میں مثل ہے
پیکر وکیل نافرہ جس نے جیسا کیا ویسا پایا پھر فرمایا نے ہوئی قطع ہے روح کسی کو کلیہ دیکھا یہ یاد رہے وہ تمہی کو لے پائیگا
اس وارد کا فات میں سن لے تغافل بیداد کر کہ آج کل یاد گاہ وہ بیہوا اس پیچھے اکا بھیجے بنا کیونکر جلائی
تھی ملکہ بولی تم پلنگ پر لیٹ رہو وہ بھی ابھی آتی ہے چپکی ذرا یا کہا بچہ گود میں لیکر ملکہ نے پھینکا یا
وہ پلنگ پر لیٹا اپنی روح کو بچے کے قالب میں لایا وہ کودنے لگا ملکہ مہر نگار نے گود میں لیا پیار کیا وہ شوچیا

دو گھڑی ملکہ کی طبیعت بہل جاتیگی پھر روح قالب میں لیجاؤنگا مطلب نکل آئیگا یہ نہ سمجھا فلک کی گھات ہے فریب کی بات پر ہیچ کرو کچھ اور منظور ہے اب اس جسم میں جانا بہت دور ہے شہزادہ جانعالم یہ سب معاملہ چھپ کے دیکھ سن رہا تھا فوراً اپنی روح اپنے جسم میں لا اٹھ کھڑا ہوا یہاں وہ بد فعل جانعالم کو دیکھ کر تھرّا گیا خوف چھا گیا سمجھا قسمت اب بگڑی یہ کوئی دم کا ہوں اور چھری ہے ملکہ نے

تصویر وزیر زادے کی پلنگ کے اوپر لیٹ کر اپنی روح بکری کے قالب
میں لانیکی اور جانعالم کا اپنے قالب میں پھر آنا



جلد دو انچھر وہ پڑھ کر پھونک دیے کہ وہ اور کسی قالب میں روح لیجانا بھول گیا پھر انجمن آرا کو بلایا کہا لو صاحب مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمھاری ہماری حرمت و آبرو کو بچایا پھر سے ملایا آگاہ کیا اصل اللہ کی شہزادہ ہے وہ بکری کا بچہ میں وزیر زادہ ہے یہ کہکر پھر دونوں عاشق و معشوق گلے مل مل کر خوب روئے پھر جانعالم تین دن وہاں مبارک سلامت ہوئی جانعالم نے اسی وقت سوداگر کو طلب کیا حسب الفضل کہہ دیا بعد ادائے شکر نعمت خلعت و انعام بہ اہتمام کا عنایت کیا وطن آنیکا وعدہ بھی لیا پھر وزیر زادے اور اسکی جورو کو بلایا بہت زر و جواہر دیا اور بہ شورہ غضنفر شاہ اس مملکت کے چہرہ یادشاہ وہی کر دیا پھر لشکر ظفر پیکر کو حکم تیاری سامان سفر فرمایا آپ رخصت ہونیکو غضنفر شاہ کے پاس آیا آخرکار بدقت تمام طول کلام درازی ایام مفارقت والدین کہکر اُسے راضی کیا پیشخیمہ اُسی دن لدگیا دو چار دن رخصت کی دعوتیں ہوں اور لگے اخیر جلسے خورد و بزرگ دھوم دھام کے ہوتے اپنے محل تک گیا وہ ساتھ آیا تمام لشکر نے کوچ کیا پایا پھر رخصت ہوئے وہی دو چار کوچ ایک دو مقام کرتے راحت و آرام سے چلے

ورود لشکر نصرت اثر دشت پر خوف و خطر میں اور جمع جانا شاہی ہمو ساحر کا آنا تمام لشکر کو نصف پتھر بنانا پھر ملکہ کے باپ کا آنا اور جادوگروں کی لڑائی شہپال کا قتل فحلی پائی

نگارندۂ داستانِ عجیب، یہ لکھتا ہے پھر ماجرائے غریب، طلسم جہان دید کا ہے مکان، پھنسے ایسے ہیں رہتے ہیں پیر و جوان، ولیکن ہنسا جو کوئی غنچہ سان، ہوا مثل گل دستبرد خزان، جسے ہنسنے دیکھا وہ تھا دل حزین، خوشی کی جگہ سچ ہے دنیا نہیں، ہر ران جادو نگار سحر ساز راقمان فسانہ ہوشربا حیرت پرداز نے لکھا ہے جانعالم ہر صبح مثل مہر درخشان قطع منازل و مراحل اپنی کوچ و ہر شام مانند ماہ تابان مقام کر چند عرصے میں پھر اسی دشت اور پار ہو لے خار خار جہان حوض میں کود پڑا تھا وارد ہوا حوض کے متصل سراپردہ خاص نصب ہوگئے گرد لشکر نصرت اثر اترا انجمن آرا اور ملکہ مہر نگار کو وہ چشمہ دکھایا جب دن تمام ہوا نماز شام کیواسطے جدا خیمہ میں تشریف لایا نماز پڑھ کر سلسل راہ سے پلنگڑی جواہر نگار بچھی تھی اسپر لیٹ رہا کچھ سستی کیسے باعث غنودگی سی تھی کہ دفعتہ ایک خواص خاص انجمن آرا کی بدحواس دوڑی آئی کہا شہزادہ جانعالم کی عمر دراز ہو نصیب دشمنان شہزادی کی طبیعت ناساز ہے شدت سے کلیجے میں درد ہوتا ہے وہ نقش سلیمانی اور لوح دیجئے دھو کر پلاؤں عارضہ مزاج مطلوب و بدمزگی طبیعت محبوب سنکر بیقرار ہوا کچھ نیند کا خمار کچھ طبیعت کا انتشار دیکھا نہ بھالا نقش و لوح حوالہ کیا نقش دیتے ہی نقشہ بگڑ گیا ایک آواز مہیب پیدا ہوئی کہ اے جانعالم بہت دنوں اڑتا پھرا مدت کے بعد پھنسا خبردار ہو جا ایسی آواز ہولناک تھی کہ سب لشکری

تصویر جانعالم کے پتھر بننے کی نصف بدن تک مع لشکر اور رنڈیونکا علاج بن کا لگنا



ڈر گئے شجاعوں کے کول تھرا گئے محل میں رنڈیوں کو غش آ گئے گھبرا کر شہزادے نے انگشتری کا قصد کیا جگہ سے ہلا نہ گیا
غور جو کیا تو آدھا جسم پتھر کا ہو گیا تھا پھر تو جو جہاں بیٹھا تھا بیٹھا رہ گیا جو کھڑا تھا اینٹھا رہ گیا ہر طرف غل اور شور تھا
جو پڑا تھا زندہ درگور تھا کچھ دکھ کچھ ہنسی تمام فوج آفت ناگہانی میں پھنسی عجیب کھلبلی مچی نامردوں کی بن آئی کل لشکر
انسان سے حیوان تک نیچے کا دھڑ پتھر کا اور اوپر کا جسم بدستور آہ و نالہ فریاد و بکا تمام لشکر میں برپا تھا اور محل
میں بھی یہی ہنگامہ مچا تھا ہر ایک گرفتار بلا تھا وہ رنڈیوں کی زاری انجمن آرا کی بیقراری علی الخصوص
ملکہ کے بیان سے زمین و آسمان کانپتا تھا جب وہ کہتی تھی شعر ہر دم زمانہ داغ دگر گونہ دردہد یک داغ نہ کہ
ناشدہ داغ دگر دہد تمام لشکر میں از شام تا پگاہ ہر ایک کے لب سے نالہ جانکاہ بلند رہا جب ماہ دم
مہر بھی تا نقاب سیاہ رو کئے تابان پچھا الکرم کدہ مغرب کی طرف روانہ ہوا اور آفتاب جگر سوختہ مشرق سے
نکلکر خدنگ آہ بیکساں کا نشانہ ہوا ایک ابر تیرہ تار آیا آدمی خوف زدہ ہو کر دیکھنے لگے اس ابر سے اژدہا خونخوار
شعلہ فشاں آتش دہاں نکلا ایک رنڈی اس پر سوار وہ بھی آتشبار شہزادے کے خیمے میں اتری جان عالم نے
پہچانا کہ وہی جادوگرنی ہے دیسے کہا شہر اپنا دور رہا موت قریب آئی قسمت نے کس جگہ لا کر غربت دکھائی
وہ بولی جان عالم کہو اب کیا قصد ہے شہزادے نے کہا وہی جو تھا اس نے کہا اب وہ نقش سلیمانی اور
لوح سپر دکی نشانی کہاں ہے جسکے بھروسے پر کودتے تھے اگر زندگی مع لشکر درکار ہے تو ملکہ اور
انجمن آرا سے انکار کرو ہماری اطاعت اور محبت مقدم جانکر ہم سے دار و مدار کرو نہیں تو میں ابھی تم
سب کو بے گور و کفن طعمہ زاغ و زغن کرونگی دشت لاشوں سے بھر دونگی شہزادے نے کہا ہماری
لوح دل پر نقش ارادت حافظ حقیقی کا کلک قدرت سے منقش ہے عادت سے مجبور ہوں بیوفائی سے
دور ہوں جو کہا سو کہا جو کیا سو کیا اگر قضا آئی ہے مرنے سے کیا چارہ ہے مگر جیتے جی بات جانی کب
گوارا ہے یہ سنکر وہ جل گئی غصے سے رنگت بدل گئی کچھ پڑھ کر جان عالم پر پھونکا بانصف تھا اب حلق
تک پتھر ہو گیا حسرت و یاس سینہ میں بھری تھی تصویر آذری سی بیگاڑی بے جنبش و حرکت دھری تھی تو اژدہے
پر چڑھ کر اڑی اور پکاری ای اہل رشید ایک دن اور رات مہلت کی ہے اگر صبح کو بھی انکار کیا تو دیکھنا لشکر کا تو
اپنی گردن پر لیا یہ سنا کر وہ تو ہوا ہوئی جبتک شہزادہ آدھا پتھر تھا تو ملکہ و انجمن آرا اپنے اپنے خیموں سے گھبرا کر
پکارتی تھیں جان عالم جواب دیتا تھا یہی آواز کا سہارا آس زیست کا سبب تھا اب جا حلق پتھر ہونے وہ جرس
قافلہ گم کردہ راہ دشت غربت بے صدا ہو گیا وہاں صبر راہی جلد ہو گیا ہر چند دونوں چلائیں شہزادے نے

مطلق جواب نہ دیا نہ بولا ہی نہ گیا پھر ملکہ مہر نگار بادل فگار سر پیٹ پیٹ کر کہنے لگی شعر فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا
کہ جسکے عوض یوں رلانے لگا ۔ فرد اے مرگ غریب الوطنی خوب جیا یا تھا لگا تو بدنامی سنو گی ہم نے ناکامی
مین جان دی چرخ ستم شعار نے وہ رنگ لایا انجمن آرا بیچاری مصیبت کی ماری سب کا منہ حسرت سے تکتی تھی
اور روتی تھی یہ بین کرتے تھے نہ قل مچایا جاتا تھا گھٹ گھٹ کر جان کھوتی تھی خواصین سر کھولکر کہتی
تھیں ہے ہے ہم اس جنگل ویران مین لٹ گئے وارث سے چھٹ گئے شعر تو وہ کریم ہے ناشاد کو جو شاد کرے
ہر امید مند کو جس طرح بامراد کرے ۔ لوگو ہم کیدھر جائین کیونکر اس بلا سے نجات پائین کوئی کہتی تھی شیطان
کے کان بہرے خدا نخواستہ اگر جاتا ملکہ کے دشمنوں کا رونگٹا میلا ہوا شہزادہ یہان خاک مین مل جائین گی ہم
جدائی سے جانین گنوائین گی ہم ان کے مان باپ کو کیا منہ دکھائین گے اس دشت ادبار مین سر ٹکرا کر مر جائینگے
یہ جادوگرنی قربان کی تھی یونہی بے گور و کفن رکھے گی اور اتون ملکہ چلا کر سب سے چادرین پٹک دیتے
کی طرف پکار پکار کہتی تھین ۔ تصدق اپنے نواسون کا یا رسول اللہ ۔ کہو حل کرین مشکل ہماری حضرت شاہ
ایک طرف مغلانیان غم کی ماریان دم گرم آہ سرد بھرتی تھین ایک سمت [illegible] بچھونا کی طرف
ہاتھ کھولکر التجا سے گریہ و بکا سے یہ عرض کرتی تھین شعر تو نے مدد کی نوح کی طوفان سے کشتی پار کی ۔ یا علی
مشکل کشا کیون دیر میری بار کی ۔ کوئی کہتی تھی ہمارا لشکر اس بلا سے چھٹ گیا تو مشکل کشا کا کھڑا دونا دونگی
کوئی بولی مین سہ ماہی کے روزے رکھونگی کونڈے بھرونگی صحنک کھلاؤنگی دودھ کے کوزے بچون کو
پلاؤنگی کسی نے کہا مین اگر جیتی چھٹی جناب عباس کی درگاہ جاؤنگی سقائے سکینہ کا علم چڑھاؤنگی
چھل نثری کر کے نذر حسین سبیل پلاؤنگی غرض کہ لشکر سے زیادہ خیمون مین تلاطم پڑا تھا صدائے
حزین نالۂ دلخراش سے ہنگامۂ محشر بپا تھا اتفاقاً ایک شاگرد ملکہ کے باپ کا رشید فن سحر مین یگانہ
اس مرد بزرگ کی ملاقات کو پر دوش ہوا اڑا جاتا تھا یہ نالہ بلند صدائے ہر دردمند اسکے کان مین
جو پہونچی زمین کا متوجہ ہوا دیکھا تو ایک لشکر عظیم بہ حال ستم سحر کا مبتلا ہے شور و غل ہو رہا ہے
جب قریب تر آیا طرفہ ماجرا نظر آیا کہ انسان سے تا جانور سب آدھے پتھر ہین سمجھا کہ سحر سے اس حال مین خراب
حال ہین لوگون سے پوچھا یہ ستم رسیدہ لشکر کس کا ہے کہان سے آیا ہے وہ ملکہ مہر نگار کے
ملازم تھے اپنا حال سب نے بیان کیا جب اسے یہ امر معلوم ہوا کہ استاد زادی کی خانہ بربادی
ہے درخیمہ ملکہ پر آیا سر پیٹا چلایا ملکہ نے آواز پہچانی کہا بھائی اسوقت یہ وہ کہان کا یہان آکر لیتا

ہمارا عذاب اور حال خراب دیکھو وہ اندر آیا ملکہ کو بھی اسی عالم میں پایا ملکہ نے فرمایا عداوت ساحرہ
سے ہمارا قافلہ تباہ ہے وہ عرض کرنے لگا مجھے اسکی ہمسری کی طاقت نہیں اور وقفہ کم صبح سے کا
کارخانہ درہم برہم ہو جائیگا - مگر آپ کے والد بزرگوار کے تشریف لائے پر بلا ٹلتی نہیں اور
خدا حافظ و ناصر ہے یہ کہکر بحال خستہ و تباہ لب پر نالہ و آہ اس بہر قدم سے چلا گرد بھائی بہن
ہر قدم پر نثار تھی بھچکے روکنے میں مصر بے قرار تھی پہر بہر میں وارد باغ ہوا اسکی سنا پاک گریبان
غنچے کی طرح جیب تک شبنم نمط اشک رواں پیرمرد نے فرمایا خیر تو اس نے سحر گرفتاری جان عالم ملکہ
کی بیقراری انجمن آرا کا الم لشکر کا حال ابتر کہکر عرض کی جلد چلئے اگر شام تک نہ پہنچے تو صبح ہی
دم بھر ملک الموت کا بازار گرم ہوگا ارمان سب دل میں رہینگے کشتوں کو عالم بے دلی وارث کہیگا کوئی
گور و کفن نہ پائیگا خاتمہ بالخیر ہو چکا پیرمرد نے آہ سرد بھر کر فرمایا افسوس شہزادے کو سب کچھ سمجھایا
تھا مگر عمل میں نہ لایا پھر ہنوز ؎ ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا ؎ پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی ؎
اسی دم شاہین تیز پرواز پر سوار ہو مغرب کی نماز لشکر میں داخل ہو کر پڑھی پہلے جان عالم کے خیمہ میں آیا حال
دیکھکر سخت گھبرایا پھر انجمن آرا کی جا کر تسکین کی وہ رونے لگی - وہاں سے ملکہ کے پاس آ کے کہا
تمہاری بدبختی نے ہماری وضع میں فرق ڈالا برسوں کے بعد باغ سے نکالا ملکہ نے گڑگڑا کر عرض کیا کہ یہ
وقت مدد ہے پھر نہ ہوگا اگر بے پیر رہائی اس آفت سماوی کی چاہتا منظور فرمایا القصہ مجھو دنا چاہ ارادہ تھا باوقار
شہزادے کے خیمے کے نزدیک دور تک حصار کھینچکر بیٹھا یہ مرد بزرگ نیک صفات تن عمر کے سوا
عامل اسم ذات کا تھا کچھ پڑھنے لگا کبھی مناجات مدد گاہ مجیب الدعوات کرتا کہ اے یاور بیکسان
و سر فرو کندہ گردن کشان اس بوڑھے کی شرم تیرے ہاتھ ہے قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوں
آخر وقت کا تو حافظ و نگہبان ہے مجھ پر جو مشکل ہے تیرے روبرو آسان ہے سفید ڈاڑھی کو بدنامی
کے دھبے سے نہ رنگنا تیرہ بختی کا دھبہ بریش سفید نہ لگانا شعر مشکل ز توجہ تو آسان ؏ آسان
ز تغافل تو مشکل ؏ جبکہ سجادہ نشین چرخ اول یا شمع مریدان کواکب حجرۂ مغرب میں روپوش ہوا اور
ساحر فلک چہارم پر شوکت با حشم ظلمہ مشرق سے نمودار با جوش و خروش ہوا اور وہ عبادت گذار
پیر جوانمرد شب زندہ دار وظائف ختم سے فرصت پا چکا تھا یکایک نابکار شیطان صفت ناکس
عورت اژدہے پر سوار بخیال خود ابلہ فریب مع قتل جان عالم لشکر میں تھا آئی پہلے ملکہ کے پاس گئی آنکھیں

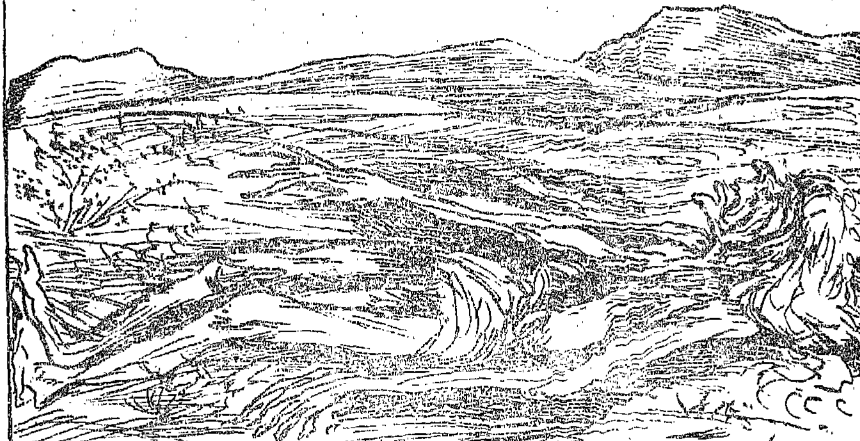
لال لال طپش کمال اور بآواز کرخت پکاری اے پیر مرد سست تدبیر تیری اجل بھی دامنگیر ہو کر کشان کشان اس دشت جانستان مین لائی ہے مجھے شرم آتی ہے کہ تو پیر نود سالہ ہو چکا ہے بے مارے مر رہا ہے تیرے قتل مین بدنامی چھٹ فائدہ کیا ہے جدھر سے آیا ہے سیدھا چلا جا نہین بیک نگاہ کج نشان لشکر اس صفحۂ زمین سے مثل حرف غلط کار و سحر سے مٹائے دیتی ہون مرد بزرگ نے آشفتہ ہو کر فرمایا اے ننگ فرقۂ بنی آدم مردود عالم تجھے جوش شہوت و ولولۂ مباشرت نے آمادہ قتل ہزارہا بندہ اللہ بے جرم و گناہ کیا مین مرگ عزیزان دیکھون مرنے سے ڈرون بقول تیرے آج نہ موا کل مر جاؤنگا جیتے جی خلق کو کیا منہ دکھاؤنگا تجھ سے ناحق آنکھ چھپانی پڑیگی تو بدبخت مجھ سے کیا لڑیگی یہ کہکر وفا شعار بھلا آتشین چڑھا سحر کی نیرنگیان دکھانے لگی انکی بھی دعا کی تاثیر سے بنکلا سکا سحر اسپر ڈھال تک مٹانے لگی صبح سے پھر دن باقی رہا کوئی دقیقہ طرفین سے باقی نہ رہا طول اس مقام کا بیجا تھا اسی کلمہ پر تمام کیا کہ جب وہ عاجز ہوئی تب سحر کی طاقت سے شیرنی کی صورت بنائی پیر مرد بھی اسد اللہ الغالب کو یاد کر کے مہیب شیر ببر بنا اور اس طرح للکار کر گونجا کہ جنگل کپکپا اٹھا نعرے کے خوف سے دریا مین گرے

تصویر ایک شیر ببر اور دوسری شیرنی کی باہم لڑنا اور شیر کا غالب آنا



اور پانی کے جانور خشکی مین چھپتے پھرے کچھ دیر اس ہیبت مین لڑائی زور آزمائی رہی آخر کار وہ روبہ خصال اس ہزبر بیشان شجاعت کی تاب نہ لائی گیدڑ بھبکی دکھائی اور عقاب بنکر اڑ چلی وہ ہین اوج دلیری سوچا کہ بے گرفتاری طائر مطلب یعنی اس ڈھنڈو کے لشکر چنگال سے نکلے گا اسی طرح یہ بھٹکی بھٹکی ٹٹی کے آڑ مین شکار کھیلے گی بلا سے کچھ ہوا سے کھینچنا دزدون مین کم پایا تھا فوراً باز تیز پرواز ہو اس سناٹے سے جنگل آہنی مین اسے دبوچا اور ایسا نوچا کہ اسکی جان سنسنا گئی -

بھاگتے وقت رجال الغیب سے عنقا موت پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑی بہت تڑپی پنجۂ قضا سے نہ چھوٹ سکی
اُسی کشمکش مین ایجا پہنچی یعنی مرغ روح اُس کا مجروح قفس تن سے اُڑ کر آشیانۂ جہنم مین پہونچا غلغلہ
حشر و شور نشور اُس صحرا مین تھا ہر یک دو دو بھاگا ہر طرف سے وا ردگیر کی صدا آئی آسمان چکر مین آیا
زمین تھرائی وحشت تیرہ و مکدر ہوئی آندھی چلی سحر کا کارخانہ اُڑ گیا ابتر ہوا قریب شام وہ سیاہی
موقوف ہوئی خورشید نے رُخ اور دکھایا اپنا بیگانہ نظر آیا جاتا تھا عالم گھبرا کر اُٹھ بیٹھا اہل لشکر نے رہائی
از سر نو زندگی پائی جاتا تھا عالم جسم سے نکل تا دم دِل پیر مرد کی خدمت مین حاضر ہوا سب نے دیکھا
دور حصار مین ایک رنڈی ہے کئی سو برس کا سن ضعف کا زور و شور بڑھاپے کے تن قد کمان



ہر سے پھیرین آنکھین تو وہ بدزبان جسم کا ہر ٹھیا دیپو نہ لیید کی کسی ہوئی رگین ہادت نظر آتی تھین ہڈیان
پسلیان بوسیدہ جلد کے باہر سے گنی جاتی تھین مثل دہان بے دندان حقۂ خالی کی طرح دواڑھ
دانت کے نام سے منہ خالی تھا نہین پہاڑ سا کھلا پھیلے نیلے ہونٹ سے تا لو سے کا تو ا جیب
جھلسی چھالے پڑے سے بایان ہاتھ سا کھو کا ڈالا اور دہنا برگد کا ٹھنٹھ قد کا ڈول نرالا عوج بن عنق
کی خالا انگ ہر ایک تاڑ سے بڑی لکڑی ہو تو سقف پیشون کی آڑ ڈالا ہو گنبد چرخ کی پاڑ ہو
پھیلائے پڑی تھی گویا پتھر رکھے محل کی کڑی تھی سینہ پر کفن تنگ چھاتیون کے تکلے
کی طرح سپاٹ لٹکتے پیٹ کے لپیٹ کی انتہا نہین ہے خاک گور کبھی بھرا نہین دل پہاڑ کی
سِل سے سخت تر گردہ توپ کا ہمسر ہڈی سے گوشت گوشت سے کھال جدا ہیر زال فرتوت کش
بڑھیا پر بیکا ہیہ رنگ کہ سلوٹ سے پھر کا اسکے دو بر وہ منہ سفید ہو جاتے شب فرقت کی سیاہی

مین کالی بلا سی نظر آئی کوئلہ کا وہ ڈھنگ کہ سب کہتے تھے بچا ہے لڑکون کو کاٹ نہ کھائے ماتھے
پر سیندور کا ٹیکا دُور سے نظر پڑتا اور سفید چونڈا چنور کی طرح لٹکتا سیاہی کا دھبہ بحر تیرہ بختی کہین دیکھا
ایسے سر کی مانگ مین بھی مانگ جا بجا سیندور بھرا بالون مین ناریل کا تیل پھٹے پھٹے دیدے نین
دیدون کی طرح کاجل ریل پیل گہنے کے عوض سانپ بچھو لپیٹے کھوپڑی اور ہڈیون کے ہار گلے مین
پڑے سحر کا سنگار کئے پشت بہ بہشت روئے نحس سوئے جہنم جیسے پڑی تھی شہزادہ پیر مرد کو ساتھ
لیکر محلسرا کے خیمہ مین آیا شہزادیون نے جان پائی جلیسون کے منہ پر رونق آئی خواصون نے شکر
جناب باری کیا ماما اصیلون نے پیر مرد کے قدم پر گر کر عرض کیا مصرعہ اے آمدنت باعث آبادی ما ۔ اُس
بزرگ نے فرمایا ابھی اِس معرکے سے نجات نہین ہوئی آفت عظیم کا سامنا باقی ہے جانعالم نے پوچھا قبلہ
وہ کیا ہے اُس نے فرمایا اسکا باپ شہنشاہ جادوان ہے کوئی دم مین ضرور آئیگا بکھیڑا مچائیگا ملکہ مہر نگار
مضطرب ہوئی پیر مرد نے فرمایا اللہ یار ہے وہ کیا نابکار ہے مصرعہ دشمن اگر قویست نگہبان قوی ترست
یہ کہہ کے دو ماش چپ و راست پھینکے دو جانور نئی صورت کے پیدا ہوئے ہرن کے چہرے طاؤس
کے دھڑ یاقوت کے سینگ الماس کی آنکھین زمرد کے پر اور دو ٹھیکریون پر کچھ لکھ کے اُنکے سامنے
رکھا وہ ہر ایک چونچ مین اُٹھا اُڑ گیا وہ رات بھی بیم و ہراس مین گذری جسوقت ساحر شب بیدار عامل
صبح کی آمد کے دبدبے سے بھاگا ہوا تند چلی برق چمکی رعد کی آواز ہوئی اہل لشکر ڈر گئے مثل مشہور ہے
مار گزیدہ از ریسمان پیچیدہ می ترسد پیر مرد کے گرد جمع ہوئے کہ ایک سمت سے غول کے غول غٹ
کے غٹ جادوگرون کے جھٹ پٹ باز جرے باشے بھجنگے پر ننگے دھڑنگے سوار قطار قطار آ کے میدان مین
مرشد کامل نے اُن کا پرا جمایا دوسری جانب سے جادوگرنیان طاؤس اور ناگون پر سوار آتشبازی کے
حقے اڑاتی ناریل اچھالتی اکتارے چھڑتے بادلے کی جھنڈیان کھلی ہوا سے اڑتی ہوئین آپس مین چھیڑ چھاڑ
سحر آزمائیان ہاتھون کی صفائیان ہوتی لڑائی کے عزم پر سیر کرتی موجود ہوئین اُسی پرے کے
مقابل ٹھہرین اُنھین دیکھ کے جانعالم کا جی کلبلایا فوج کے سردارون کو بلایا اور فرمایا گو آج دغدغہ
کامل ہے مگر یہ جلسہ اور معرکہ دیکھنے کے قابل ہے زندگی ہے تو ایسا روز کبھی کاہے کو نظر سے گذریگا
وگرنہ مرگ انبوہ جشنے دارد ہماری فوج بھی چمک دمک سے صف آرا ہو اسباب نیا سب نکالو
پیشخیمہ لشکر پہلے بیلدار نکلے پست و بلند زمین ہموار کر کنکر پتھر چن کر جھاڑی جھنڈی کاٹ ڈالی

جھاڑی ہوئی زمین صاف برابر نکالی پلٹنون کی خاطر مورچے درست کیئے توپون کے لیئے دمدمے
باندھے جھاڑی لگائی کہین سرنگ کا پوشیدہ رنگ جمایا باروت کو چھپایا میدان جنگی بنایا پھر سقے
آبپاشی کر گئے توپخانے والے بالچون مین پانی بھر گئے فوج کی آمد ہوئی صف کارزار آراستہ ہونے لگی
راست و چپ پانچ پانچ سو ہاتھی مست پٹے سونڈون مین چرخے ایک ایک پہلوان قوی ہیکل
زرہ پوش گرز گران بر دوش اُن پر سوار پھر پلٹنین اور توپخانہ آیا قرینے سے جمایا گیا توپ فلک شکوہ
سوبرج جھنکار اور نانک متی کی پتے کی گردون گردان پر چوٹ کرنے والی مدد کو ہوٹ کوسون کی
چوٹ کی اور وہ غبارے جس کا گولہ قصر چرخ مین اُتارے پھر سوارون کے پرے مین میمنہ و میسرہ
قلب و جناح ساقہ و کمینگاہ درست کر دیا آگے ہراول پیچھے سوارون کے پیدل فوجون کے
دل نقیب چار سو سے نکلے کلے سے کلہ کنوتی سے کنوتی پٹھے سے پٹھا دُم سے دُم سُم سے سُم ملا دیا
نشان بردارون نے علم سبز و سُرخ زر افشان کو جلوہ دیا سر ہر علم ماہی پرچم کی چمک چشم دلاوران مین
بادۂ جرأت کا کام کر گئی نامردون کو ہول ہوئی بھاگنے کی فکر پڑی پیٹ مین کھلبلی مچی کتنون کی چلتے
چلتے جان گئی دریائے فوج ظفر موج موج زن تھا حشر کا میدان رن تھا غرش کوس حربی صدائے
نقارخانۂ جنگی چرخ پر برج ثور تک زیر زمین گاؤ ثری کو پہونچی اور صدمہ و ماتمند مہیب آواز دل گوش
فریب سے کرۂ ارض و سما دہل گیا اور قرنائے جنگی کے غریو سے صور کی ہمدمی کا دم بھرا اِذَا زُلْزِلَتِ
الْاَرْضُ زِلْزَالَہَا کا وقت قریب آیا جان عالم بھی بصد حشم اسپ پری پیکر پر جلوہ گر ہوا چتر زرنگار بالائے
سر تاج شہریاری کج رکھکر شمشیر برق دم زیب کمر فولادی سپر پشت پر بائین ہاتھ مین مرکب کی عنان
دہنے مین نیزہ اژدہا پیکر دو دنبالہ فتح و نصرت جلو مین اقبال یاور تک و دو مین ہمت و غیرت
دست بستہ بہم جرأت زیر قدم قدم بوس زمین مین کمان کیانی چہرے پر رعب و جلال کشورستانی سمند
صبا دم کو گرم عنان کر کے پرے کے برابر باگ لی چاؤش طرار خبردار باش للکارا مریخ سا خنجر گذار
بالائے چرخ الامان پکارا ہکو کیتیون نے کڑکا شروع کیا نقیبون نے نہیب دی یلا در دآنج
عرصۂ جنگ و جگہ نام و ننگ کی ہے دُنیا مین زندگی چار دن ہے لڑنے بھڑنے کا نوجوانو یہی
سن ہے کسی کو بقا بجز ذات خدا نہین ہمیشہ دُنیا مین کوئی رہا نہین شعر رستم رہا زمین پہ نہ بہرام
رہ گیا ٭ مردون کا آسمان کے تلے نام رہ گیا ٭ اس صدا سے جو صدا کے بہادر حسب جرأت تھے

اُن کا دریائے شجاعت سنتے ہین جو خبر ن ہوا مونچھین کھڑی ہوئین آنکھین سُرخ چہرے بشاش ہو گئے بسان
شیر دلیر قبضہ ہائے شمشیر دیکھنے لگے اور چست و چالاک ہو کر مستعد کارزار ہوئے جانفشانی کو تیار ہوئے
ہر دم باہم یہ اختلاط تھا دیکھین آج تلوار کس کی خوب کاٹتی ہے کس کس کا لہو چاٹتی ہے پہلے نیزہ
کس کا سینۂ عدو پر چلتا ہے نیزے کی تان پر کون چھاتی تانتا ہے لوہا کون مانتا ہے کس کے تیر کے
نشانہ سے خون کا فوّارہ اچھلتا ہے آب پیکان دشمن کے حلق مین کون اُتارتا ہے سر پیکان کس کا
طالب سوفار سرخرو ہوتا ہے کسکو کون للکار کر ڈانٹ کر مارتا ہے دوا کو کون پکارتا ہے عرصۂ کارزار
مین حق نمک شاہزادہ ادا کیجئے دشمنون کا لہو پیجئے جب بگڑے تو وہ کام بنے جس سے رستم کی گور
تھرّائے سام نریمان کا رنگ فق ہو جائے کوہ کو پر کاہ کی طرح اکھاڑ دے دیو اگر سامنے آ جائے تو
پچھاڑے دیکھیں قدر دان سر میدان سرگرم نظارہ ہے دیکھئے کون کام کا ہے کون ناکارہ ہے
کس کے ہاتھ کھیت رہتا ہے کون کون کھیت رہتا ہے تن چلا ین کر لو زرد سرخ و سفید سب ہین بھر لو
آج ہی تو آن بان ہے یہی گوی میدان ہے بے دل گنڈون کا احوال ولا یہ ڈول ہوا کہ پول سے
چہرے زرد لب پر آہ سرد منھ پر ہوائیان اُڑتی تھین ہر بار بھاگنے کو باگین مڑتی تھین کھڑے ہوئے
اپنے منھ نوچتے تھے پیٹ پکڑے پھرتے تھے دست ہر دست چلے آتے تھے ڈر کے مارے بے مارے
موئے جاتے تھے کوئی کہتا تھا میان جان ہے تو جہان ہے نوکری نہ ملیگی بھیک مانگ کھائین گے
جائین کہان پائین گے حرمت گئی تو گئی جان تو رہیگی لہو کی ندی تو بدن سے نہ بہیگی یہی نا کوئی
نامرد کہیگا آبرو جائیگی جی تو رہیگا یہان کی پگڑی اور کہین بنائین گے تیر تلوار کی گولی بچا کر
گالیان کھائین گے ادنیٰ سپاہیون نے کمرین باندھین ہین کوئی کہتا کہ ہم تو جو دین کوسون بھاگنے کو
آندھی ہین جونکین لگاتے ہین ہمارے ماں باپ بھنگ پلاتے تھے معجون کھلاتے تھے کسیکی فصد
کھلی دیکھ کر ہمین غش آتے تھے ہم تو دوست ہو یا دشمن دونون کی خیر مانگنے والے ہین سب سے پہلے
معرکے سے بھاگنے والے ہین ہمیشہ گالی گلوچ کو خانہ جنگی دھول دھپے کو میدان داری سمجھے
لڑائی بھڑائی سے کبھی بھڑکے نہ نکلے تمام عمر [illegible] سوئی نہ گڑنے دی گالیان کھا کھا کے
زندگی بسر کی بے غیرتی کا بھلا ہو جس سے آج تک جان سلامت رکھی اب بھی قسمت نے یہ دن دکھایا
خدا نے ہمین پھر آ کیون نہ بنایا [illegible] اس طرح کی کلبل پل چل مچی تھی ادھر تو ہمین اڑا دو کھرنگ کا نے

ایک اونچا ٹیلہ تجویز کر کے خیمہ بپا کیا چلمن چھوڑ اٹھیں سیر دیکھنے لگیں اس عرصے میں لشکر غنیم کی آمد ہوئی
یعنی شہپال جادوگر نو لاکھ ساحر ہمراہ رکاب شکست انتساب لیکر تخت پر سوار چالیس اژدر خونخوار تخت
اٹھائے بڑے کروفر سے آیا فوج بے قیاس وہ خدا ناشناس لایا اور سامنے جوانان تہمتن و گردان صف شکن
کے اپنا پرا جمایا پھر علم کالے آگے نکالے اور پرچم سیاہ ہم صورت بخت اُس گمراہ کے کھلے دف
و جھانجھ بجنے لگے دھر کوس کو ڈر کر بجنے لگے وزیر اُس کا پیام بہیرو کے پاس لایا دست ادب باندھکر
عرض کی ایلچی کا زوال نہیں زیادہ گوئی کی مجال نہیں شہپال نے فرمایا ہے تمھارا مرنا جینا برابر ہے
کہ گرم و سرد زمانہ دیکھ کر عمر طبعی کو پہونچے مگر ان بچاروں پر رحم نہ کیا ان کے خون کا حساب اپنی
اعمال کی کتاب پر لکھ لیا یہ جیغہ اپنے ذمہ لیا بہیرو نے جواب دیا ارے اُس اجل رسیدہ پیر نابالغ
سے کہنا دنیا میں سے جس کا خون زمین پر گریگا اُس کا مظلمہ و انتقام تیری بیٹی جو فاحشہ تھی اُس کی
گردن پر ہوگا ہم سمجھے تھے وہی ننگ خاندان تھی لیکن اب معلوم ہوا ایسوں کے ویسے ہی ہوتے ہیں
تجھے سفید داڑھی کی شرم نہ آئی کہ وہ مری اب کلنک کا ٹیکا مٹا تو تو اس سے بھی زیادہ بے حیا
سیہ قلب نکلا یہ مقام رزم ہے جائے نیزہ و شمشیر یا گرز ہے جو محل تقریر ہو گفتگو بیفائدہ ہی لاطائل
باتوں سے کیا حاصل جو منظور ہو بسم اللہ آئیں دیر نہ کریں آج کیسے کیسے ہیں تخت و تاج ہوتا ہے
اور گور و کفن کو کون محتاج ہوتا ہے وزیر جواب پھرا شہپال سے سب حال کہا پھر تو وہ کافر غدار
گنہگار مثل [illegible] پر خود پیچیدہ ہو شعلہ غضب سے وہ ناری جل گیا جسکا رنگ
[illegible] لشکر کے سرداروں کو للکارا دوپہر تک
عجب [illegible] جادوگر اور جادوگروں کی لڑائی رہی کہ دیکھی نہ سنی
کسی [illegible] نے پتھر برسائے تھے شجر پتھر کے نیرنگ دکھائے
آخر کار جب جادو [illegible] بگرز و شمشیر نیزہ و تبر آئی پھر تو شہزادہ جان عالم
کی [illegible] جرار ہوئے سپاہ مانند ابر بہار ہیبت گھر آئی
[illegible] کا دم آیا خوب لوہا برسا سب تازہ دم وہ دوپہر
[illegible] گئے شمشیر صاعقہ خصال
جانا [illegible] کا طاقت نہیں قطرہ سیماب کی طرح تڑپ [illegible]

اُنکر کینہ کا لہو چاٹا وہی سر جو پناہ خود مین تھا پلک جھپکی تو گود مین تھا پھر گھوڑے کے تنگ سے چست
گذر زخم کشادہ ہو کر خانۂ زین سے زمین مین قرار لیا سرہالین اُس کی قضا کو روتے دیکھا اُسنے خواب
مرگ مین پانون پھیلائے سوتے دیکھا جس پر لپک کر ایک وار کیا دو کیا دو کو چار کیا حواس خمسہ
کسی کے درست نہ تھے ششدر ہو گئے ساتون زمین کے طبقے تھرائے آسمان کو چکر ہوا مردے
قبرون سے چونک کر باہر نکل آئے جو لپکا اُسے مار لیا بھاگتے کا پیچھا نہ کیا گھڑی بھر مین خون
کا دریا بہہ گیا لاشون کا انبار رہ گیا کاسۂ سر حباب دریا کی طرح بہتے نظر آتے تھے موج خون مین دھڑا
دھڑ ادھر غوطے کھاتے تھے دشمنون کی کشتی زیست طوفانی تھی آب تیغ کی طغیانی تھی فوج عدو
کا زندگی سے دل سیراب اور اُچاٹ تھا لہولہان ہر تلوار کا گھاٹ تھا کوسون تک لاشے پٹے تھے
پیپا پاٹ تھا آخرکار فوج کو شکست ہوئی شہپال مارا گیا سر اُس خود سر کا مثل حباب اُتار اگیا سپاہ باقی ماندہ
اُس تیرہ بخت نگوںسار کی فرار ہوئی زندگی دشوار ہوئی پھر تو غازیان فتح نصیب اور جادوگران مہیب
لوٹ پر ٹوٹ پڑے سب کچھ لوٹا ساز و سامان اُنکا ذرا نہ چھوٹا اُدھر نشان کھلے شادیانے بجنے وہ سب

تصویر معرکہ لڑائی شہپال کا مارا جانا اور تصویرین جادوگرونکی ہیبتناک



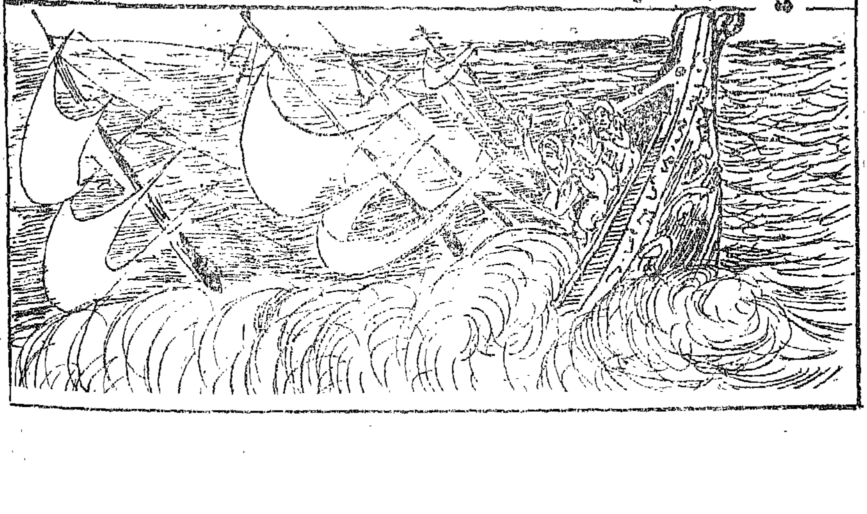
چادر پھاڑتے ماتم کرتے گریبان چاک سر در آغشتہ بخاک دم سرد بھرتے جنگل منہ جدھر اٹھا بھاگ
نکلے میدان کشتوں سے اٹ گیا دشت لاشوں سے پٹ گیا آجتک طعمۂ زاغ و زغن اُسی بن سے ہے
صحرائی درندوں کے خوب پیٹ بھرے بلکہ جانوروں کی دعوتوں کو گوشت کے مچھے قیمے کئے اُٹھا
رکھے بہت ہیضہ کر کر مرے وہ سرزمین قلعہ خزانہ جانعالم کے قبضے میں آیا بڑی جستجو و تگاپو سے وہ
لوح اور نقش پایا پیر مرد رخصت ہوا اور چلتے ازبس پند و نصیحت تھے مکرر سمجھائے راہ کا خطر مصیبت سفر
ہر منزل و مقام کا نفع و ضرر کہکر کہا میری جان اب ایسی حرکت و سامان نہ کرنا جو پھر کوئی روز سیاہ و دشمنوں کے سامنے
آئے دوستوں نے کیا بچائے ہمسے باغ چھڑائے تو اب اللہ حافظ و ناصر ہے رسول اُسکا اور تمہارا مددگار و یاور ہے

نزول موکب شوکت و جلال بعد فتح جادو شہپال ساحل دریائے شور پر جہاز کا آنا شہزادے کی طبیعت کا لہرانا پھر سوار ہونا اور جہاز کی تباہی باہم کی جدائی انجمن آرا کی بے سروپائی جوگی کی ملاقات

آشنایان بحر تقریر و غواصان محیط تحریر شناوران شط الفت غریق لجۂ محبت نے گوہر آبدار سخن
کو سلک گفتار میں منسلک کر کے زیب گوش سامعین ذی ہوش اسطرح کیا ہے کہ بعد فتح جنگ جادو
شہپال اور ہاتھ آنے خزانہ مالا مال کے دو مہینے تک عساکر نصرت اثر شب و روز اُس دشت
میں جلوہ افروز رہا جب پیر مرد باغ کو تشریف فرما ہوا جانعالم نے کوچ کیا چند مدت کے بعد ایک
روز خیمہ لب دریائے شور ہوا شہزادہ معشوقوں سے باہم تماشائے بحر زخار و نظارۂ امواج پیچ دار ادھر
دریائے ناپیدا کنار کی پانی کا زور ہو لیے دریائے شور کا شور کیفیت لطمہ و گرداب دیکھتا تھا نظم
آب کیسا کہ بحر تھا زخار ٭ تند امواج تیرہ و تہ دار ٭ موج کا ہر کنایہ طوفان پر ٭ مارے چشمک حباب عمان پر ٭
گذر موج جب نہ تب دیکھا ٭ ساحل اُسکا نہ خشک لب دیکھا ٭ ناگاہ ایک جہاز پر تکلف با نقش و نگار
بسیار صبا رفتار نمودار ہوا شاہزادہ سمجھا کوئی سوداگر کہیں جاتا ہے جب قریب آیا جہاز کو لنگر کیا اور ناخدا
در دولت پر شرف اندوز ہو کر عرض کرنے لگے ہم لوگ ملاح ہیں یہاں جو شاہ و شہریار رونق افروز ہوتا ہے
ہم اُسے دریا کی سیر شکار بحری جانور آبی دکھاتے ہیں موافق قدر و قسمت میں جو ہوتا ہے انعام پاتے ہیں
یہ سنکر خواہش سیر دریا شہزادے کے سفینۂ دل میں موجزن و لطمہ پیرا ہوئی ملکہ سے کہا چلتی ہو سنتے عرض کی ہنوز گرد یا

غم تلاطم اندوہ والم سے ساحل فرحت وطرب کی ہمکناری میسر نہیں ہوتی آپکو دل لگی نیا ڈھکوسلا سوجھا
جانعالم نے کہا دریا کی سیر جی کو مسرور کرتی ہے خفقان دور کرتی ہے طبیعت بہلجاتی ہے کیفیت
نظر آتی ہے تمنے سُنا نہیں قول سعدی مصرعہ بدریا در منافع بیشمار است دو چار گھڑی دل بہلا
چلے آئینگے ملاح مجھ دم نہ رہجائینگے ملکہ مہر نگار نے متردد ہو کر کہا سب سچ ہے جو کچھ آپنے فرمایا
خفقان کیا تمہارے دشمنوں کو نزلا ہو لیا ہے میں نے بارہا انجمن آرا سے کہا ہے سو یہ مرض لادوا ہے
پانی سے دونا ہوتا ہے اسکے سوا میرے دماغ میں بھی کیا خلل ہے میرا دوسرے مصرعہ پر عمل ہے
سعدی اگر خواہی سلامت بر کنار است ٭ شہزادے نے کہا خیر تم تو ڈرتی ہو ہم تنہا جائینگے تم نچلی
بیٹھی رہو آرام کرو جدائی کی تاب محبت کے مبتلا کو کہاں ہے الفت کا بھی بڑا امتحان ہے ناچار
اُسی دم ملکہ مہر نگار اٹھی اور انجمن آرا مع چند خواص ہمراہ ہوئی جہاز پر پہونچے بادبان کھنچے ابھی چلے نہیں
لنگر اٹھا مہر نگار مضطرب ہوا اور یہ شعر پڑھنے لگی حافظ درین دریائے بے پایان درین طوفان موج افزا
دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسہا ٭ لوگ مصروف تماشا ملکہ غریق بحر تفکر غوطہ زن گرداب تحیر تلاطم اندوہ
والم کی آشنا بار بار انجمن آرا سے کہتی تھی خدا خیر کرے دشمن نہ ایسی سیر کرے بے طرح موج الم سر سے
گذرتی ہے خود بخود پانی دیکھکر جان ڈرتی ہے اللہ حافظ و نگہبان ہے سب سر سامان بد نظر آتے ہیں
کلیجہ خوف سے لرزاں ہے القصہ چار گھڑی جہاز نے بادمراد پائی پھر گھٹا آئی پھر آفت آئی ناخدا چلّایا
ملاح ہراساں ہوئے شہزادے نے پوچھا کیا ہے عرض کی کہ طوفان عظیم الشان اٹھا ہے ابھی ذکر تھا
کہ ہوا عالمگیر ہوئی جہاز تباہی میں آیا بادبان ٹوٹ گئے مستول گرا اور جھکے چھوٹ گئے سنبھالنے کا

تصویر دریا مع جہاز اور دونوں ملکہ کی مع خواصوں کے اور جہاز کا ڈوبنا



مقدور نہین رہا آخرش تلاطم آب صدمۂ پیچ وتاب موج سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا کسی کو کسی کی خبر نہ ملی کون ڈوب گیا کون جیتا رہا ایک سے دوسرا جدا ہو گیا جان عالم تختے کے سہارے بہتا تیرتا چار دن مین کنارے لگا جب تکان پانی کی موقوف ہوئی غش سے آنکھ کھلی دیکھا کنارے کیا ہون بلکہ گورکنارے لگ رہا ہون بڑی جد وکد سے آہستہ آہستہ بیٹھتا اٹھتا ایک طرف چلا ایک بستی مین پہونچا وہان کے باشندے اسکا چہرہ اور جمال اور یہ خراب حال دیکھکر بہت گھبرائے قریب آئے کوئی بولا یہ پریزاد ہے مثل سرو آزاد ہے چمن حسن وخوبی کا شمشاد ہے کسی نے کہا ابھی تو دن ہے یہ از قسم جن ہے غرض کہ جن جن نے اسے جن کہا تھا پاس نہ آئے خوف سا کھا اسطرح بولے استاد کون ہو کیا ہو سچ کہو جن ہو یا پری ہو تم جان عالم نے دم سرد دل اندوہگین سے بھر چشم تر کر ان لوگون سے کہا لا اعلم

عالمے دارم چنان کہ دشمن خواہد	جانے دارم کہ فرقت تن خواہد
ناکامی خویش را اگر شرح دہم	دشمن بخدا زندگی من خواہد

ایہا الناس مین گم کردہ کاروان جرس کی طرح نالان ہون دل گرفتہ نقش پائے یاران فتنہ ہون حمق مین گرفتار ہون بچھڑون کا طالب دیدار ہون غریب دیار بیتاب ہے وانہ نصیب ہوا نہ اب مفارقت یاران چند سے خستہ وخراب حیران ہوش وحواس یک لخت زائل ضعف سد راہ ناطاقتی حائل یارون کی صورت نظر آتی نہین دیدۂ دیدار طلب مین بینائی نہین نہ تاب رفتار نہ طاقت گفتار مؤلف

بسان نقش پا بیٹھے جہان وان سے نہ پھر سرکے	ٹھکانا پوچھتے ہو کیا بھلا ہم بے ٹھکانون کا
بیاد دوستان پہرون مجھے ہچکی لگ آتی ہے	کہین ذکر جب ہوتا ہے کچھ گذری فسانون کا
علم سے آہ کی ثابت ہوئی غم کی ظفر ہم کو	کہ باعث فتح کا ہوتا ہے کھلنا نشانون کا
چھڑائے جب سے پیر فلک نے دوست میرے	مٹے گا داغ کب دل سے میرے ان نوجوانون کا
شرر شعلے سے نکلتے ہین سرور دل حزین ہر دم	بھلا دیوان ہو کیونکر جمع ہم آتش بیانون کا

اس حکایت جانسوز شکایت چرخ بیمہر غم اندوز سے سب رونے لگے کہا یہ شہزادہ عالی تبار ہے الا دل از دست دادہ محبوبون سے دور فتادہ اس سبب سے دل افگار ہے منت وسماجت سے مکان پر لیگئے ہاتھ منھ دھلوایا کھانا پانی حاضر کیا جان عالم آب وطعام دیکھکر رو دیا کہا اشتہا

ہو خاک بھوک کی اس فاقہ مست کو جسکا ہجر	جو اپنا خون جگر روز ناشتہ سمجھے

خدا جانے میرے بچھڑوں کا کیا حال ہوا کسی کو دانہ پانی میسر آیا یا کچھ نہیں پایا میں بھی نہ کھاؤں گا بھوکا پیاسا مر جاؤں گا وہ بولے حضرت سلامت کھانے پانی سے انکار نادانی ہے اسی سے بشر کی زندگانی ہے جو جیتے ہو تو کسی روز بچھڑوں سے مل جاؤ گے وگرنہ غربت کے مر جائیں گے گور و کفن بھی نہ پاؤ گے ناچار کے سمجھانے سے وہ ایک نوالہ بجبر حلق سے اتارا پانی پیا ہاتھ پاؤں سنسنائے تھم غش آنے لگے جب طبیعت ٹھہری سب کا ملال جانا رہا ہی ایسان ہر ایک کی جدائی اپنا فوتیت چھلنے جاتک آ کا پتہ نہ پایا سب کے بقول ارزحمت سے ہیں گے صبر کیا

ہمرہان رفتند و ما ماندیم و وزدان در کمین	خانہ طلع در چمین است و کشتی در فرنگ

سب ماتم کرنے لگے ایک شخص نے کہا یہاں سے دو منزل ایک پہاڑ ہے کوہ مطلب بر آر نام ہے ایک جوگی کا مقام ہے مرد باکمال ہے شیریں مقال ہزاروں کوس کے حاجتمند اُسکے پاس جاتے ہیں سب کے مطلب بر آتے ہیں بسکہ اُسپر عنایت باری ہے چشمہ فیض اُس کا جاری ہے آج تک کوئی شخص محروم ناکام اُس مقام سے نہیں پھرا یہ مژدہ سنکر چہرے پہ بشاشت چھا گئی گئی ہوئی جان آئی آن بدن میں آگئی گھبرا کر یہ شعر پڑھا

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند	آیا بود کہ گوشۂ چشمی بما کنند

اُسیدم چلنے کا عزم کیا وہ لوگ مانع ہوئے کہا ابھی جانیکی طاقت آپ میں آئی نہیں پاؤں میں راہ چلنے کی تاب توانائی نہیں دو چار روز یہاں آرام کرو قوت آجائے تو مختار ہو غرضکہ جانعالم نے اُن لوگوں کے سمجھانے سے وہاں مقام کیا عجب پریشانی میں صبح کو شام کیا گرد وہ سب جانقفرزن ہر طبیعت رہ مشتاقان گرفتار رنج و محن کبھی تو بچھڑوں کی جستجو رہتا کا مثل مجنون خود بخود بکنے لگتا اور چیخا ہیں خستہ و درد سے ہوتے یہ شعر پڑھتا

ہر شوخ جز الفت کہ کیا آپ سے پہونچائی	آگے بھی مرے لب پر فریاد کبھی آئی
کیوں مجھ سے بگڑتا ہے او کافر ترسائی	تا داشت دلم طاقت بودم بہ شکیبائی

چون کار بجان آمد زین پیش مدارا کو

گاہے ہے مرے لب پر فریاد کہ افغان	پیارے غم دوری سے ہیں سخت ہوں نالان
یہ چاہئے ترحم ہے کر رحم ذرا جانان	در زاویۂ الفت دور از تو بجو ران

تنہا منم و آہے آہ از غم تنہائی

سے دن کو تو یہ عالم ترے مجنون پر	ہیں گرد و غبار سے لڑکے جھولی میں پھر سے پتھر
سونگی کیسے فرصت اسے ایسے یاد کر	شبہا منم و اشک و عزتوں ہمہ بالین تر

عشق این ہنرم فزود از عجب شد فزونی	
اعضا شکنی کا ہے گلہ درد جگر دیکھو	رو مال بھگوتا ہوں لاکھوں ہی کبھی رو رو
گردن زدنی ہوں میں شکوہ کروں میرا گو	صد رنج ہی ہیں ہم اے راحت جان از تو
از دیدہ توان دیدن چہرہ نگر تو تنہائی	
تھا تاب و تحمل میں یکتا جگر خسرو	آگے تو نہ پہنچے تھے پلک گہر خسرو
تم اب تو نوازش لو چل گہر بستہ خسرو	بس درد کہ ہی ریزد از چشم تر خسرو
گر دوست برون رفتہ سر رشتہ دانائی	

آخرش وہ رات کی رات بہزار تصوبات تڑپ تڑپ کر سحر کی تلاش کے بعد پہاڑ کی راہ لی ناچار روشن ناچار وہ راہ طے کی پہاڑ پر پہونچا سنگ سفید کا پہاڑ بہت آبدار مانند جہت جوان تھا باطن منزہ اور مثال طبع سخنوران فرح افزا دل پسند دامنے فراخ کشادہ روشن جوش نباتات و ریاحین لالہ سے اور خروش مرغان خوش الحان سے رشک صد گلشن چشمہ ہائے سرد و شیرین جا بجا فرہاد کی روح کا ٹھیکا ہر قسم کا میوہ دار درخت قدرت حق سے ہر ایک کا میوہ لا ہو کا چمن کا ایک معدن لعل پر چند صاحب حسن جمال پیش نگہ تھا پہلا ایک طرف درخت کہان تھے تھے ہزار سپید اور لوان سنگ سپید اور شگوفہ جمی کا کتب گردون بیجو کا جواب بنا ہر سول گیا ایک ماروکی جھنڈی پھیر پھیر اڑتی کلمہ شہادت بخط جلی لکھا تب نزدیک آیا دور دور تک مکان تھا میں شفاف پایا ٹھہر کے روبرو درخت کے تلے چبوترے پر ایک جوگی سو سو برس کا سن وسال کمر بانڈھا کمال ڈاڑھی ناف سے بڑی گرو کی جٹا ہر ایک لٹ سے کمر کی تعدد سون رہی پاؤں پر پڑی پلکیں دیدہ حق بین کا اسرار چھپا نیکو چشم جاہیے کرتے نہ بھا نیکو پہچون لیں ہم میں آبچ دریا کی طرح بجھریاں پڑیں کمر میں کرودھی موٹی سی جھن پانی جب آن بان کی کھارو بیکا لنگوٹ ستر عورت کی اوٹ لگے میں مونجی کی کرفنی جسم پھنگا بی بہبھوت لگائے افیونی کی شکل بنائے شیر کی کھال کو پاپنے بچھونا کیے ہوئے دنیا و دین سے نظا ہر آنکھیں بند کر دیدہ دل کھولا خموشی لیے دل اپنا ستونہ ہوا گیا آسن بائیے دنیا سے کنارہ کئے بیٹھا بیٹھ پیچھے لگا تیر سیا قرار اسے ہو شکل کمان خمیدہ کو پایا لمبی چٹکی کا زنار آساں آنچون جہان کہاں لی ہو یٹہی لیکے جوڑ تسبیح فانوس نمط نمایان تسبیح سلیمانی ایمان کی نشانی ہاتھ میں ہر تسبیح کے کہ ہاتھ بات میں تسبیح کا ہاتھ پر پہیندوں کا سا اور سجدے کا گھٹا بہ ہر کابل کی صورت چکنا زردی بدھائیں ذکر حق دل دہن میں پہچھو

سجدہ گاہ رکھی کپڑے کی جا نماز بچھی کسی جا پوتھی کھلی دھونی رمی دونوں سے راہ رکھی عجب رنگ
کا انسان خلاصہ یہ کہ ہندو نہ مسلمان بقول مرزا سودا

کس کی ملت میں گنوں آپکو بتلا اے شیخ | تو کہے گبر مجھے گبر مسلمان مجھ کو

ایکطرف تکیے میں دو چار کیاریاں بیلے چنبیلی کی بہار گلکاریاں کہیں مرشد و بالے چیر گرو کی چھتری بزرگوں کے مزار و نیم مولسری درخت سایہ دار قطار قطار درختوں کی ٹہنیوں میں پنجرے لٹکتے باہم بحث کرتے لٹکے فاختہ کی کوکو قمری کی حق سرہ کو کلمہ کہیم سناتے تا عالم کہیں مرگ چھالا بچھا شیر جوگی بیٹھا دھونی لگی الکھ سلگتا کسی جا ببر کی کھال کا بستر ہوئے بھرا ہوا اسپر بیٹھا اور داسا تو بنا بہتا دھرا ایک سمت بھوانی کا مٹھ کسی کا پیپل بڑ کا پیڑ گرد چبوترہ پانی کا بہرا جاتے عجیب مکان نہ بنا رگل خودرو کی جدا بہار ایکطرف بھنڈار جاری کڑھاؤ چڑھا موہن بھوگ ملتا کہیں پلاؤ قلیے کی تیاری چھانداب رہا تھا کچھ دھنت بالکے کچھ مرید حال قال کے کوئی حلقے میں بیٹھا کوئی دنیا سے ہاتھ اٹھائے کھڑا کسی کی خرقہ و تاج میں کوئی چواکن میں کہیں گتھا ہوتی کوئی دھندلا پا ایکطرف خنجری بجتی طنبورا چھڑتا بھجن ہوتے ایک سمت حلقہ مراقبے کا بندھا توجہ پڑ رہی کچھ گ روتے عجیب وہ گروہ مرشد غریب مرید چیلے روز ایک دو کو مونڈتا تیسرے چوتھے دن عرس میلے حال کلام بیکرہ عجیب جلسہ تھا کہ دیکھا نہ سنا اتفاق تھا کہ آرام و چین شہزادے کے پانو کی آہٹ جو پائی مرد آگاہ دل روشن ضمیر نے پلک ہاتھ سے اٹھائی آنکھ ملائی جیسے لال لال چہرہ پر رعب و جلال جانعالم کو تعجب ہوا اسنے جھک کر جو سلام کیا اس خوش تقریر شیریں مقال نے کہا بھلا ہو بچہ بڑی مصیبت فلک نے دکھائی جو یہ صورت

تصویر پہاڑ اور مٹھ اور بھنڈارہ جوگی مع ترسول وغیرہ اور جانعالم کی



یہانتک آئی آؤ بیٹھو گرو بھلا کرے مرشد کی دعاسے حق حاجت روا کرے ہم تمھارے امانت دار ہین سواری کھڑی ہے چلنے کو تیار ہین جان عالم متعجب ہو رہا تھا اور زیادہ حیران ہوا کہ یہ کیا اسرار ہے پاس جا بیٹھا جوگی اٹھا چشمہ مین نہایا کپڑا چادر پھینک سفید اوڑھ عطر لگا جان عالم کے نزدیک آ یہ کلمہ نیا پھر لایا بابا ایک فن ذوق و شوق کے عالم مین ہاے مرشد گرو تیرے حال کی خبر دی تھی کہ ایک شہزادہ کا جہاز تباہ ہو جائیگا وہ بے سراغ مطلب یہان آئیگا اُس کا کام تجھ اور تیرا کام اُسکے ہاتھ سے پورا ہو جائیگا اس بات کے سننے سے شہزادہ کو نہایت مسرت ہوئی کہا جوگی جی تمھارے نام سے میری زندگی ہوئی ورنہ دو چار دن مین گریبان صبر چاک ہو جاتا سر ٹپک کر ہلاک ہو جاتا خوبصورتی کا بھی عجب مزا ہے جہان اسکا شیدا ہے عالم کو فریفتہ ہے طلبگار سب کا محبوب ہے پیر فقیر غریب امیر سبکو عزیز ہے اسکا خواہشمند ہر ایک بشر ہے جوگی کہنے لگا یہ اضطراب بیجا ہے دیر آید درست آید یا دنیا کا نقشہ ہے گاہ خوشی کبھی غم یہ دونون امر باہم ہین کبھی وصل کی شام کو دل بشاش ہوتا ہے کبھی ہجر کی صبح کو کلیجہ پاش پاش ہوتا ہے ایک شب لذت ہمکناری ہے ایک روز پہلو تہی کی بیقراری کبھی شب وصل کیا اختلاط ہوتے ہین گاہ فصل کے دن سر پٹکتے ہین روتے ہین آدمی جب رنج سے گھبرائے اور غم مفارقت دوست جان ہونٹون پر آئے دل کو تسکین دیکر کہے چنان نماند و چنین نیز ہم نخواہد ماند ع در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست

مصحفی

زندگی ہے تو خزان کے بھی گذر جائینگے دن	فصل گل جیتون کو پھر اگلے برس آئیگی

جو وصل مین راحت و آرام پاتا ہے وہی ہجر کے صدمے قلق اٹھاتا ہے تو نے ان دونون بھائی کا جو توام پیدا ہوئے تھے اُن کا قصہ سنا نہین کہ پہلے انھون نے کیا کیا صدمے اٹھائے پھر ایک نے سلطنت پائی دوسرے کے ہاتھ شہزادی آئی جان عالم نے کہا ارشاد ہو کیونکر

قصہ برادران توام کا شکار کو جانا پھر شب کو ناگہان دونون جانورون کا پھنس جانا انکا کھانا ایک نے سلطنت پائی دوسرے کی شہزادی آئی پھر بھائی سے ملنا

جوگی نے کہا ایک شہر مین دو بھائی تھے توام پرورش یافتہ ناز و نعم روزگار پیشہ نیک اندیش سوائے رشتہ برادری کے سر رشتہ دوستی باہم مستحکم تھا مگر دونو کی طبیعت متوجہ سیر و شکار ہمت سپاہی دیار دیار تھی ایک روز شکار کھیلنے جنگل مین جاتے تھے ہرن سامنے آیا چھوٹے بھائی نے

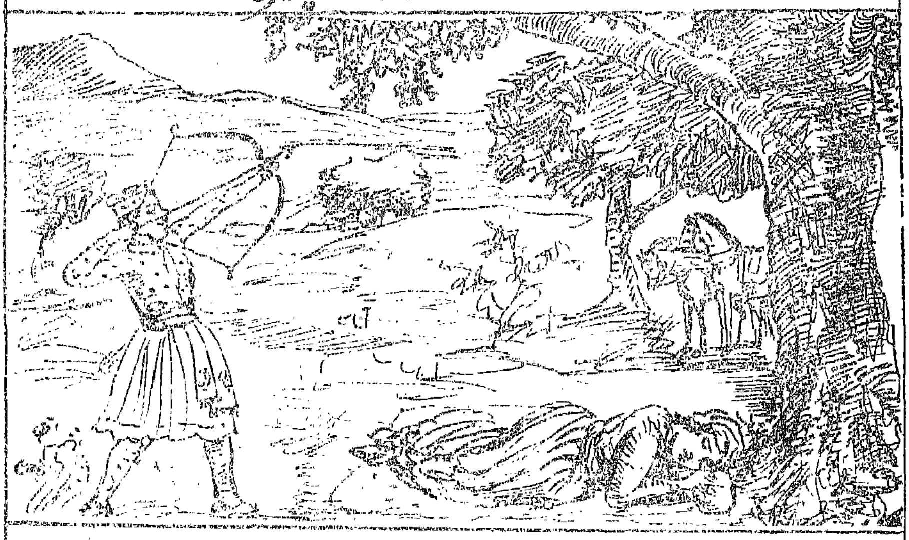
بیگانگا اکاری منہ لگا ہرن کنوتیاں اُٹھا بھاگا دونوں نے تعاقب کیا تمام دن رواں دواں افتاں وخیزاں
چلے گئے قریب شام بڑے بھائی نے جو تیر لگا ہرن ڈگمگا کر گرا یہ گھوڑوں سے اُترے ذبح کیا دن بھر کی
دوڑ سے گھوڑے شل خود بھی مضمحل ہو گئے تھے تمام روز کے بے دانہ و آب بھوک پیاس کے ستائے تھے
لکڑیاں چُن کر آگ بہم پہنچا کباب لگائے بخوبی تمام دونوں نے کھائے مگر اُس روز جو کیفیت اور
لذت نے شکار کباب میں پائی مرغ کی بریانی تیترانی نے کبھی ایسی دکھائی تھی پانی پینے کی بھی مستی معلوم
ہوئی رات بھی ہو گئی تھی لیکن شب ماہ چودھویں تاریخ کا چاند اللہ اللہ جنگل کی فضا سبزہ نو رستہ چاندنی کھلنے
کا عالم کی شب اس صحرا میں عجیب چاندنی کی بہار صنعت پروردگار دیکھیے پھر دل میں سوچے
کہ تنہائی کی چاندنی گور کے اندھیرے سے بدتر ہے سچ ہے جب یار باہر ہو بر میں اور نور نظر میں
تو ہوا اندھیرا اُجالا آنکھوں میں برابر ہے مطلع

دکھلاتا ہے ہر شب فرقت کی بدتر چاندنی | صاعقے کے طور سے گرتی ہے مجھ پر چاندنی

غرض یہ دونوں ایک درخت سایہ دار کے نیچے قریب کے بیٹھ کر چاندنی کو دیکھتے تھے زمین پوش
چاندنی کی جو چھٹکی چاندنی کی سیر کرنے لگے ... تو چھوٹا بھائی بڑا ذہین
ذی شعور زیرک منچ وردانش تھا بڑے بھائی نے کہا آج ہم تمہاری عقل کا امتحان کرتے ہیں بتاؤ
تو اس وقت یہاں سے شہر کتنا فاصلہ ہے اور سمت کونسی ہے دوسرے کباب کی لذت پانی کا
مزا آج جو ملا اس کا کیا سبب ہے ... شہر ہمارا یہاں سے سو کوس ہے
اور ... تمام دن سو کوس ایک چال سے پہنچا ہے اور سمت ...
... شمال ہے کباب کھانے پانی کا لطف خلاف وقت سے تھا ... یقین کا کیا
کہ صبح کو عنایت خالق اور طالع سے وہ سامان مہیا ہو کہ کدورت سابق دور ہو آئندہ آسایش رہے
بڑے بھائی نے اس کی وجہ پوچھی اس نے کہا آج سو کوس کی مسافت بعید
آفت طے کی ہو گئے ہیں لیکن دل بشاش ہے وہ شگفتہ ہوا ہے قصہ رفت و گذشت
... جنگل سنسان ہو کا مکان ہے ... سانپ بچھو شیر بھیڑیے
... دونوں سوئے خدا جانے کیا ہو ... پہر رات باقی تھے
... بڑے بھائی نے

آرام کیا چھوٹے نے جاگنے کا سرانجام کیا تیر کمان ہاتھ میں اٹھا ٹہلنے لگا۔ یا آز لطف لیلائے شب
کمر تک آئی اسی درخت پر دو جانور آپس میں اپنی اپنی توصیف و تعریف زبان بےزبانی میں
کرنے لگے اور یہ شخص بہت جانوروں کی بولی سمجھتا تھا آواز پر کان لگا کے ایک بولا میرے
گوشت میں یہ تاثیر ہے جو کھائے ایک لعل تو پہلے دو پہر کے بعد اگلے پھر ہر چھینک میں
نکلے دوسرا بولا جو شخص میرا گوشت کھائے اسی روز بادشاہ ہو جائے وہ یہ باتیں سمجھ دل میں
نہایت خوش ہوا تیر و کمان تو موجود تھا الا اللہ کہکر تیر بے تامل چلے سے جوڑ کر کھینچا

تصویر دونوں بھائیوں کی مع گھوڑوں کے اور ہرن کے کباب پکانا
اور درخت سے جانوروں کا تیر لگا



لب سوفار کان کے پاس آیا وعدۂ قضا سر گوشی کر کے روانہ ہوا قضا نے خبر پہنچائی کے
خبردار شکار امان لا آکر چلا ہی کہ وہ مارا اس کا تیر سر ہی اٹکل سے گزر گیا جو پہلے ہو گئی
جان سخت نکلی پیکان سے تا سوفار دو سار پر وہ زمین پر گر کر وہ دونوں ایک ایک جانور لے کر پڑے اسے
تکبیر کہہ کر ذبح کیا اللہ رے اتفاق آگ کیا دن کی لکڑیاں بھی مل گئیں کباب لگا کے کے گوشت ان میں
سلطنت کا راز اسے سمجھا تھا اسے خود کھایا دوسرا بھائی کے واسطے اٹھا رکھا اور ایسا خوش ہوا کہ
تمام شب آپ پاسبانی کی بڑے بھائی کو تکلیف نہ دی مگر معاملات قضا و قدر سے مجبور بے خبر تھا

انسان کے قبضۂ قدرت مین نفع ہے نہ ضرر ہے مصرعہ تقدیر کند بندہ تقدیر زند خندہ شعر

آنچہ نصیب است ہم مے رسد ورنہ ستانی بستم مے رسد

جس وقت زاغ شب نے بیضہ ہاے انجم آشیانۂ مغرب مین چھپائے اور صیادان سحر خیز دام بردوش آئے اور مرغ زرین جناح طلا بال غیرت لعل قفس مشرق سے جلوہ افروز ہوا یعنی شب گذری روز ہوا بڑا بھائی اٹھا چھوٹے نے وہ کباب پس ماندہ شب یعنی رات کے بچے ہوئے روبرو رکھے وہ نوش کر گیا اور کچھ حال نہ کہا دو گھڑی دن چڑھے جب لعل اگلا سمجھا ہمنے بہت تدبیر کی مگر سلطنت بڑے بھائی کی قسمت مین تھی پھر وہ لعل بطریق نذر روبرو لایا اور رات کا فسانہ مفصل کہہ سنایا کہا اللہ کی عنایت سے جلد آپ کو سلطنت حصول ہو یہ نذر غلام کی قبول ہو اسکو اس کی سعادتمندی سے خورسندی حاصل ہوئی پھر کہا بستی آبادی معلوم ہوتی ہم جاکر اس لعل کو کسی دلال کے ہاتھ بیچ آئین تم گھوڑون کے پاس رہو اگر اپنے شہر چلکر بیع کرین گے حاکم کا خوف مانع ہے وہان ایسا کہان اختیار ہے یہ کہکر ادھر چلا جدہر شہر کے دروازے پر پہونچا خلقت کا انبوہ نظر پڑا اس ملک کا معمول تھا جب وہان کا بادشاہ دار السلطنت عدم کا تخت نشین ہوتا وضیع و شریف شہر کے سوم کی رسم کے بعد وزیر اعظم کے ہمراہ صبحدم تخت لیے دروازے پر آتے جو اس روز پہلے مسافر باہر سے آتا اُسے بادشاہ بناتے قضارا وہان کا بادشاہ قضا کر گیا تھا لوگ تخت لیے منتظر تھے یہ داخل ہوا سب نے تخت پر بٹھا نذرین دین نوبت شادیانے جلوس کا سامان موجود تھا دھوم دھڑکے سے دیوان خاص مین داخل کیا منادی ہوئی بقول مشہور انکی رہائی دہائی نزدیک و دور ہوگئی اسکو سرور سلطنت اور احکام مملکت کے باعث اُس دن بھائی کا خیال نہ آیا دوسرے روز جب تخت پر رونق افروز ہوا بھائی یاد آیا فوراً جاسوس ہرکارے درخت کا پتہ بتا کر دوڑائے کہا اُس صورت کا جوان اور گھوڑے وہان ہین جلد حضور مین حاضر کرو وہ سب دوپہر تک تمام جنگل کی خاک چھان حیران پریشان پھر آئے غرضکہ تمام دشت مین پھر کر پاؤن توڑے نہ آدمی ملا نہ گھوڑے وہ کچھ رنجیدہ ہو سلطنت کے شغل مین مشغول ہوا بھائی بیچارے کو بھولے سے بھی کبھی یاد نہ کیا مگر وہ لعل جسے بیچنے کو لایا تھا جسکے بہانے مین تخت و تاج میسر آیا تھا فال مبارک اور اپنے بھائی کی نشانی سمجھا اور ہر روز دربار مین لاتا اور ملازمون کو دکھاتا وہ سب بہ خاطر

شاہ تعریف کرتے اسکو خوشی حاصل ہوئی

مذکور اُس گرفتار پنجۂ اجل کا جانور کا اُٹھا لیجانا کنوئین مین گرانا قافلے کا آنا پھر بعلت لعل شہزادی تک پہنچنا اور بہ حیلۂ اپنے بھائی کی ملاقات

صیادان طائر معانی ذہوش و دام داران بلبل خوش بیانی خانہ بدوش نے حال اُس منتظر زیر درخت کا یہ لکھا ہے کہ ہمہ تن چشم محو انتظار رہا اور فراموش کار تھا ناگہان ایک جانور مہیب بشکل عجیب آیا اور پنجہ مین داب کر اڑا گھوڑون نے ڈر سے باگ ڈور تڑا کر جنگل کا راستہ لیا کود بھاگے اللہ کی قدرت دیکھئے بڑا بھائی سلطنت کا مالک ہو چھوٹا بیچارہ موذی کے جنگل مین پھنسا واللہ اعلم بالصواب وہ جانور وہان سے کتنی دور اڑا آخر کار تھک کر ایک درخت کنوین کی جگت پر تھا اُسپر جو بیٹھا یہ چھٹکر کنوئین گر جا می

فغان زین چرخ دو لابی کہ ہر روز
بچاہے افگند ما سے دل افروز

تصویر جانور مہیب جو چھوٹے بھائی کو اڑا لیگیا اور وہ چھٹ کر چاہ مین گرا



الا رسن حیات مضبوط تھی نہ گز ند نیچے کی پہونچی نہ چوٹ چپیٹ گرنیکی لگی بیت

کنواوہ جو اندھا تھا روشن ہوا
جوان اُس مین وہ سانپ کا من ہوا

وہ جانور تو اڑ گیا یہ بیچارہ کنوئین مین پڑا رہا اتفاقاً اُسی روز ایک قافلہ گم گشتہ راہ وہان پہونچا آدمی پانی بھرنے کنوئین پر آئے یہ رسی کے سہارے باہر آئے جنہے اسکا جمال دیکھا یا لیتیں جا شاء اللہ

کا شوہر پا کیا اُڑنا سکے عجیب معاملے مین شعر

روزے نگر کہ طوطی جانم سوئے لبش | بر بوئے پستہ آمد و بر شکر اوفتاد

جب لوگ حال پوچھنے لگے اُس نے جیسا وقوع دیکھا ویسا بیان کیا غرضکہ میر قافلہ کی خدمت مین رہنے لگا چند روز مین قافلہ منزل مقصد پر پہونچا اور مہینہ بھی تمام ہوا جوان نے دوسرا لعل اُگلا رئیس قافلہ نے لعل جو دیکھا تمام ملال بھولا اور سوچا ایسی گران بہا شے کا سہل سے لینا مشکل ہے مبادا فنا ہو اُٹھے تدبیر شرط ہے جوان کو قید کر کوتوال پاس بھیجا کہا یہ میرا غلام ہے آج اس نے لعل چرایا مجھے ایسا دوست شیطانی دل مین آیا مین نے آپکی خدمت مین بھیجا ہے اسے سزا لے تا لوگ ڈرین عبرت سے ایسی حرکت نہ کرین کوتوال نے قاضی شہر سے مسئلہ پوچھا اُسنے ہاتھ کاٹنے کا فتویٰ دیا مگر شہر کا یہ دستور تھا جب کسی شخص پر گناہ ثابت ہوتا تو مدعی اور مدعا علیہ بادشاہ کی بیٹی کے روبرو حاضر ہوتے اظہار حال کے بعد مرافعۂ ثانی مین جو اسکی رائے سے عدالت مین آتا وہ ہوتا اسواسطے کہ بادشاہ کے یہی بیٹی کے سوا اور کوئی تخت سلطنت کا وارث نہ تھا اللہ رے اُسکے جمال کا جلوہ اور حسن کا غوغا پری کو ہزار جان سے اسکی پروا حور اسکی شیفتہ خلق اللہ اس پر مسیحا پر نثار آفت روزگار تھی حسن عالم فریب علاوہ طبع حلیم رائے سلیم نکتہ فہم دقیقہ رس اپنے عصر کی حکیم حقیقتاً قابل ریاست و سزاوار سلطنت تھی غنچۂ بہار اُس گل اندام یاسمین پیکر کا رونا دیدہ صبا دہن صدف مراد تمنا سے قطرۂ نیسان مین بند کوچۂ عصمت مین اُس نا شگفتہ درج شہریاری کے وہم و فکر تاجداران دہر کا گذر نہ ہوا تھا اُس دم تک کتخدا نہ تھی جس وقت وہ دونون روبرو پہنچے پہلے شہزادی نے میر قافلہ سے پوچھا اُسنے جو کچھ کوتوال سے کہا تھا وہی بے کم و کاست پھر عرض کیا شہزادی کی سعدی باطل است آنچہ مدعی گوید پھر جوان کی طرف مخاطب ہوئی لیکن وہ زیست سے تنگ آمادۂ مرگ تھا بے تامل بولا شہزادی آپ دو شخص ہین ہم مصیبت زدون کی طرح سلسلہ کچہری مین اسیر ہین یہ شخص سچا ہے یہ تو عقیلہ تھی زیادہ شک ہوا دل مین کہا آج تک کسی چور نے حاکم کے روبرو بجز انکار بہت بڑی وقعت اقرار دزدی کیا نہین یہ بیگناہ ہے تقریر اس شاہد کی شاہد ہے خدا گواہ ہے کچھ اس مین بھید ہے قافلہ والے کو فرمایا کل محکمہ مین حاضر ہونا جوان کو ڈیوڑھی پر قید کیا یہ تو حسین ملکہ مہر طلعت ماہ جبین طالع کا ستارہ جو چمکا شہزادی کا میلان خاطر جوان کی جانب ہوا شب کو تنہا بدلداری و ملاطفت استفسار حال فرمایا اُسوقت جوان ناکردہ گناہ نے سرد آہ کھینچ کر سرگذشت از آغاز تا انجام عرض کیا شہزادی کا دل یہ قصہ سنکر بھر آیا

مسرور ہوا چوری کا شک اس وزیرزادے کی جانب سے دور ہوا صبح کو بادشاہ کے حضور میں لا خود دست
ادب باندھ کر عرض کی قبلۂ عالم عالمیان کی عمر دراز ہو قیصر و فغفور کی اس در پر جبین بہ نیاز ہو شہر کا قاضی
اور کوتوال بے دریافت حقیقت حال حکم سزا بندہ ہائے خدا کو کرتا ہے روز جزا کی جوابدہی سے کوئی
نہیں ڈرتا ہے غضب کی جا ہے عجب ماجرا ہوا جب اس تقریر صاحب تقصیر کو لعل لیے بے گناہ کا ہاتھ کٹے
بادشاہ نے پھر دونوں کی زبان سے حال سنا اور سبب کسی عقل کو زوال ہوتا ہے یہ دو دن میں
کرنیان کمال ہوتا ہے ذہن بہ لڑا اقبال کیا شاہزادی نے التماس کیا حضور یہ امتحان بہت آسان ہے
ایک مہینہ اور اس جوان کو قید رکھئے اگر دوسرا لعل اگلا تو سچا ہے پھر ایسے در یتیم صداقت اسی کو کیوں
بے آب و تاب سمجھئے آبرو بخشیئے وگرنہ سیاہ آشفتہ یہ بدگوہر دار کا سزاوار ہوا ہاتھ کا کٹنے سے کیا ہاتھ آئیگا بادشاہ
کو یہ صلاح جواب باصواب بیٹی کا بہت پسند آیا حاضرین نے تحسین و آفرین کی بادشاہ نے جوان کو اپنی
آنکھوں کے سامنے نظر بند کیا پیغام فلک کو شہزادی نے مجلس بھیجا قصہ کوتاہ وہ مہینہ بھی تمام ہوا اور تھے تو تین
شعلۂ محبت جگر سینے سے پھڑک گئے لگا دم شہزادی کا پھڑک گئے لگا حال گشت از بام افتادہ ہوا جوان نے عرض کی
کل لعل اگلونگا پھر صبح کو سر دربار روبرو حضار لعل بے بہا اُگلا رنج وہاں سے نکالا اسکی جیب سے شہزادی کو فرحت
و مسرت حاصل ہوئی اسی دم مال و اسباب قافلہ باشی کا جوان کو ملا اُسے تشہیر کر کے شہر بدر کیا جوان کی
صورت دلپذیر فصاحت تقریر پسند خاطر صغیر و کبیر تھی پایا سے شہزادی نے بہ تحقیق اللفظ بادشاہ
سے عرض کی کہ یہ شخص حضور کی عنایت کے لائق ہے شائستہ ملازمت رکھتا ہے کفش برداری
کا شائق ہے بادشاہ بھی اُس کی راستبازی سے خوش تھا راضی ہوا سعدی

راستی موجب رضائے خدا است	کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

چند عرصے میں مقرب بارگاہ سلطانی مورد عنایات جہانبانی ہوا ہر مہینے لعل اُگل حضور میں لانے لگا
روز بروز ہمچشموں میں سرخروئی حاصل کر آبرو پانے لگا آخر کار بشکوہ ملازمان قدیم و تحریک حکما و ندیم بادشاہ نے
اس گوہر معلم سلک تاجداری کو رشتہ عقد اُس لعل بے بہا سے منعقد کیا یہ دونوں مشتاق بعد اشتیاق باہم
لطف کے ساتھ بے اندیشہ و غم ایام گذاری بڑی دھوم دھام اور تیاری سے کرنے لگے مگر بقضائے الٰہی
جوان بادشاہ کے حضور میں حاضر رہتا تھا ایک دن ایلچی اُسکے بھائی کا کسی تقریب میں وارد ہوا اور یہ اسکا
دیکھ کر نکلا ایلچی نے عرض کی کہ ہمارے بادشاہ کے پاس ایک لعل اس رنگ و ڈھنگ کا ہے اُگلتا

جوہری جو تجھ سے باوجود چندین مہر و ماہ و گردش شام و پگاہ سال و ماہ میں اسکے سنگ کا کیا یا سنگ کے برابر
بھی نہیں دیکھا ہے یہ کلمہ سنکر بادشاہ نے وہی لعل جو گنجینۂ سینۂ بے کینہ جوان سے نکلے تھے دس بارہ
ایلچی کو دکھائے وہ بھی جواہر شناس تھا سخت حیران تا دیر سر بگریبان تا پھر عرض کی قبلۂ عالم عجب کی جا ہے
کہ رنگ و روپ نقشہ اُن کا اسکا ایک سا ہے اتنا فرق مقرر ہے کہ وہاں ایک ہی یہاں ایک سے ایک
بہتر و برتر ہے بادشاہ نے جوان کی طرف اشارہ کیا کہ یہ میرا فرزند ہے ہر مہینے ایک لعل تھوکتا ہے
ایلچی نے جو غور سے دیکھا اپنے بادشاہ سے مشابہ کیا بعینہ پایا جس رخصت ہو کر جب اپنے بادشاہ کی خدمت
میں حاضر ہوا اُس کا تو معمول تھا جب تخت پر آکر جلوہ گر ہوتا وہ لعل پیش نظر ہوتا ایلچی پھر وہ ساتھ لیا آیا عرض کی
قبلۂ عالم اس لعل کو جو اکرتے تھے نہیں ہے اسکے قدم مبارک تخت پر دھرتے تھے نہیں ان دنوں
خانہ زاد جس بادشاہ کے پاس گیا تھا بیان ماجرا دیکھا معدن جواہر اور لعل کی کان کہ وہ مکان
نہیں لیکن نہ لعل کا پتلا زندہ اپنے پاس رکھتا ہے بادشاہ نے اسکا حال مفصل پوچھا اُسنے
سب بیان کیا کہ وہ بادشاہ کہتا تھا کہ ہر مہینے لعل اُگلتا ہے اور کیا گذارش کروں جیسی حضور
کی صورت ملتی ہے حقیقی بھائی ایسے دکھائی نہیں دیتے یہ سنتے ہی یقین ہوا کہ اب پتہ ملا مقرر
وہ بھائی میرا ہے۔ اُسی وقت نامہ شوقیہ اُس کان گوہر کے اشتیاق دید میں بادشاہ کو لکھا کہ اے چند
اگر اُس فرزند ارجمند کو ادھر روانہ کرو محبت دیرینہ سے بعید نہ ہوگا ہیں شوق دیدار از حد تحریر و بیان
افزون ہے اور پوشیدہ خط تمنا بھائی کو رقم کیا کہ آجتک تیری مفارقت سے تخت شاہی بدتر از
بوریا ہے کہ رائی تھا اب ایلچی سے یہ خبر فرحت اثر سنکر دل کو سرور آنکھوں میں نور آیا لازم کہ
پھر دور و دراز قطع ہو ادھر کو روانہ ہو اور کچھ پتے سب کے ساتھ شکار تفصیل وار قلمبند
کر دیے ایلچی سے فرمایا کہ نامہ علی رؤس الاشہاد بادشاہ کو اور یہ خط خفیہ اُس غیرت ماہ کو بیاناً ضد
صبا دم صرصر قدم جلد تر اُس شہر میں وارد ہوا بادشاہ کو نامہ دیا اور خط پوشیدہ جوان کو حوالے کیا وہ
مکتوب محبت دیکھ کر ایسا گھبرایا یہ لہو نے جوش کھایا کہ اُسی دن رخصت کا ذکر بادشاہ سے لایا
آخر وہ عاشق برادر معشوق صورت روح پرور کو لیکر جہاز پر چڑھ روانہ ہوا راہ میں ایلچی سے شہر کا نقشہ راہ
کا پتہ سب پوچھ لیا فرط شوق سے دن رات سرگرم رفتار تھا ساعت بھر کسی منزل کا مقام ناگوار
تھا کہ جلد پہونچیں کہیں نہ ٹھہریں سیر نیرنگ زمانہ نیچ شستہ بوقلموں کہ ہر دم و ہر ساعت دگرگون ہی کیا

کہوں جب دس بارہ کوس وہ شہر رہا جہاز تباہ ہو گیا جسکی قضا تھی وہ تہ آب و گرداب رہا جسکی بقا تھی بچ نکلا یہ قصہ جانگداز دور دراز پہونچا اُسکے بھائی نے سُنا فوراً ہزار سوار تیز رفتار دوڑائے کہ جس ڈوبتے اُچھلتے کا پتا پاؤ جلد حضور میں لے آؤ آخر کار بعد جستجو و تگاپو شہزادی ہاتھ آئی اُنکی خبر پائی آتے بادشاہ پاس حاضر کیا جوان کے ڈوبنے کا حال کہدیا بادشاہ بحال تباہ گرداب فراق میں پھنسا شہزادی نشستہ ماتم نصیب کلبۂ احزان غم میں الجھی جوان کا حال یہ ہوا کہ تختے کے سہارے سے بہتا بہتا پیاس کے صدمے بھوک کی سختیں سہتا سہتا کئی دن میں کنارے پر پہونچا پھر بتاب و طاقت آئی پوچھتا پوچھتا اُس شہر میں داخل ہوا بادشاہ کو خبر ہوئی روبرو بلایا بسبب طول ایام مہاجرت و درازی زمانہ مصیبت پہچانا

اتنی مدت میں ملا تجھ سے وہ وصل کا دست کہاں	یاد نہیں جب مجھے اس شوخ کی صورت نہ رہی

ہیئت تبدیل خوار و ذلیل تھا اس اختلاف کو دیکھ یہاں کہ جہاں نوردی بھوک پیاس مصیبت وہاں حکمرانی و عیش و آرام و تخت سلطنت ناچار شہزادی کو طلب کیا اُسے بھی تامل ہوا وہ شخص بولا مہر کا عقدہ باقی ہے آج لعل انگوٹھی کا دل سے بچھڑ تم سب پوچھو اُسکے بادشاہ کو یقین ہوا کہا اگر یہ جھوٹا ہوتا ایک پہر کا وعدہ نہ کرتا شہزادی سے کہا تیری طبیعت کی جو ورت مشہور ہے ایک معما تو بھی پوچھ اُن اگر یہہ جواب دیا تو بیشک شک رفع ہوا کہا اچھا وہ کیا شے ہے جسے گبر و مسلمان و یہود و نصاریٰ سب انسان کا فرقہ آشکارا کھاتا ہے مگر جب اُسکا سر کاٹ ڈالو تو زہر ہو جائے کوئی نہ کھائے اور جو کھائے تو فوراً مر جائے جوان نے ہنسکر کہا شہزادی قسم ہے یہ کیا معما پوچھا ہے وہ پھڑک گئی دل کی پھڑک گئی وحشت مٹی بیتابانہ چلمن اُٹھا پروانہ کی طرح اُس شمع بزم فرقت کے گرد پھری بادشاہ متعجب ہوا کہ ہم تو کچھ نہ سمجھے شہزادی کیا سمجھ کر سامنے آئی جوان نے عرض کی کہ قبلہ وہ چیز قسم ہے تمام عالم کھاتا ہے سر اسکا قاف ہم اُسی کا تو قسم صاف ہے ہم زہر کو کہتے ہیں کون کھاتا ہے کھانیوالا مر جاتا ہے یہ سنا بینک بغلگیر ہوا اُنسے لعل انگوٹھی شاد ہوا پانچ بچھڑے ملے اسطرح جامع المتفرقین سب مہجوروں کی دوری کا بکھیڑا اٹھائے جو جس کا مشتاق ہو جسکی جدائی سے شاق ہو وہ اُسے ملجائے جوگی نے یہ قصہ تمام کر کے جانِ عالم سے کہا اے عزیز

مشکلے نیست کہ آسان نشود	مرد باید کہ ہراسان نشود

جوئندہ یابندہ ہے یہاں سے منزل دوست قریب ہے سب کچھ معلوم ہوا لیکن اتنا منع ہے دنیا مقام چند روزہ کا ہے اتنا اس جگہ قصہ کہہ کر اس سے رخصت ہوا شہزادہ اجل کی لہر ہے مسند جان کو نفس سرو شہری جیتے میں کو سونا

تشریف لیجانا اور چند روز چین کہیں جان عالم نے کہا یہ رنج و قلق کس سے دیکھا جائیگا پتھر کا کلیجہ کہاں سے ہاتھ
آئیگا کہ دوست غمخوار کو اپنے جیتے جی زیر خاک کیجیے اسکے ماتم میں گریبان صبر چاک کیجیے یہ کہکر رونے لگا
گریبان تا دامان بارش اشک سے بھگونے لگا جوگی اسکی محبت کا بردگی ہوا کہا افسوس دم واپسین کا
عرصہ بہت کم دم نہیں مار سکتے ہم ذکر خیر تیرے ہمراہ شریک درد و غم ہوتا بھلا آخری فقیری کا ایک لٹکا
سیکھ رہے سائیں چاہے تو کہیں الکانہ رہیگا قبر میں لیجا کر کیا کرے دن کا پھیر چند کلمے وہ بتائے کہ جس صورت
کا دھیان لائے فورا ہو جائے یہ مقدمہ تھا ہر گرو کا نام لیا پھر کلمہ جو پڑھا دنیا سے چل بسا دم نکلگیا جوگی
مسافر عدم ملک نظر باشی رقم کیا جان عالم کا روتے روتے دم گیا پیٹتا با نعرہ الفراق مارے مرید چیلے جمع ہو کر گرد
بیابانی کو لیکر بہت پکارتے پڑے لنا نکل گیا جوگی نے صدا شروع کی منزل مقصود کی راہ لی شہزادے نے
بموجب وصیت غسل دیا کفنایا قبر میں اتارنے کے وقت کچھ نہ پایا برابر کفن پھاڑ دیا آدھا چیلوں نے
جلایا آدھا جمعیت مریدوں نے صندوق میں گاڑ دیا ہندوؤں نے راکھ پر چھتری بنائی مسلمانوں نے قبر
بنا کے سبز چادر اڑھائی وہ سنت مندرا مسجد و شعلے خرقہ جب اسکے متعلق نظر کو دے جانشین کیا مرید
چیلوں کا ہاتھ اسکے ہاتھ میں دیا اسے ایک ولولہ آیا از سر نو ان سب کو یہ تلقین کیا کہ سنو سچا گرو جوگی
ظاہر میں آنکھوں سے نہاں ہے گرو مرشد کامل کا جلوہ سائیں کا ظہور ہر برگ و بار سے پیدا ہے گل
و خار بلکہ در و دیوار گلگشت سیر دیدہ ور دل میں عیاں ہو عارفانہ یہ کلام ہے سعدی کا

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار	ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

دیدہ بینا گوش شنوا اس رمز کو درکار ہے ہر گوزے میں اسی کا جھگڑا ہے نمونہ قدرت نشان وحدت
دنیا کا نقش و نگار ہے بلبل کے پردے میں ترانہ سنجی ہوتی ہے قمری کی کو کو میں یا کی جان کھوتی ہے اسکے
ذکر میں سرگرم ہے جسکی زبان و منقار ہے کسی کو حرم محترم میں نا محرم رکھا بھٹکایا کسی کو بیت الصنم میں بلا کر جلوہ دکھایا
کعبے کا ڈھونڈھنے والا کا بہانہ ہے دلا اگر ٹھکانا ہو ورنہ میں تیشا کوہ کے ڈھونڈھتا اسنے گھر بیٹھے پایا ہے امیر خسرو

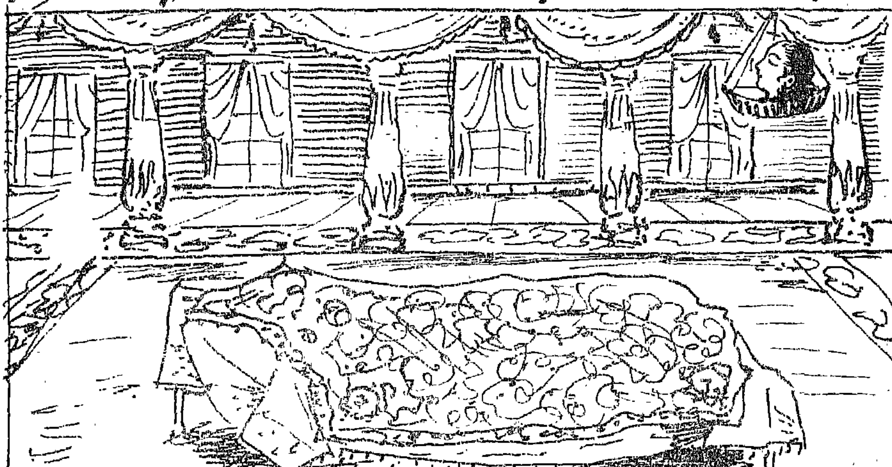
جن ڈھونڈھا تن پائیاں گہرے پانی پیٹھ	میں بوری ڈوبن ڈری رہی کنارے بیٹھ

دنیا کا معاملہ مذہب و ملت کا جھگڑا یہ اچھا وہ برا یہ زبانی ہے سوتے ہے حق بیشک و انا ہر آن موجود ہے
سچ میں دلکو خوش الیمین طبیعت کو شاد رکھو وحدہ لا شریک سے نزدیک شرکت کر نیوالا مشرک ہے حق تعالی
ہر سلو نکا رنگ کا رجانو مرید یار سمجھکر تو مرشد کی ذات گرو کی صفات ہر جلسے میں یاد رکھو تو بانوکا غم نہ ہو

اور احباب کا دل کہ حباب سے نازک تر ہے جدا کا گھر بیٹھے شکستہ و برہم نہ ہوا اللہ بس باقی ہوس یہ کہکر قصہ
مختصر کیا بے خبروں کو باخبر کیا جب اس صحبت سے جان عالم کو فرصت ملی چلنے کا سر انجام کیا اُس
جانشین جنت نے روکا اور دو چار دن خاطر سے مقام کیا پھر جس طرف جوگی نے بتایا تھا چل نکلا یہاں سے
جس دم آگے بڑھا دریا ملا ہر چند ڈھونڈھا نادیدہ کا کچھ پتا نہ لگا مگر ایک لعل درخشان بہتے ہوئے پانی میں سامنے
آیا قریب اسکے دوسرا نظر پڑا اسی طرح تھوڑے تھوڑے فاصلے سے بہت لعل بہتے دیکھے تو فکر ہوئی
کہ اس حال کو کیونکر دریافت کیجئے کنارے کنارے سیر دیکھتا چلا دو کوس جب راہ طے کی عمارات
عالیشان دیکھی اُس چشمے کو اُس کے اندر سے رواں پایا دروازہ اور در کی بہت تلاش کی تا اندر
جائیے کا باب مفتوح ہو نہ ہوا سوائے دیوار و در نہ تھا اُس وقت با تبدیل شکل دیوار پر جا بیٹھا مکان رفیع الشان
باغ بھی بہار کا مگر سنسان انسان نہ حیوان فقط ایک بنگلہ نہایت نقش و نگار کا وہ نہر اُسی بنگلے کے اندر سے
جاری تھی چمن خالی اور باد بہاری تھی آدمی یا جانور ناطق و مطلق مطلق نہ تھا باغ میں اتر صورت قدیم بنا کر
بنگلے میں آیا نقش و مثلا سجا سجایا پایا لیکن طرفہ حال یہ دیکھا ایک پلنگ زمرد کے پایوں کا بچھا ہے اُسپر کوئی
دوشالہ تانے سو رہا ہے برابر یاقوت کی تپائی پر پھولوں کا دستہ دھرا سرخ نصف سفید رکھا ہے جان عالم
نے قدم بڑھا دوشالا سرکایا وہ تن پری پیکر بے سر نظر آیا حسرت سے کہا کس ظالم سخت بیرحم جفاکار
نے ایسی مہر و فخر خوبی رشک سرو دلبری و محبوبی کا سر کاٹا ہے حیرت سے ہر طرف دیکھتا تھا چھت پر آنکھ پڑی دیکھا
بندھا سر بھی دھرا دیکھا سر کے نیچے نہر جاری ہے جو خون کا قطرہ اُس حلق بریدہ سے پانی میں گرتا ہے
اللہ کی قدرت کاملہ سے وہ لعل ہو کر تیرتا ہے اُسنے کہا سبحان اللہ سحر یہ سحر کا کارخانہ ہے قریب جا کر
غور سے دیکھا انجمن آرا کا چہرہ تھا پہچانتے ہی تن بدن کا ہوش نہ رہا چاہا کہ سر کو ملا کر گریہ و زاری کرے
نہ جبر ہو سکے تجربہ کار ہو چکا تھا سوچا مرنا ہر وقت ممکن ہے پہلے حال مفصل معلوم کر لیجئے ہو نہ ہو کسی دشمن کا
ہے ہر چند غواص عقل رسا تجید فکر میں غوطہ زن آشنا ہوا مگر گوہر مقصود صدف مراد میں ہاتھ نہ لگا
معاملے سے ناآشنا رہا شام نزدیک ہوئی تند ہوا چلی شور و غل مچا یہ سمجھا اب کوئی دیو یا ساحر کی آمد ہے
چھپا چاہیے سر گلدستہ گلین محبت کے روبرو دیکھو سر اپنے کر بیٹھا یا وفتہً دیو آپہونچا قوی ہیکل زبون شمائل
گرد ہاتھی سا ہر سمت بو سونگھنے لگا پھر اسی گلدستے سے سفید پھول توڑا اُس پائین پلنگ کو سونگھایا سر
اچھل کر بدن سے ملا انجمن آرا اٹھ بیٹھی فوراً دیو نے میوۂ تر و خشک روبرو رکھا مگر پریشان و متحیر نگران

شہزادی نے کہا خیر ہے اُسنے کہا آج غیر انسان کی بُو آتی ہے خوف سے جان جاتی ہے وہ کہنے لگی ہمین آجتک جانور کی پرچھاین نہ نظر آئی تو نے آدمی کی بُو پائی طرفہ خبط ہے یہ جملہ بے ربط ہے غرضکہ صبح تک مذکور ہر شہر و دیار عجائبات روزگار کا بیان رہا دم سحر اُسی دستے سے سرخ پھول اُس خون آشام نے توڑ کر اُس لالہ فام کو سونگھایا سر تو چھینکے پر سر بلند ہوا تن نے پلنگ پر آرام فرمایا دیو

تصویر ایک مکان نفیس پلنگ پہ انجمن آرا دوشالا اوڑھے بے سر پڑی اور سر چھینکے پر



دوشالا اوڑھا راہی ہوا جان عالم نے چار گھڑی بجبر صبر کیا پھر اپنی صورت اصلی بنکر وہی سفید پھول توڑ کر سونگھایا انجمن آرا بدستور اُٹھی شہزادہ چیخ مار کر لپٹ گیا دونون بچھڑے اس زور شور سے روئے کہ تمام باغ ہل گیا زمین و آسمان ہل گیا جان عالم اپنے مقدما و اتفاقات کا حال فرقت کا درد و ملال کہتا تھا انجمن آرا نے کہا

تجھ بن مری اوقات جو اکثر گذری	وہ حالت نزع سے بھی بدتر گذری
تو تو کہے سرگذشت اپنی ظالم	مین کس سے کہون جو کچھ کہ مجھ پر گذری

یہ کہکر پھر دونون چلا چلا آہ و بکا سے رونے لگے دُنیا کے معاملے مین ہمیشہ سے یہی عقل حیران ہوئی شکست ہوئی ہے شعر یک لحظہ یکساعت یکدم * دگرگون می شود احوال عالم مؤلف

اک وضع پر نہین ہے زمانے کا طور آہ	معلوم ہو گیا ہمین لیل و نہار سے

ہر عقدۂ مالا ینحل ناگزیر کو اسلئے ناخن تدبیر خلق مین خلق کیا ہے اور جہان مین جہان تدبیر کا دخل ہوا ہے تقدیر کے حوالے کردیا ہے اکثر جس بات مین عقل عاجز آئی ہو وہی طرفۃ العین مین ہوجاتی ہے ناگہان ایک

سفید دیو زبردست زور کے نشے سے سرشار مست بڑا طاقت دار رستم کا یادگار ادھر سے گذرا نالۂ حزین
صدائے غمگین کان میں آئی سبکبایی زور و طاقت خدادادہ دیو نیک نہاد رحمدل غم رسیدون کے
رنج کا شامل تھا گریہ و زاری سنکر دل کو بیقراری ہوئی سمجھا کوئی انسان نالان ہے مگر اس صحرائے پرخار
وادی ہمہ تن آزار میں آدمی کا ہونا محال ہے اگر ہے تو حقیقت میں مبتلائے الم اسیر پنجۂ ستم خراب حال ہے
یہ سوچ کر باغ میں آیا یہان روتے روتے دونون کو غش آگیا تھا دیو ڈھونڈھتا ہوا بنگلے میں آیا دیکھا
مہر و ماہ گردش سپہر بے مہر سے برج زمردین میں بیہوش ہیں چہرے کے رنگ اڑے ہوئے سکتے کی حالت
میں ہم آغوش ہیں روئے یار آئینہ دار درمیان ہے فلک برسر امتحان ہے سمجھا مدت کے بعد
دونون کا مقابلہ ہوا ہے اس سے کسوف خسوف کا رنگ ڈھنگ پیدا ہے سر بالین بیماران محبت
بیٹھ کر نہر سے پانی لیا دونون کے منھ پر چھڑکا آنکھیں کھولیں ہوش و حواس درست ہوئے دیکھا کہ
ایک دیو سرہانے موجود ہے دیو سفید نے اٹھ کر سلام کیا تسلی کا کلام کیا کہا تشویش نہ فرمائیے بندہ
دوستدار جان نثار ہے پہلے جانعالم اٹھ کر بغلگیر ہوا وہ حال پوچھنے لگا لیکن شہزادہ جانعالم السان
و خوش بیان تھا اپنی رام کہانی چرب زبانی سے کہہ سنائی دیو ماجرائے گذشتہ سنکر بیقرار اشکبار ہوا
عرض کی اب بدبختی تمام ہوئی آرام کیجئے اب وہ قرساق آئے تو عمل بد کی سزا پائے جانعالم بشدت لگاوٹ باز
تھا اس سے بھائی چارہ کیا صیغۂ اخوت پڑھا وہ بیچارہ بندۂ بیدام حلقہ بگوش غلام ہو وہان سے اٹھکر
باغ کی سیر کرتے تھے کہ وہ جفاکار بھی پہونچا یہان اور رنگ دیکھا کہ شہزادی آدمی زاد کے ہمراہ پھرتی ہے
سفید دیو کا ہاتھ میں ہاتھ ہے مصاحبت کرتا ساتھ ہے جلکر جانعالم پر جھپٹا دیو سفید نے بجلدی تمام
اس نطفۂ حرام کا ہاتھ پکڑا وہ کافر اسی رحمدل سے لپٹا باہم کشتی ہونے لگی یہ کشمکش ہوئی کہ زمین جابجا
شق ہوئی الغرض بمدد مددگار قوت پروردگار سفید دیو نے زمین سے لنگر اکھاڑ سر سے اونچا کیا زمین پر پٹک
چھاتی پر چڑھ بیٹھا جانعالم قریب آیا زور و طاقت کی تعریف کرنے لگا کہا کیا جناب باری نے تجھے
مددگار بیکسان کی یاری کی جزا ہے مردود پر ایک دم میں تجھے فتح و ظفر حاصل ہوئی اگر ناگوار طبع
نہ ہو میں بھی ایک زور کرون وہ بولا بسم اللہ شہزادے نے ایک ہاتھ شانے پر دھر دوسرے
سے گردن اس شریر کی مضبوط پکڑ دھڑ سے کھینچکر زمین پر دھڑ سے پھینک دی
دیو سفید یہ طاقت دیکھ کر سفید ہو گیا شہزادے کا چہرہ سرخ ہوا وہ زرد رو دبے دین

جان عالم اور دیو کی لڑائی اور دیو سفید کی مدد سے دیو کو پچھاڑنا



اسفل السافلین کو پہونچا اس عرصہ مین سفید دیو کے ملازم حاضر ہوئے دعوت کی تیاری ضیافت کی اضافت لگی ایک ہفتہ اکل و شرب گانا ناچ رہا آٹھوین روز اس ماہ دو ہفتہ یعنی انجمن آرا نے رنج جدائی ملکہ مہر نگار مردان لشکر کا لب دریا انتظار بیان کر کے کہا بخدا مفارقت ملکہ مین خواب و خور حرام ہے تمہارے بار احسان سے دیکھو کبھی ہنسی لب پر آ گئی وگرنہ دو دن شراب و کباب خون دل لخت جگر تھا ہر گلاس برادۂ الماس تھا فقط تمہارا پاس تھا اُسنے عرض کی میرے آدمی جا ئین پتہ لگا آئین انجمن آرا نے کہا اپنے تجسس مین زیادہ فرا ہے اپنا کام آپ خوب ہوتا ہے ناچار رخصت ہو کر چلے اور آنے جانیکے باہم وعدہ ہائے مستحکم ہو گئے مگر ہر دم ملکہ کا خیال ہر گام پر فرقت کا ملال تھا خدا جانے ڈوب گئی یا ہماری طرح کسی آفت مین پھنسی کبھی دو کوس کبھی چار کوس بہزار دقت چلتے دن تین مین پانون جگہ جگہ چھالے پڑے قدم اٹھانیکے لالے پڑے وہ سفر سخت بار کُشتار نکلے کوس بالے کی طرح کا فرا انجمن آرا جھلا کر بولی میر

کب تھا یہ شور نوحہ تیرا عشق جب نہ تھا	دل تھا ہمارا آسکے تو ماتم سرا نہ تھا

آپکی بدولت یہ ذلت و رسوائی پیادہ پائی صحرا نوردی عزیزون کی جدائی نظر آئی آفت اٹھائی میر سوز

چھڑا کر مجھ سے میرے خانمان کو	خدا جانے چلا ہے اب کہان کو

شہزادہ منکر چپ ہو رہا پھر وہ عمل جو جوگی سے سیکھا تھا انجمن آرا کو بتایا دونون نے طوطے کی ہیئت بنائی اور توکلت علی اللہ کہکر نظر بخدا ایک سمت سرگرم پرواز ہوئے پہر دو پہر اڑ نا پھر کبھی درخت پر بیٹھ جھپٹ نہ ڈیرا اس روپ مین قاصد ہوئے سابق معنا انسان تھے اب ہاتھین طیر

ہوئے روز بیا باقی بنا و انہیں نیا اشیانہ کبھی بستی نگاہ ویرانہ کسی کو اگر ہنستے دیکھ لیا تو رو دیا یاد کر کے اپنا
زمانہ اور اکثر یہ شعر پڑھتے تھے یا الٰہی شب عشرت غنیمت است آن دوران خوش دل بستان کہ دیگر سال خوش زد انجمن

ذکر ملکہ مہر نگار کے تختے پر بہتے جانا بادشاہ کا جہاز پر سیر کرتے ہوئے نا رحم کھا کر جہاز پر منگانا شہر میں داخل ہو کر مکان دینا پھر توتے کا اڑ کر پہونچنا اور نامہ لیکر روانہ ہونا

اے جنون تو دل شوریدہ کی امداد کو آ — ناخنوں حال میں اک اور ستم دیدہ کا
چین دنیا میں نہیں عشق کے بیماروں کو — زیست بیار نج فلک دیتا ہے بیچاروں کو
بار فرقت کبھی معشوق جو دھر جاتے ہیں — جیتے جی دب کے یہ اس بوجھ مر جاتے ہیں
زیست بالطف گذر جاتی ہے بیچاروں کی — کیا کہانی میں کہوں تم سے دل افگاروں کی

نگارندۂ حال غریق بحر فرقت کشتی شکستہ لجہ محبت بادبان گسستہ صرصر دوری و لنگر بریدہ کار دیجوری طوفان رسیدہ کنار کامیابی ندیدہ یعنی ملکہ مہر نگار خامہ جگر افگاروں رقم کرتا ہے کہ جب جہاز تباہ ہوا تھا یہ بھی ایک تختے کے ٹکڑے پر مثل ٹکڑے ٹکڑے ڈوبتی تیرتی چلی جاتی تھی ادھر کوئی بادشاہ عالیجاہ جہاز پر سوار سیر دیکھتا آتا تھا دور سے تختہ بہتا دیکھا جب قریب تر آیا آدمی اس پر نظر آیا خوف خدا سے جلد ہونی کو دوڑایا جہاز پر منگوایا ملکہ کو تلاطم آب نے بیتاب کیا تھا اور جانفشانی تھی اور اس کے صدمہ جدائی سے جی ڈوب گیا تھا یعنی غش تھا لیکن صورت رعنا چہرہ زیبا میں فرق نہ ہوا تھا بادشاہ یک نگاہ دلدادہ و شیدا ہو گیا جلد جلد عطر سنگھایا بازو باندھا اور تدبیریں کیں دو تین گھڑی میں غش سے آنکھ کھلی دیکھا کہ نہنگ اجل کے منہ سے تو بچی آفت لطمہ و لجہ سے بر کنار جہاز پر سوار ہوں مگر شخص غیر سے دوچار ہوں شرم کو سمجھ کر تمام جسم میں پسینہ آیا بادشاہ نے پوچھا اسم شریف گو باعث حجاب بولنا گوارا نہ تھا لیکن بے جواب دیئے چارہ نہ تھا آہستہ سے کہا محروم و ناکام آفت کی مبتلا ذلیل و خوار فلک در پے آزار مرا الام جگر خون دل شکستہ و محزون کشتی تباہ گم کردہ راہ ناخدا گم فتادہ تلاطم اسکی فصاحت و بلاغت چہرہ کی شان و شوکت سے ثابت ہوا کہ یہ شہزادی ہے اور کلام درد ناک نے گریبان صبر و طاقت چاک کیا بادشاہ رو دیا پھر خاصہ طلب کیا ملکہ نے انکار کیا اسنے بہت اصرار کیا لجاجت سے کہا آپ کھانا نوش فرمائیں وطن کا پتہ بتائیں جب تاب و توانائی تم میں آئے گی وہاں بھجوا دیں گے ملکہ نے کہا ہم جن سے دامن دولت سے الجھے تھے وہ تو گرداب کی صورت خار صحرا کی طرح جہاز اس دریائے ناپیدا کنار

ہین ڈوبے خدا جانے کیا ہوئے کدھر گئے جیتے ہین یا مر گئے اگر سوئے عدم ہین روانہ کر دو کہ بکھیڑا چھٹے
غم و الم سے نجات ملے بڑا احسان ہو اُس نے کہا **مؤلف**

تم سلامت رہو زمانے مین	ایسی باتین زبان سے نہ کہو

غرضکہ مجبوراً کچھ کھایا دو چار دن مین طاقت گونہ آئی دربار دار السلطنت مین پہونچا ملکہ کے واسطے مکان عالیشان خالی ہوا لونڈیان پیش خدمت آئین محلدار جو کہ قرینہ شاہ اور شہریارون کا ہوتا ہے اور جس طرح شہزادیان رہتی ہین سب سامان مہیا کر دیا ایک روز بادشاہ آیا کہنے لگا تم اپنا حسب و نسب چھپاتی ہو مگر ہمین معلوم ہوا کہ تم شہزادی ہو ہمارے تمھارے ملاقات اِس حیلے سے بدی تھی امیدوار ہون یہ خوشی مجھے اپنے فرمانبردارون مین قبول فرماؤ ملکہ نے کہا مین نے تمام عمر سلطنت کا نام نہین سُنا اِلّا آپ کو خالق نے بادشاہ کیا ہے انصاف شرط فرمانروائی ہے مین ظلم رسیدہ آفت کشیدہ فلک کی ستائی ہون خدا جانے کون ہون اور کس طرح یہانتک آئی ہون بقول استاد

دیکھتے آنکھون سے کیا کیا لوگ اُٹھے پیش چشم	ہون لب حیرت بدندان رنگ دنیا دیکھکر

اگر بیگناہ کا خون گردن پر لینا گوارا ہے تو مختار ہے مجھے کیا چارہ ہے اور جو میری خوشی منظور ہے تو برس روز کی مہلت دے اِس عرصے مین اگر کوئی ڈوبا ترا میرے وارثون کا پتا ملا کوئی موا جیتا پھرا تو خیر نہین مین تیرے قبضۂ اختیار مین ہون جبر کرنا کیا ضرور ہے عدالت سے دور ہے بادشاہ نے لین سوچا آجتک ایسے غرق اُبھرتے نہین وہان کے گئے پھر ادھر قدم دھرتے نہین اتنے دنون کی فرصت دو حکومت نہ کرو آنکھ بند کرتے ہین سال تمام ہو جائیگا پھر کون سا حیلہ پیش آئیگا کہا بہت خوب لیکن جو تمھین ناگوار نہ ہو تو جی چاہتا ہے گاہ گاہ آنیکو تمھارے دیکھ جانیکو ملکہ نے یہ امر مغتنم جانا کہ حاکم و محکوم کا فرق سبکو معلوم ہے اب یہ انداز ٹھہرا پانچوین چھٹے روز پہلے خواجہ سرا اطلاع کرتا پھر بادشاہ قدم دھرتا دو چار گھڑی نشست ہوتی ہر شہر و دیار کا تازہ اخبار بیان کر اُٹھ جاتا یہان سے دو کلمے سُنیئے مسبب الاسباب کی کارسازی کے سامان دیکھئے وہ محل جو ملکہ کو ملا تھا اُسمین مختصر سا پائین باغ بہت کیفیت کا تھا طرح طرح کے میوہ دار درخت باغ و بہار یک لخت نئے نئے رنگ ڈھنگ کے گل بوٹے جو باد خزان سے جھڑے نہ ٹوٹے پھل قصد سے منھ مین آجائے ہاتھ بڑھانیکی بار نہ آئے روشین مُورت کی صورت کی سالم آب رواں مین پری کا عالم بھدے نہ بدقوارے سڈول سانچے کے ڈھلے نازک

تسبک فوارے کیاریان بچیداران مین آبشار نخشہ ہر ایک کیاری ثمر اسکا گلکاری چمن بندی قطعہ جابجا
پھوتر سے معقول گل پیادہ و سوار پر بہار چوکور عرض و طول باغبانیان خوبصورت نوجوان تکلف کے
سامان طلائی نقرئی کھرپیان مرصع کا بیلچے ہاتھون مین غمزہ چال مین ادا دیکھ بھال مین لگاوٹ باتون مین
کسی طرف کنوئین کی جگت پر کیلے والے لال ہرنج و ملال ہو رہا کوئی کچھ کھاڑتی کوئی توڑتی کوئی گرا ہوا پھول
پتی پھل اٹھاتی گھاس کھرپی سے چھیل ڈالتی کوئی ٹوٹا جھڑا پتا گرا پڑا کانٹا کیاری سے نکالتی ہر شاخ
ہر گل رعنا بلبلون کا غنچہ سرو و شمشاد پر جوبن صدائے قمری طوق در گردن ایک طرف طاؤس کا رقص بہ
ناز ہر ایک خوش آواز باغ کے گرد ملبب چہچہے غنچون کا چٹکنا کوس رحیل کہین لالہ پیالہ در دست کسی جگہ
نرگس شہلا با چشم مست تاک انگور پر میخوارون کی تاک عنبر بیز صحن گلشن کی خاک ملکہ گہہ دگاہ شام و پگاہ
رفع پریشانی و دفع سرگردانی کو وہان آ نظارہ صحبت گل و بلبل سے رشک کھا بصد حسرت یہ غزل پڑھتی میرسوز

اوہ دن خدا کرے کہ خدا بھی جہان نہ ہو — مین ہون صنم ہو اور کوئی درمیان نہ ہو
گل ہو شگفتہ خاطر و گلزار خندہ رو — باد صبا بھی ہووے و لے باغبان نہ ہو
گلشن ہو اور یار دلآرام اور مین — اپنا ہو قصہ غیر کی کچھ داستان نہ ہو

کبھی پیچ و تاب زلف اور گیسوئے معنبر کی پریشان حالی جعد سنبل کو دکھاتی گاہ سیاہی داغ جگر
لالے کی لالی سے لڑاتی غنچہ افسردہ سے جو کچھ دل گرفتگی کی تسکین ہوتی تو گل کی ہنسی پر پھوٹ پھوٹ کر
خوب روتی اور اس غزل سے دل کو سمجھاتی مؤلف

جل بجھیے اسطرح سے کہ مطلق دھوان نہ ہو — الله ری بیخودی کہ جو دریا مین غرق ہون — لازم ہے سوز عشق کا شعلہ عیان نہ ہو
گل خندہ زن ہین چہچہے کرتی ہین عندلیب — پھولی ہوئی چمن مین کہین زعفران نہ ہو — تالاب کیطرح کبھی پانی روان نہ ہو
بھٹکے ہو یار وہ جرس کاروان نہ ہو — ہستی عدم سے ہے مری وحشت کی اک شلنگ — بھاگو بہانے سے یہ دل نالان کی ہے صدا
لینا بجائے فاتحہ تربت پہ نام یار — مر نیسے یہ خیال ہے وہ بدگمان نہ ہو — اے زلف یار پانون کی تو بیڑیان نہ ہو
مجنون کی بن پڑیگی اگر ساربان نہ ہو — جانو نسے چرخ کی یہ مرا عزم ہے سرور — ناقہ چلا ہے نجد مین لیلی کا بے مہار
اس سرزمین پہ جاؤن جہان آسمان نہ ہو

گاہ لب جو کسی سرو کے پاس یاد قامت جانان مین مثل فاختہ کوکو کرتی دل بیتاب کو تڑپا کر لہو کرتی غور کرو
دنیا مین کسی چیز کو قرار نہین اسکا سب کارخانہ پیدا ہے کہ پائدار نہین کبھی تو روز روشن ہے گاہ اندھیری
رات ہے یہ کارخانہ کائنات کی کائنات بے ثبات ہے گلشن مین اگر بہار ہے تو خزان در پے آزار ہے بلبل کو

ہزار حیف یاد ہین پر باغبان آشیان اجاڑنے کی فکر مین ہے دام لیے لاکھ صیاد ہین نوش کے ساتھ گزندِ نیش ہے
کوئی دل شاد کسی کا سینہ ریش ہے عاشق ازل سے غم کا مبتلا ہے مثل مشہور ہے کہ معشوق کی ذات
بیوفا ہے اور جو کبھی کسی قسمت کے زبردست کو وفادار ہاتھ آتا ہے تو سر دست کسی نہ کسی پیچ سے
فلک تفرقہ پسند ٹیک کا جھگڑا تا ہے اسی سہارے پر لوگ جان دیتے ہین تا ہم پیچ کر یہ زندگی مول لیتے
ہین یہ نہین معلوم ابلیل کا حدو ہم یہ جملہ تو معترضہ تھا پھر وہی قصہ شروع ہوا ایک روز فرح اندوز
ملکہ بدستور قدیم بے یار و مددگار باغ مین گئی شاہزادے کی صحبت کا خیال انجمن آرا کی گرمجوشی کا ملال
تنہائی مین اپنا خراب حال دیکھ کر یہ شعر موقع کا پڑھا

اک انقلاب چرخ سے افسوس دیکھنا | وہ صحبتین رہین نہ تو وہ ہمنشین رہے

پھر ایسا روئی کہ ہچکی لگی شام کا وقت تھا جانور درختون پر بسیرا لیتے تھے جس درخت کے تلے ملکہ کھڑی تھی
ایک توتا اس پر آبیٹھا گریہ و زاری اس غم کی ماری کی دیکھ کر چپ نہ ہوا پوچھا شاہزادی حال کیا ہے کیسا
صدمہ ایسا جانکاہ ہے جو اس طرح لب پر نالہ و آہ ہے ملکہ نے کہا سبحان اللہ قسمت کی گردش سے یہ حال
ہم پہونچا کہ جانور مجھ پر رحم کھاتے ہین احوال پوچھنے کو اڑ کر آتے ہین زیادہ بیقرار دلفگار و سوگوار ہوئی قاعدہ کلیہ ہے
جب کسی دل شکستہ کی کوئی دلداری کرتا ہے ہمدردی بات سے دل امنڈ آتا ہے ملکہ نے بے اختیار ہو کر کہا آصف الدو

جو دو شخص خندان باہم دیکھتے ہین | فلک کی طرف رو کے ہم دیکھتے ہین

اے جانور خوش بیان سخن سنج مہربان کیا بتاؤن گھر بار سے جدا بیکسی مین مبتلا ہون بسان آئینہ حیران
مثل زلف سیہ بخت پریشان نے کی طرح نالان مورد صد اندوہ و بلا ہون۔ شعر

بیکسی سوخت کسے می خواہم | نفسے ہم نفسے می خواہم

شام تیرہ بختی کی سیاہی مین بسر اور صبح قیامت کی صورت دامن چاک گریبان تار تار۔ شعر

کس کو اب زیر فلک طاقت رسوائی ہے | کاش شق ہووے زمین اور سما جاؤن مین

دلین الم سے خار غیر جستجو کئے امین گرفتار سخت مجبور ناچار ہون طائر رنگ پریدہ ہزار دن جور و ستم مین
جریدہ رو کے راحت کو ٹھکانا نہ دیدہ شب فرقت کے اندھیرے مین سوجھتا نہین خونبار ہون تا صبح

صبح سے کرتے ہین ستارے گھر کو سفید | شام سے کرتی ہے فرقت کی شب تار سیاہ

توتے نے کہا مجھے تم سے بوئے محبت آئی ہے تمھاری باتون سے چھاتی پھٹی جاتی ہے یا اللہ خدا اپنے از سر تا بہ سر

مجھے آگاہ کرو للہ جلد مفصل حال کہو ملکہ نے قصۂ عشق جانِ عالم انجمن آرا کا آنا وزیرزادے کی تبدیلی جادوگرنی کی مکر ادائی جہاز کی تباہی اپنا وہاں آنا اور نشان پتا نہ پانا جانِ عالم کا چھٹ جانا سب بیان کر کے کہا وہ شاہ گردون بارگاہ ہمیں منجدھار میں ڈوبتا چھوڑ اپنا بیڑا پار لگا منہ موڑ خدا جانے کیا ہوا ہم ہیں اور رنج تنہائی میں بیتابی انیس ہے پریشانی میں ہمدم خانہ ویرانی جلیس ہے جو دم ہے دمِ شمشیر ہے سانس ناوک کا تیر ہے توتا یہ باتیں سنکر زمین پر گر پڑا پر پوچھنے لگا ملکہ مہر نگار گھبرائی کہ یہ کیا ماجرا ہوا افسوس ہے

دیکھ کر مجھ کو وہ حاضر ہوا مرجانے کو | وہی غمخوار جو یاں بیٹھا تھا سمجھانے کو

گھڑی بھر میں جب توتا سنبھلا بولا کہ اے ملکہ مہر نگار میں وہی توتا کمبخت جفا شعار ہوں جسنے اُس رشکِ قمر کو دربدر کیا مجھ سے انجمن آرا کا ذکر سنکر آوارہ ہوا تھا باقی حال تو آپنے سب سنا ہوگا پھر تو ملکہ اُسے گود میں اٹھا یہانتک روئی کہ بیہوش ہو گئی شہزادے کے یہاں کی باغبانیاں دوڑیں [illegible] کہ آج ملکہ پر کیا حادثہ پڑا جب دونوں کے ہوش و حواس درست ہوئے توتے نے کہا آپ دل کو تسکین دیں خدا کی مبارک بیچ دیکھیں جانِ عالم اور انجمن آرا دونوں خیریت سے زندہ ہیں میں نے بمقدور نجومیوں سے دریافت کیا تھا بالاتفاق سب اس پر ہیں کہ رنج مفارقت کے سوا جان کی خیر ہے سب آملیں گے اب مجھے رخصت کرو صبح کو خدا جانے کس وقت بیدار ہو ملکہ نے کہا واہ بعد مدت کے محرم راز ملا وہ بھی اتنا جلد چلا فلک پر سر بھی ہے بے لطف زندگی ہے دیکھیں یہ بُرے دن کب جاتے ہیں اور اچھے کیونکر آتے ہیں اُستاد ایک عالم کو آزما دیکھا ✽ جس کو دیکھا سو بیوفا دیکھا ✽ حال بد کا شریک دنیا میں ✽ نہ برادر نہ آشنا دیکھا ✽ کیوں دلا ہم نہ تجھ سے کہتے تھے ✽ جی لگا تیکا کچھ مزا دیکھا ✽ سچ ہے دنیا مریض خانہ ہے ✽ رنج میں سب کو مبتلا دیکھا ✽ کیف میں کم بہت نوازش ہے ✽ عشق خوبان میں جو نشا دیکھا ✽ آخرش رات کی رات توتا رہا صبح کو رخصت ہوا چلتے وقت ملکہ نے تھوڑا حال اپنا پرچے پر تحریر کر دیا کہا جہاں شہزادے سے ملاقات ہو یہ خط نشانی دیکر جو کچھ دیکھا ہے زبانی بیان کرنا وہ رقعہ شوق لیکر راہی ہوا شہر بشہر خستہ جگر ڈھونڈتا پھرتا تھا ایک روز قریب شام با دلِ ناکام تھک کر جہاں کچھ درخت تھے اُن پر بیٹھ کر سیل سرشک چشم پُرنم سے بہاتا تھا اسی دن جانِ عالم اور انجمن آرا توتے کی صورت بنا کے اسی درخت پر آ بیٹھے یہ توتا ہمجنس سمجھ دیکھنے لگا وہ دونوں مضطرب الحال ایک ٹہنی پر بیٹھ رہے توتا سمجھا کہ یہ گرفتار بھی میری طرح سودائے عشق ہیں پھر رونے لگا انجمن آرا نے کہا جانِ عالم دیکھنا یہ توتا روتا ہے

شاید ہماری صورت مصیبت دیدہ مصائب کشیدہ ہے توتا باتین تو سمجھتا تھا پھر بیٹھا اور بولا خدا ایسے کم نصیبون کو رنج ندے عدو بھی تمھارا ستم نہ دیکھے جب سے وہ غم ہے اور دل پر ایسا الم ہے کہ ہر دم یہ ہاے وہ دشمن کا دشمن یہ صدمہ جانکاہ اور ایسے روز سیاہ نہ دیکھے میر سوز جو دم لیتا ہون تو شعلہ جگر کا جی جلاتا ہے ؛ جو چپ رہتا ہون تو اندر ہی اندر جان کھاتا ہے ؛ جو کچھ احوال کہتا ہون تو سننے والے روتے ہین ؛ نہین کہتا ہون تو کوہ الم سینہ دباتا ہے ؛ جو جنگل مین نکل جاتا ہون تو سب دشت پھنکتا ہے ؛ کبھی جو شہر مین آتا ہون تو گھر بھول جاتا ہے ؛ پہاڑون مین اگر پھرتا ہون ٹکڑے ہو کے اڑتے ہین ؛ جو دریا پر کبھی جاتا ہون سر پہ خاک اڑاتا ہے ؛ مجمع رنج و محن غریق شط خفت ہمہ تن ہون محسن میرا خانمان آوارہ ہوا یہ ندامت ہے مفارقت اسکی ظلم ہے قیامت ہے اسکے ورلے تازہ حال یہ کیا ہے کہ ایک عاشق صادق اپنے معشوق سے جدا بغیر جنسون مین اسیر بلا ہے اسکے نالہ و آہ سے چھاتی شورا خدار ہے سنان نالہ کلیجہ کے پار ہے اگر گریہ زاری یا تڑپ اور بیقراری اسکی بیان کرون تحریر مانی ہو کر بہ جائے سیماب کی چھاتی خجلت سے پارہ پارہ ہو وہ چلتے انجان کو رحم آئے جان عالم یہ سنکر پھر بیٹھا کہا وہ کون تھا جو سرگشتہ و آوارہ دشت ادبار ہوا اور وہ کون ہے جو نا جنسون مین گرفتار ہوا توتے نے انکی داستان گذشتہ اور ملکہ کا حال بیان کیا انجمن آرا ملکہ کا نام سنکر شگفتہ خاطر ہوئی دونون نے صورت بدلی توتا پہچان کر پانوون پر گر پڑا شہزادہ گلے سے لگا کر رو دیا

جان عالم اور انجمن آرا کا زیر درخت صورت اصلی پر آنا اور توتے کا پانوون پر گرنا



کہا اے ہمدم تم سے جو ہم جدا ہوئے کس کس رنج و مصیبت میں مبتلا ہوئے دشت بدشت کوہ بکوہ خراب و خستہ دربدر پھرتا رہا پھرتے پھرتے تم اُس دن کے گئے آج پھرے پھر ملکہ کا حال پوچھا اُس نے خط حوالے کیا پہلے انجمن آرا نے آنکھوں سے لگایا دل نے قرار پایا مضمون اضطراب بدحواسی کا مطلب سرنامے سے کھلا کہ جان عالم کی جگہ ملکہ اور ملکہ مہرنگار کی جا رقیمۂ شوق جان عالم لکھ دیا تھا اس انتشار کو دیکھ شہزادے کے ہوش گم ہوئے بسکہ نامۂ شوقیہ پیچ و تاب دل اور اشتیاق ملاقات میں تحریر ہوا تھا جان عالم جب کھولتا تھا اثر شوق ہم آغوشی سے ہر بار خط شوقیہ ہاتھ میں لپٹا جاتا تھا مضمون مکرر سہ کرر مطلب لکھا تھا مؤلف

نامۂ شوقیہ جب میں نے رقم اُس کو کیا
سو جگہ مضمون تب اُس میں مکرر ہو گیا

آنسو دم تحریر یعنی لکھنے کے وقت جو خط پر ٹپکے تھے دھبے اور نشان اسکے دیدۂ منتظر چشم حیرت زدہ کی طرح ہر سطر سے کھلے تھے اور شرح حال ہر حرف نے نکالا تھا ایک جا دل خونی ہویدا تھی لہو رونے کی کیفیت پیدا تھی لکھا تھا قطعہ

شعر

از خون دل نوشتم نزدیک دوست نامہ
انی رایت دہراً من ہجرک القیامہ
سواد دیدہ حل کردم نوشتم نامہ سوے تو
کہ تا ہنگام خواندن چشم من افتد بروے تو

اے یار وفادار صادق الاقرار اللہ تجھے سلامت رکھے شرح اشتیاق داستان فراق قصہ طول طویل ہے زندگی کا بھروسا قلیل ہے اگر ہماری زیست منظور ہے جلد آؤ صورت دکھاؤ نہیں تو تاسف کرو گے پچھتاؤ گے تمنے آنے میں اگر دیر کی تو ہمیں مدفن پھر سے تڑپکر جان دی مٹی کے ڈھیر پر رو رو خاک اُڑاؤ گے مؤلف

شکل اپنی ہم کو دکھلاؤ خدا کے واسطے
جان جاتی ہے ابھی آؤ خدا کے واسطے

کوئی دم کا دم سینے میں مہمان ہے نام کو جسم میں جان ہے فلک نے ہماری صحبت کا رشک کھایا ہے تفرقہ پردازی ظالم کو چین نہ آیا روز و شب رنج جدائی سے جان کھوتے ہیں اتنا کبھی کاہیکو کسی دن ہنسنے تھے جیسا اب بلک بلک کر فرقت کی راتوں میں روتے ہیں بیتابی دل کسے سنائیں ؛ یہ دیدۂ تر کسے دکھائیں ؛ تمہاری تقریر ہر دم برزبان ہے بے تصور سے باتیں کیجیں کہاں تک استاد

پہروں ہی گفتگو کرتے یہ جانتے تو نہ باتوں کی تجھ سے خو کرتے
تمہارے خیال سے

ہمارے تڑپنے سے ہمسایہ سخت تنگ ہو دلتلے زندان سے تیرہ و تنگ ہے گر یونہی رہیگی بیقراری ؛ تو ہو چکی زندگی ہماری ؛ وحشت پیراموں حال ہے ہر گھڑی فرقت کی ماہ ہے جو پہر ہے وہ سال ہے جبر دل کوئی دم میں خون ہویگا ؛ آج کل میں جنون ہوئے گا ؛ تمہاری صورت ہر پل رو برو ہے جسطرف

دیکھا تو یہی نوشتہ ہے چشم فرقت دیدہ دریا بار ہے آنکھ نہیں چشمۂ آبشار ہے جن آنکھوں کو تم پر نظر نہ دیکھ سکتے تھے آنسے خون کے دریا بہہ گئے مؤلف

تم نے نہ ہماری پر خبر لی ۔ چھاتی پتھر کی کیون جی کرلی

دن رات کی وہ صحبت تمہارے ساتھ کی جب یاد آتی ہے نیند اچٹتی ہے بیچینی کی رات پہاڑ ہو جاتی ہے کاٹے نہیں کٹتی ہے چارپائی تنہائی میں پلنگ بنکر کاٹے کھاتی ہے خواب میں نیند کا خیال کھانا پانی ہجر میں حرام ہے حلال نہیں وہ سر جو اکثر آپکے زانو پر رہا ہے اُسکو سو سو بار بالش و بالین پر پٹکا مؤلف

جس میں باہیں تری حمائل تھیں ۔ طوق حسرت میں اب وہ گردن ہے

میرے جاگنے کے اے پیارے ستارے شاہد ہیں گواہ شرعی زاہد ہیں مرغ سحر کو بیقراری ہے جو نکارتی ہوں مؤذن کی نیند آہ و زاری سے اڑاتی ہوں شب وصل یہ ہمیں جگاتے تھے اب ہجر کی رات ہم انہیں سونے نہیں دیتے من مانتے بدلے لیتے ہیں دل ہر ساعت گھڑی سے زیادہ نالاں ہے پہر پہر سے فزوں شور و فغاں ہے چشم اختر شمار معائنہ حال زار سے بحیرت وا ہے چرخ گردان میری گردش دیکھکر چکر کر رہا ہے استاد

کھا لیجئے تھوڑا زہر منگا ہم اور کہیں تم اور کہیں ۔ کیا لطف ہے ایسے جینے کا ہم اور کہیں تم اور کہیں

افشائے حال باعث ندامت موجب دشمنوں کی خوشی کا سبب دوستوں کے ملال کا ہے لا اعلم دل من وبندہ من واللہ دل من ۔ اگر جیتے جی مل جائینگے رنج فرقت کے دکھڑے مفصل زبانی کہہ سنائینگے اور جو فنا کے پہلے منظور ہے تو انسان مجبور ہے اس حسرت کو بھی در گور لیجائینگے سعدی لے بسا آرزو کہ خاک شدہ ۔ بخدا سنا رنجگانہ میں دعا یہ ہے جامع المتفرقین سے یہی التجا ہے کہ تم سے جلد ملاقات ہو جائے جان زار دل بیقرار کو چین آئے زیادہ ملاقات کا اشتیاق ہے اشتیاق اور جدائی کا صدمہ جانکاہ سخت شاق ہے شاق خوگر وصل ہجر کے الم کا مبتدی ہے نہ مشتاق یہ خط کا مضمون جو پڑھا دونوں نے رو دیا اور سر نوشت سر نامہ سطر سطر وہ نامہ بھگو دیا پہن رات کی تو چار و ناچار وہاں مقام کیا صبح ہوتے ہی صورت بدلی کوچ کا سرانجام کیا آگے آگے تو تا مینا پیچھے پیچھے وہ دونوں سیر

پہونچنا جان عالم اور انجمن آرا کا مع توتے مینا ملکہ مہر نگار کے پاس پھر ملاقات ہمدیگر فوج بھیجنا وہاں کے بادشاہ کا لوگوں کا مل جانا بادشاہ کا آنا پھر اسکی گرفتاری اور جان عالم کی [illegible]

پلادے تو ساقی مے لالہ فام ۔ کہ ہوتے ہیں معشوق و عاشق بہم
ہوا چاہتا ہے یہ قصہ تمام ۔ جدائی کے ایام طے ہو چکے
وہ مے دے کہ ہو دور دل سے الم ۔ شب ہجر میں خوب سا رو چکے

ہمارا کوئی دم بھلا چھپے	کہ رنج جدائی بہت سے سہے
مثل ہے یہ مشہور اے ذی شعور	کہ ہر رنج کے بعد راحت ضرور

محرران حال طالب و مطلوب و حاکیان حکایات خوب لکھتے ہین کہ وہ پرندۂ ہوائے شوق یعنی جان عالم مع انجمن آرا توتے کے ساتھ آٹھوین روز ملکہ کے پاس پہونچا یہان جسدن سے توتا رخصت ہوا تھا ملکہ مہر نگار دونون وقت بلا ناغہ اُس درخت کے تلے جہان توتا ملا تھا آکر یہ کہتی تھی میر سوز مانند جرس پھٹکتی چھاتی تو فغان سے ٭ فریاد کو پہونچا نہ کوئی راہ روان سے ٭ اسطرح ایکروز موافق معمول و دل ملول قریب شام درخت کے نیچے حزین و زار توتے کے انتظار مین کھڑی تھی اور آنکھ ٹہنی سے لڑی تھی اور دیدۂ خونبار سے تا دامن یاقوت اور موتیونکی لڑی تھی جب دل سوختہ گھبراتا تو آہ سوز دروں مثل دخان لب پر آتی جی بہلانیکو یہ غزل پڑھتی مولف

آتش فرقت سے سینہ جب سے مجمر ہو گیا	پھنک کے تختۂ دل مرا ہر ایک اخگر ہو گیا
باعث افشائے ذلت دم نہ مارا مین نے گاہ	ورنہ زیر آسمان کیا کیا نہ مجھ پر ہو گیا
نزع تک تو آمد جانان کا کھینچا انتظار	وہ نہ آیا وعدہ اپنا یان برابر ہو گیا
کیا ڈراتا ہے ہمین واعظ سنا شور نشور	شام فرقت یان عذاب روز محشر ہو گیا
اب جو ہنستا ہون تو ہنستے ہنستے بھی تھمتے ہین آنسو	روتے روتے آخرش رونے کا خوگر ہو گیا
فکر بیجا کیون ہے دیوان جمع کرنے کی سرور	اپنا جب مجموعۂ خاطر ہی ابتر ہو گیا

دفعتہ توتے نے سلام کیا وہ خوش ہو کر بولی اے قاصد نیک صدا و ہدہد شہر سبا میرے سلیمان حسن و خوبی کا پتہ پایا اُس بلقیس محبوبی کا سُراغ ہاتھ آیا توتے نے کہا اے ملکۂ عالم قدردان خبرآوردونکو خلعت و انعام دیتے ہین جب دوست کا پیغام پوچھتے ہین علی الخصوص یہ خبر فرحت اثر پہلے یہ ارشاد ہو کہ اگر پتہ بتاؤنگا اسکی اجرت کیا پاؤنگا یہ سنکے ملکہ کی جان رفتہ بدن مین آئی یقین ہوا اسنے خبر پائی یہ کہا اُستاد

پیغام دوست جلد تو پیغامبر سُنا	گھبرا کے دم ہی جائے نہ میرا کہین الٹ

توتا عرض کرنے لگا حضور کا فرمانا بجا ہے مگر ایسی بات کا جلد کہنا حمق کا مقتضا ہے اُستاد

دفعتہ خوگر فرقت کو نہ دے مژدۂ وصل	خبر خوش نہین اچھی جو یکا یک ہووے

توتا بات کو طول کر دیتا تھا کبھی خوش گاہ ملول کر دیتا تھا ملکہ بیچین ہوئی جاتی تھی ادھر شہزادے سے زیادہ انجمن آرا گھبراتی تھی غرض نہ رہ سکی صورت بدلی جان عالم مجسم ہو کر سامنے آیا آپس مین معشوق و عاشق و عاشق و معشوق

تصویر انجمن آرا و جانعالم اور ملکہ مہر نگار کی باہم ملاقات ہونا



لگیں۔ ملکہ پر سے غبار کلفت پا بند دل غم مہاجرت دیرینہ دل کھول کر صفحہ سینہ سے دھوئے رونے کی آواز
سے مغلانیاں خواصیں جمع ہوئیں جنکی انگلیاں ہر دونوں پر پڑی دوڑ کر صدقے ہوئی اور پاؤں پر گر پڑی
جل جلالہ حسن خوب سے کوئی چیز زیادہ دلکش اور محبوب نہیں ان دوستا تو دوست ہے دشمن غش کر جاتا
ہے لڑکا ہو یا بوڑھا شیدا نظر آتا ہے مال تو کیا مال ہے صورت کی آشنائی کبھی اگر پاس ہو تو انہی کا دل سے
خریدار بن جاتا ہے جان عزیز نہیں حسرت کچھ چیز نہیں غلام کی غلامی پر آقا فخر کرتا ہے جان نادہ
اتنا ہے جو کوئی کہتا ہے کہ یہ پیر مرتا ہے عیاذاً باللہ یہ امر محمود نہیں آئین غیر مقرر کچھ سود نہیں غرض کہ
خرم و خنداں بارہ دری میں آئے انجمن آرا سے ملکہ نے حال پوچھا اس نے دیو کا اٹھا لیجانا باغ کی
بے سروپائی پھر جانعالم کی رسائی اور سفید دیو کا آنا باہم کی لڑائی آفت سے چھڑانا اپنی پیادہ پائی
صحرا نوردی ہوا گرم پاؤں کا ورم پھر وہ محل جوگی کا پتا پایا ہوا شہزادے کا سکھانا طوطے سے درخت
پھل جانا سنا دیا پھر اس نے جانعالم سے سرگذشت پوچھی اپنی مصیبت کی گذشتہ کا حال بیان ذکر
کرکے جو کچھ دھیان بندھا پھر سب رونے لگے توتا بدمزہ ہوا کہا صاحبو اب یہ قصہ بکھیڑا دور کرو
ہنسی خوشی کا ذکور کرو یاد رکھو یہ بات گذشتہ را صلوات ـــ مصحفی

جز حسرت و افسوس نہیں ہاتھ کچھ آتا	ایام گذشتہ کو کبھی یاد نہ کیجے

ملکہ بولی اے شیریں مقال مبارک قدم خجستہ فال شہزادہ سا متحمل کا دشمن دیکھا نہ سنا ہوگا

معلوم ہم کو دل کے سلوک سے یہ ہوا	نادان ہے جو دوست وہ دشمن ہی جان کا

اُسنے جیسی محنت و مشقت اُٹھائی اپنی بدعقلی کی سزا پائی بھلا عالم تنہائی مین جو کچھ کیا سو کیا دو تین بار اپنے
ساتھ ہم دونون کو خراب آفت کا مبتلا کر چکا ہے آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے یہ کہکر رُوبرو دشمنان بندہ
دوست با دل خستہ با ہم بیٹھا اور دور ساغر بے دغدغہ فلک تفرقہ پسند و سفلہ پرور شروع ہوا مطرب نے
ساز کی ناسازی پر گوشمالی دی صدائے عیش و طرب بلند ہوئی یہ خبر بارہ دری مین مشتہر ہوئی اور وہان سے
بادشاہ کو پہونچی کہ ایک مرد صاحب جمال دوسری عورت پری تمثال ملکہ کے پاس تازہ وارد ہوئے کہنے لگا
الحمد للہ ایک موجود تھی دو اور آسکے پھر دو ہزار سوار جرار اور دو سپہ سالار تجربہ کار نگہبانی کو بھیجے جانعالم سے یہ
ماجرا سُنکر کہا فضل الٰہی چاہیے بعد مدت یہ صحبت ہم کو میسر ہے صبح کچھ دیکھ لینگے سوار تو باغ گھیرے رہے
یہ تمام شب جلسے کیے گئے جسوقت خسرو خاور آرامگاہ مشرق سے برآمد ہو کر جلوہ گر تخت زرنگاری ہوا
اور سپہ سالار انجم مع سواران سیارہ کو مغرب کی طرف فراری ہوا جانعالم حمام سے غسل کر کے نکلا اُس
فوج سے انجم گھیر کر پھرتا باغ کے دروازے پر آیا جسکی نگاہ پڑی اِسم کی برکت سے آداب بجا لایا
دست بستہ روبرو آیا وہ دو ہزار سوار مع سپہ سالار فرمانبردار ہوئے پھر تو دروازہ بہ کشادہ پیشانی کھولا
یہ خبر وحشت اثر اُس بادشاہ کو پہونچی اور سوار پیادے لڑائی کے آمادے بھیجے وہ بھی جب سامنے
آئے حلقہ غلامی کان مین ڈالا جنگ کا خیال نہ رہا پھر تو شور ہوا کہ ساحر ہے القصہ تمام فوج اکٹھی ہوئی
اُس وقت وہان کا تاجدار طیش کھا کر سوار ہوا کہان یکہ سوار کجا انبوہ بے شمار تلوار چلی دس پانچ زخمی
ہوئے کچھ جان سے گئے اور فوج نے نرغہ کر جان سے تو نہ مارا کمندون مین پھنسا لیا اور جانعالم
کے حوالے کیا شہزادہ عالی حوصلہ خوف خدا سے اور نحوست طالع نارسا سے مثل بید کانپا اور فرمایا
اللہ وقت کسی کو نہ دکھائے جو دوست دشمن ہو جاتے یہ ارشاد کر اُس سے بغلگیر ہوا برابر بٹھایا قتل
سے ہاتھ اُٹھایا وہ بیچارہ نادم و پشیمان سر در گریبان گھٹنے پر گردن جھکا منفعل خاموش بیٹھا شہزادے نے
کہا مسافر کشی صفت شاہی سے بعید ہے ہم تمہارے مہمان تھے تم نے دعوت کے بدلے عداوت کی
اللہ کو یہ بات پسند نہ ہوئی عبرت کا تماشہ دکھایا یہ سلطنت آپکو مبارک مین غریب دیار کمر باندھے چلنے کو
تیار ہون اس لڑائی کا قصہ فسانہ ہو جائیگا امروز فردا مسافر روانہ ہو جائے گا وہ اُسکی فصاحت و بلاغت
اور یہ بے جگری دیکھ کر حیران ہوا کہ دشمن کو گرفتار کیا پھر ملک بخشتا ہے یا سر جھکا کر بولا حضور ایسے نرم دل
لائق حکومت قابل سلطنت آپکی ذات فرخندہ صفات ہے جانعالم نے کہا آپ یہ اپنی تعریف کرتے ہین

دگرگون الغم کہ خوب مبدا الم القصہ وہ محجوب ہو کر رخصت ہوا فوج کو صلح جو ثابت ہوئی اپنے بادشاہ کے ہمراہ چلی جب یہ جنگ زرگری ہوگئی مکان پر آکر بہت تیاری سے دعوت کی اور عذر تقصیر کر عفو کا امیدوار ہوا شہر میں یہ چرچا ہوا اہل شہر مشتاق ہو غول کے غول آنے لگے روز باغ کے روبرو میلا ہوتا تھا کسی وقت شہزادہ نہ اکیلا ہوتا تھا پھر چالیس شتر سوار ہرکارے فوج کے تجسس میں روانہ کیے چالیس منزل پر لشکر ملا جانِ عالم کی مفارقت سے کسی میں جان نہ تھی فرمان مہری دیکھ کر جان تازہ پائی پھر آنکھوں سے لگائی رات دن کوچ کرتی بیس پچیس دن میں بہ رسم یلغار فوج داخل ہوئی شاہزادہ لشکر کو ملاحظہ فرما کر مسرور ہوا ملال بھولا ارکان سلطنت نے ملازمت حاصل کی حسب نذر دی موافق قدر و منزلت خلعت اور انعام خاص و عام کو مرحمت ہوا اور رعایا برایا بازاری اہل حرفہ کو بھی کچھ دیا فوج کے سرداروں کو خلعت جواہر نگار سپر و شمشیر مرصع کار عنایت کیے دو ماہہ تمام فوج کو انعام میں دیا از سر نو لشکر جمایا پھر وہاں سے کوچ ہوا دو ہی راہ میں جلسے اختلاط فیما بین جمایا عیش و نشاط ہوتا ہنستا نا رخ و کنایہ کرتا لطیفے سناتا دل بہلاتا ہر صبح با خاطر شگفتہ مثل نکہت گل کوچ ہر شام بسان فصل بہار بہ آسائش مقام روز و شب براحت و آرام رو بہ راہ ہوئے

ورود لشکر نصرت آمود پر سہار جنگل میں جاڑے کی شدت صحبت شراب کے پہنچنے کی ترنگ میں خیالات فاسد کا آنا رنج بحثی باہم کی پھر توتے کا سمجھانا شہزادے کا پچھتانا

ناگاہ ایک روز گذر موکب حشمت و جلال با فر و شوکت کمال ایک صحرائے بلخ و بہار دشت لالہ زار میں ہوا فضائے صحرا قابل تحریر کیفیت دشت گلشن آسا لائق تقریر بو باس ہر برگ و گل کی رشک مشک اذفر صفحہ بیابان معنبر و معطر چشموں کا پانی صفا میں آب گہر سے آبدار تر قضا کہتے میں بلا تشبیہ و شکر چلے کے جاڑے کڑاکے کی سردی تھی گویا کہ زمین سے آسمان تک برف بھر دی تھی پرند اور چرند اپنے آشیانوں اور کاشانوں میں چھپے ہوئے بیٹھے بھوک اور پیاس کے صدمے اٹھاتے تھے دھوپ کھانے باہر نہ آتے تھے قصد سے تھر تھراتے سردی سے سب کا جی جلتا تھا دم تقریر ہر شخص کے منہ سے دھواں دھار دھوں نکلتا تھا آواز کسی کی کان تک کبھی گم جاتی تھی منہ سے بات باہر آئی اور جم جاتی تھی مار سیاہ اور سی جاڑے پاہر نہ آتا تھا سردی کے باعث دم دبا کے پانی میں بھاگ جاتا تھا زمانہ کے کاروبار میں خلل تھا ہر ایک

دست و بغل تھا عاشق و معشوق بھی اگر ساتھ سوتے تھے گھٹتے تھے گر گھٹنے پیٹ سے جدا نہ ہوتے تھے اشک شمع انجمن لگن تک گرنے نہ پاتا تھا جم جاتا تھا پروانون نے گرد پھرنا چھوڑ دیا تھا شعلہ کانپتا تھا فانوس کے لحاف مین منہ ڈھانپتا تھا شمع کا جسم برف تھا پگھلنے کا کیا حرف تھا ہر سنگ کے سینے مین آگ تھی گواہ شرر تھا لیکن سردی کو بھی یہ لاگ تھی اور جاڑے کا ایسا اثر تھا کہ سلیمن کی سلیمن جمی پڑی تھین فولاد سے زیادہ کڑی تھین تنور فلک چہارم کی چھاتی سرد تھی گلخن مین یہ برودت تھی کہ کشمیر گرد تھی لنجون نے بیٹر پکڑے لوسے لون کے ہاتھ آئے لنگڑے ہرن باندھ لائے سرزمین ہند مین مردے نہ جلنے سکتے تھے زندون کے ہاتھ پانون گلتے تھے آتش حنا زرد گل شبنم نے بجھائی تھی باغ مین بھی جاڑے کی دہائی تھی اوس برگ و بار کی صنعت پروردگار کی دکھاتی تھی مرصع کاری یک لخت نظر آتی تھی دانہ ہائے اشک شبنم خواہ بڑے یا ریزے تھے ہر شجر کے پتّے اور شاخ مین الماس اور موتیون کے آویزے تھے عذار لالہ احمر رشک زعفران تھا طلائی ورق ون کی ٹہنیان کہربائی پتے بہار مین رنگ خزان تھا اس سردی کا کہین ٹھکانا تھا حمام تہ خانہ کا خسخانہ تھا آگ پر لوگ جی نثار کرتے تھے زردشت کا طریق اختیار کرتے تھے اُس زمانے مین جاڑے کی یہ ترقی تھی کہ آجتک بتون کی سرد مہری نہ گئی آفتاب عازم برج حمل تھا آتش پرستون کا عمل تھا زیست سمندر کے عنقا تھی آگ خلقت کی جان تھی عاشق تو کیا معشوق ٹھنڈی سانس بھرتے تھے گرمی نہ کرتے تھے دانت سے دانت بجتا تھا ہونٹ نیلم کو شرماتے تھے پان کے لاکھے مین سوسن کی پنکھڑی سی نظر آتی تھی عاشق تن پریون کو ساتھ سلاتے تھے اُسپر بستر کو گرم نہ پاتے تھے جاڑے مین ہر ایک الست تھا عالم اللہ کا آتش پرست تھا جاڑے پالے اُس دشت مین ایسا پالا پڑا تھا تمام اہل لشکر کو تپ لرزے کا عالم تھا پانی کے ترشح اینٹھے جاتے تھے ڈھال تلوار کھڑکھڑانے کے عوض دانت کڑکڑاتے تھے چقماق پتھر کٹے لاکھی سے بیکار ہو گئے تھے چاپ سے پتھر آگ نہ دیتے تھے اور توڑے دار کا یہ حال تھا کہ بوجھ کندھا توڑے دیتا تھا قدم اٹھانا محال تھا توڑا ہر ایک گل تھا توتے کی جگہ شور بلبل تھا ہوش لوگون کے کانپتے تھے کپکپی رٹی کو الاؤ سمجھ پھونکتے ہانپتے تھے ملائم لوگون کے حواس جم گئے تھے جگنو کو چنگاری سمجھ کے اٹھانے کو تھم گئے تھے سردی بسکہ کارفرما تھی ایک کو دوسرے کی تمنا تھی یہانتک جاڑے کا زور و شور عالمگیر ہوا تھا کہ کرۂ نار زمہریر ہو چلا تھا جان عالم نے فرمایا آج خیمہ ہمارا یہین ہو بعد ورود متوجہ سامان عیش و نشاط ہوا اور ملکہ

انجمن آرا سی پری پیکر محبوب تو تا مصاحب جیسے بلبل بدل مرغوب دور شراب کا گردش مین الا کشتی شراب کی نہ چلتی تھی اور کباب بھوننے کو آگ نہ جلتی تھی گلاس شراب کا برف کی قلفیون کو شرماتا تھا قطرہ مے ایسے گرتے ہی جم جاتا تھا مینا ایسے بے زبان کے منہ پر ردی تھی ایسی سردی ہوئی تھی گلا بیٹھا تھا جب بہت قلقل کرتی تھی تب قلقل کرتی تھی لب ساغر خشک خم پسینا تھا پانی کا پیالہ قعر آبگینہ تھا جا بجا لشکر مین ہر طرف شور و غل تھا بازار مین رونق کا لین دین بالکل تھا جب دور آفتاب ماہ جبینون مین چمکا عالم سرور مین جان عالم کو خیال نزدیک و دور آیا دل مین سوچا کہ اتنے عرصہ دراز زمانہ دیر یاز تک ملکہ اور انجمن آرا کو ہم سے فرقت غیر نسبت غربت رہی زندگی کا اعتبار کیا ہے یہ قوم قدیم سے بے وفا ہے فردوسی

اگر نیک بودی سر انجام زن	زنان را مزن نام بودے نہ زن

یہ نشیب و فراز جو ذہن مین آیا جی کٹنی ہونے لگی کچھ بخشی صحبت کا لطف کھونے لگی وہ سبز پوش خانہ بدوش موقع شناس مزاجدان دلسوز ادب آموز بے زبان بلبل ہزار داستان دل کا حال جانتا تھا اڑتی چڑیا پہچانتا تھا سمجھا جان عالم کی طبیعت کبیدہ ہوئی قریب وقت آیا چاہتا ہے کہ ایسی گفتگو آغاز ہو جسکا انجام یہ صحبت درہم برہم کرے بات کو کاٹ طبیعت کو اچاٹ کہنے لگا شہزادہ نشہ اس کیفیت سے حرام ہے کہ اسکی ترقی مین عقل کو تنزل ہے خیالات لاطائل آتے ہین احسان بھول جاتے ہین فقط گمان بیجا اور خیال وہ بھی نشے کے حال کا اسپر حق خدمت سہو کر ڈوبی صورت بناتا فوراً بگڑ جانا آدمیت سے بعید ہے ایکساعت ادھر مخاطب ہو جیسے اس مدت مفارقت مین جو جو سانحے دیکھے فسانے اپنے بیگانے کے یاد کیے ہین اگر گوش ہوش انکو سنیے تو یہ تخیلات فاسد دور ہون جان عالم نے کہا ایسی بات اسوقت چاہیے جلد کہہ

توتے کا بیان کرنا قصہ شاہ قوم بنی اسرائیل کا بھاوج پر فریفتہ ہونا دین ایمان کھونا پھر سنگسار کرنا عورت کی بادیہ گردی پھر اسی شہر مین آنا

توتے نے کہا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک بادشاہ تھا نیک طینت باصفا سخی و شجاع عابد پارسا اسکے عہد دولت مین دو بھائی تھے ایک شہر کا قاضی دوسرا مفتی بظاہر مرد مسلمان صاحب ایمان مفتی کی بیوی نہایت شکیلہ بہت جمیلہ تھی اتفاقاً عند الضرورت مفتی کو بادشاہ نے کہین دو چار منزل بھیجا وہ اپنی عورت وقت رخصت بھائی کو سونپ گیا قاضی گاہ گاہ خبر کو اس عورت کے پاس جاتا تھا پر وہ اسی واسطے خوب ہوتا ہے جتنا دنیا کا قصہ کیجیے اسے

سبب آنکھوں سے دیکھا سننا ہے وہ بد رجہ حسین تھی قاضی کی آنکھ پڑی فریفتہ ہوا چند روز مین ہولئے
طبیعت حد سے فزون بلکہ قریب بہ جنون ہوا اگرچہ وہ عورت جیسی خوبصورت تھی اُس سے زیادہ عصمت
و عفت رکھتی تھی ایسا حُسن حَسن اتفاق سے ہوتا ہے قاضی نے ایک روز اُس سے سوال وصال
کیا اُس نے اس امر سے ازحد انکار کر خوشامد کا کچھ خیال نہ کیا قاضی سمجھا یہ راضی نہ ہوئی اور
نہ ہوگی خفت مین دور اندیشے ہوئے ایک تو محرومی وصال دوسرے افشائے راز کا خیال گھبرا کر
بادشاہ سے عرض کی کہ دم رخصت میرا بھائی اپنی جورو مجھے سونپ گیا تھا اُس فاحشہ نے اُس کی
غیبت مین زنا کیا مجھے ثبوت کامل ہوا بادشاہ نے مرد متشرع سمجھ صاحب زہد و ورع جان کر اختیار
دیا قاضی نے اُسکو تنہا لیجا کر سمجھایا کہ اتنک خیر ہے مجھ سے راضی ہو نہین بڑا شر ہوگا تیرا ضرر ہوگا
دل پر جبر اختیار کرونگا تجھے سنگسار کرونگا وہ عورت شیر صفت اُسکی گیدڑ بھپکی سے نہ ڈری ہرگز
راضی ہوئی اُس کمبخت شہوت پرست نے شہر کے باہر لیجا کر اُس کو سنگسار کیا خلق خدا عبرت کنان
خائف و لرزان اپنے اپنے گھر پھری وہان حافظ حقیقی نے شیشۂ حیات اُس نیک صفات کا سنگ
ستم قاضی سے بچا لیا ٹھیس نہ لگی خواہش بجا ہین ایسا ہی ہوجاتا ہے عقل پر پتھر پڑ جاتے ہین شب کو
عورت پتھر سر کا ایک سمت پیادہ پا روانہ ہوئی جنگل مین ایک دیرانی تھی مرد خدا پرست بستی کو چھوڑ
اہل دُنیا سے مُنہ موڑ دشت بسایا تھا یہ جب وہان پہونچی اُس حق پرست نے اُسکی غریب الوطنی پر
رحم کھایا لڑکا اس کا خرد سال تھا اُسکی خبرگیری کو اپنے پاس رکھا اس دیرانی کا ایک غلام سخت
نطفۂ حرام تھا بدذات گیدی کی مثل مشہور ہے لاحیرنی عبیدی رنڈی جوان دیکھ کر عاشق ہوا بہت
چاپلوسی کی وہ ڈھب پر نہ چڑھی اُس شقی نے دیرانی کا لڑکا ذبح کر تہمت اُس عورت پر کی اولاد کی
محبت مشہور ہے امیر ہو یا فقیر اس مین مجبور ہے دیرانی کو بشدت رنج ہوا لیکن وہ صابر و شاکر تھا
عورت سے کچھ نہ کہا بجز کہ رضینا بالقضا اور بیس دینار زاد راہ دیکر رخصت کیا وہ بیچاری مصیبت
کی ماری پھر چل نکلی ایک شہر مین وارد ہوئی بازار مین بھیڑ دیکھی شور و غل برپا تھا اور ایک شخص کو زنجیر
و طوق مین پھنسا کشان کشان لیگ لیے جاتے تھے عورت نے پوچھا اس نے کون سا جرم شنیع نذرا
ہوا جو ایسی آفت مین مبتلا ہے لوگون نے کہا یہ بیس دینار کا قرضدار ہے ادا کی طاقت نہین اُسکے
بدلے یہان کے سردار نے دار کا حکم دیا ہے عورت کو رحم آیا وہی دیرانی کے دینار دیکر قید سے

پھر اُڑا دیا وہ مکار بدباطن عیّار تھا لونڈی جو خوبصورت دیکھی جی بھر بھر آیا کہا تو میری حسنہ ہے
مین تیرے ہمراہ رہون گا خدمت گذاری کرون گا اس حیلے سے ساتھ ہو لیا غرض وہ شہر سے نکلی تھی
راہ مین دریا ملا بہ مدت سے نہائی نہ تھی کپڑے بھی کثیف ہو گئے تھے ایک طرف لباس دھو کر نہا رہی تھی
ناگہان ایک سمت سے دو جہاز وہان آئے اہل جہاز نے دیکھا عورت قمر طلعت ہے اُس حرامزادے
سے پوچھا یہ کون ہے اسنے اپنی لونڈی بتایا مول تول درمیان آیا غرضکہ مبلغ کثیر پر بیچکر کسی بہانے سے
جہاز پر چڑھا دیا روپیہ لیکر چل نکلا وہ دو سوداگر تھے دونون اُسپر مائل ہوئے قصے فساد حائل ہوئے
پھر یہ صلاح ٹھہری کہ بالفعل مال کے جہاز پر رہے جب اسباب بک چکے اُسوقت عورت جسے قبول کرلے
وہ لے جھگڑا مٹایا اُسے مال کے جہاز پر بٹھایا ایک روز آندھی چلی طوفان آیا جس جہاز پر سوداگر تھے
وہ تو ڈوب گیا مال کا جہاز اور یہ جانباز سلامت رہی چند عرصہ مین جہاز اُس شہر مین آیا جہانسے
یہ سنگسار ہو کر نکلی تھی وہ کلمہ سنو جس شخص نے اسکو بیچا تھا کسی تقریب سے وہ یہانکے بادشاہ کا بخشی ہوا
اور ویرانی کا غلام بہ مدد ایام پایۂ وزارت پا گیا اور مفتی مبتلا سفر سے پھر کر صفت جذام کے الم مین مبتلا تھے
جسدن جہاز اس شہر مین پہونچا وہان کے پیغمبر کو حکم الٰہی آیا کہ ہمارا ایک خاص بندہ جہاز پر آیا ہے یہان کا
بادشاہ وزیر بخشی و قاضی اور مفتی کو لیکر اسکے پاس جائیں اور اُس سال مین جو جو گناہ اُن سب نے عمداً اور سہواً
سرزد ہوئے ہون اسکے روبرو بیان کرین جو وہ خطا معاف کرے تو ہم بھی درگذرین ورنہ بلائے آسمانی
آفت ناگہانی اس زمین پر نازل کرونگا پیغمبر نے بادشاہ سے کہا وہ سب کو ساتھ لے کر جہاز پر آیا



تصویر زن عابدہ کے آنے کی اور بادشاہ مع قاضی و مفتی و بخشی

عورت پردہ چھوڑ کر آن بیٹھی تقریر شروع ہوئی پہلے بادشاہ نے کہا میں سرتاپا گناہ گار معصیت کا پتلا ہوں مگر یہ خدشہ تازہ ہوا ہے کہ قاضی کے کہنے سے مفتی کی جورو کو بے تحقیقات جرم سرزنش کا حکم دیا ہے عورت بولی غفر اللہ لک یعنی بخشے خدا تجھے پھر مفتی نے کہا مجھے جورو کی طرف سے گمان بد ہے اس نے کہا تو ابھی چپ رہ بیٹھ پھر قاضی نے بیان کیا مجھ سے بدولت نفس امارہ یہ حرکت ناکارہ ہوئی کہ بے جرم و خطا ایک بیگناہ کو سنگسار کیا اُس نے کہا اللہ تیری مغفرت کرے بعد اسکے وزیر وہ ویرانی کا غلام آیا ندامت سے سر جھکایا پھر کہا بندہ سے بہ تحریک شیطان اور جوش شہوت جرم قبیح ہوا کہ آقا کا لڑکا مار کر صاحب عصمت کا قصور ٹھہرایا وہ بولی غفور و رحیم تجھ پر رحم کرے جب بخشی آیا بچے کا ماجرا زبان پر لایا عورت نے کہا تو محسن کش ہے خدا تجھے نہ بخشے گا الغرض بخشی کی جان بخشی نہ ہوئی پھر وہ پردہ اُٹھا باہر آئی مفتی سے کہا تو نے مجھے پہچانا یہ سب قصہ میری عفت کا فتنا تھا آجتک خدا کی حفظ و حمایت سے عزت و آبرو بچی اب خلق کی اُمیدوار ہوں یہ مال و متاع تو اپنے صرف میں لائیں تنہا گوشہ عزلت میں بیٹھ کر عبادت کروں اسی شغل میں مروں یہ ماجرہ دیکھ کر حاضرین صحبت ناظرین جلسہ تھرا لئے بادشاہ سلامت منفعل گھر آئے وہ عورت تو حجرہ بنا طاعت یزدان میں مشغول ہوئی دولت کونین حصول ہوئی تو تا یہ قصہ تمام کرکے بولا جان عالم جو ثابت قدم ہیں اُن کا ہر وقت اللہ یار ہے ہر بحر بے کنار سے اُن کا بیڑا پار ہے فرد

نہ ہر زن زنست و نہ ہر مرد مرد	خدا پنج انگشت یکسان نہ کرد

یہ نقل سنکر شہزادی کا نشہ ہرن ہوا دونوں کی مشقت و ایذا اٹھائی خانہ ویرانی بادیہ پیمائی یاد آئی خوف خدا سے جسم بید کا نپا ندامت سے عذر کیا کہ حالت نشہ میں جھک مارا قصور ہوا پھر ہنسی خوشی وہاں سے کوچ ہوا

یہ خاتمہ داستان ہے اور وطن پہونچنا شہزادہ جان عالم کا زیارت والدین اور لوگ چھوٹنا ماہ طلعت کی قید سے ملکہ و زیر آپس کا دل ملانا پھر شہزادیکا قتل سلطنت تیر کرنا فوج و بخت کا

چل اے توسن خامہ منزل رسان	کہ اب گھر پہونچتا ہے یہ کاروان
پھر اگھر کو شہزادہ خوش سیر	جلوے کا عالم بہت کر و فر
وہ اس طرح پہونچا وطن کی طرف	بہار آئے جیسے چمن کی طرف

بڑی فکر رہتی تھی ہر صبح و شام	ہوئی فضل حق سے کہانی تمام
وہ بچھڑے تو سب ہو گئے ایک جا	رہے اپنے مطلوب سے ہم جدا
رہی شرح جور فلک ناتمام	سمند حزیں توسن خامہ تھام

غرضکہ شہزادہ جانعالم منزل بمنزل مسافت طے کر مع الخیر وطن پہونچا دو کوس شہر سے باہر خیمہ برپا ہوا لشکر ظفر پیکر اُترا یہ خبر فرحت آباد میں گھر گھر مشتہر ہوئی کہ کوئی غنیم فوج عظیم لیکر وارد ہوا شہر کا یہ نقشہ تھا جس روز سے جانعالم مفقود الخبر دربدر ہوا تھا ویران پڑا تھا اور بادشاہ گریبان چاک سر پہ خاک نہ تخت کی خبر نہ سلطنت سے سروکار نہ ملک سے مطلب نہ دربار سے غرض دیوانہ وار با دل بیقرار محل میں پڑا رہتا تھا اور شاہزادے کی ماں بھی غمگین اندوہناک چین دن رات غم کی حکایات اندوہ کے بین نصیب کی شکایات لب پر شور و شین خلش نشتر غم سے کوئی ساعت قرار نہ پاتی تھی ہر وقت بلبلاتی تھی یہاں تک دوری دلبند مہجوری فرزند میں دونوں روئے تھے کہ آنکھیں ان عزیزوں کی یوسف گم گشتہ کے فراق میں دید کے اشتیاق میں ہم چشم دیدۂ یعقوب علیہ السلام ہو گئی تھیں بہ حکم آیہ وافی ہدایہ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ سچ ہے فراقِ نورِ چشم میں نور چشم کب رہتا ہے رات دن آنکھوں میں یکساں ہر وقت سراسیمہ و پریشان مگر ارکانِ سلطنت نمک خوار قدیم کوشش عظیم سے در پردہ ریاست کا کام سنبھالے تھے جب ورود لشکر یہاں کر و فر سنا وزیر اعظم کو جانعالم کے پاس حال دریافت کرنے کو بھیجا بسکہ شاہزادہ با امتیاز کی مفارقت کو زمانہ دراز گذرا تھا سوا سامان جاہ و حشم لشکر کا ہجوم و خم فوج ہزار در ہزار انبوہ بیشمار خزانہ لاانتہا دیکھ کر وزیر گھبرایا اپنے شہزادے کا وہم و گمان نہ آیا دست بستہ عرض کی قبلۂ عالم گردش طالع واژون نیرنگی گردون سے وارث تخت سلطنت یہاں کا فقط گم ہو گیا بادشاہ آسمان جاہ ہمارا مصیبت کا مارا جگر گوشے کی مفارقت میں دامان صبر و گریبان شکیب پارہ پارہ کر نور نظر بھی اُس اپنے قرۃ العین طاقت بصر کے ہجر میں گریہ کی نذر کر چکا ہے ہنوز اُس عین الکمال کے قدم کی خاک سُرمۂ چشم مشتاقان کحل الجواہر دیدۂ منتظر نہیں ہوئی بعد سلام حضور کو یہ پیغام دیا ہے کہ اگر خواہش تخت یا تمنائے تاج منظور خاطر ہے بسم اللہ کل نہیں آج حاضر ہے اگر سامان جنگ و جدال گرم بازاری

عرصۂ قتال خونریزی بندگان خدا ناحق ناروا ہے مجھے تخت سلطنت تختۂ تابوت
سے بدتر ہے الا معاملہ قضا و قدر سے مجبور ہر فرد بشر ہے ہیچمدان جینے سے سخت
بھی بیزار ہے لیکن مر سکنا اپنے اختیار نہیں ہے شعر

مرنے کو میں تو راضی ہوں موت کو موت آگئی | زندگی اب گلے پڑی اسکی میں کیا دوا کرون

شرح سخت جانی موجب پریشانی گوش حق نیوش جہان پناہ کو مختصر کیا جانِ عالم نے سنکر رو دیا وزیر
کو گلے سے لگایا خلعت فاخرہ عنایت کیا پھر کہا افسوس تختے کو وے پائے عرصۂ قلیل میں بھلا
ڈالے بعد آداب و کورنش عرض کرنا کہ بدولت الفت پدری و تاثیر دعائے سحری سے شاہزادہ
بامراد زندہ وسالم شرف آستان بوس سے مشرف ہوا اسوقت وزیر نے چاہا تا قدموں پر گرے پھر
سر اٹھا کر بے اجازت بھاگا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا پکارا مبارک ہو

آشنا ہو بوئے یوسف سوئے پیر کنعان آئی

اے بادشاہ با اقبال و صاحب جاہ و جلال بعنایت جامع المتفرقین بباعث برکت دعائے
حاجرین نیر اوج بختیاری کوکب درخشندہ سپہر شہریاری با فوج و لشکر و مجمع حوران
پری پیکر یہاں آیا اور اس اجڑے گھر کو آباد کیا بابا مشتاقون کا دل الم رسیدہ شاد
کیا شکر صد شکر نالۂ شبگیر با تاثیر تھا بادشاہ کو تو فرط یاس حاصل تھا وزیر
سے یہ سنکر فرمایا بیت

وہ اور ہونگی وقت سحر جو مستجاب | شرمندۂ اثر تو ہماری دعا نہیں

وزیر نے مکرر عرض کی بس حضور شب دیجور ہماری یمن قدم سے شمع انجمن افروز سلطانی
سے روشن ہوئی اسی گفتگو میں وزیر تھا کہ جانِ عالم تنہا داخل ہوا محل میں محشر کا
قیام ہوا رونا پیٹنا چھا رنڈیوں کا اژدحام ہوا ماں باپ نے گلے سے لگایا شہزادہ
بالراس والعین آداب بجالایا عین عنایت الٰہی دیکھئے اسی دم دونوں کی

جانِ عالم کی والدین سے ملاقات اور تخت پر بیٹھنا اور عیش و عشرت بسر کرنا



آنکھون مین بینائی جسم مین تاب و توانائی آئی بادشاہ جلد سوار ہوا ہیرون سے لشکر مین جاکر چار
ہوا شہر والون نے سنا صغیر و کبیر برنا و پیر دوڑے دونون لشکر جلو مین ہمراہ آگے آئے جہان پناہ
روپیہ اشرفی دورویہ تصدق ہوتا محلسرا مین لاکر اتارا جانعالم کی ماں نے انجمن آرا اور ملکہ مہرنگار
کو دیکھا جان و دل دونون پر نثار کیا بہت سا پیار کیا مبارک سلامت کی صدا در و دیوار
سے پیدا ہوئی جس نے دیکھا وہ شیدا ہوئی دوسرے دن ملکہ اور انجمن آرا نے شاہ فیروز بخت
سے عرض کی کہ اگر حضور کی اجازت ہو تو شہزادے کے محلسرائے قدیم مین ہم جائین ماہ طلعت
سے ملاقات کرآئین بادشاہ نے فرمایا وہ عورت بدبخت سخت منہ پھٹ بڑھ بولی فضول ہے
اسے شرمندہ کرنے سے کیا حصول ہے میان مٹھو بھی حاضر تھے بول اٹھے قبلہ عالم یگانگت
مقتضائے ملاقات ہے خفت و ذلت کی کیا بات ہے بادشاہ چپ ہو رہا شہزادیون نے سواری
طلب کی طائر پران نے پیشقدمی کی ماہ طلعت کو سلام کیا اسنے سر جھکا لیا یکایک سواریان آپہونچین
اسوقت وہ بیچاری خفت کی ماری اٹھی استقبال کیا دونون نے گلے سے لگایا مسند پر جا
بیٹھین ملکہ بڑی تیز رو خوش بیان تھی انجمن آرا اتنی طرار کہان تھی سلسلہ کلام بہ دلداری تمام
کھولا کہ ہماری جانب اور گمان نہ لانا ہم بہرحال شریک بشاشت رفیق ملال ہین توتا انجمن آرا
کے سامنے آیا ماہ طلعت سے کہا حضرت سلامت اتنا زبان مبارک سے فرماؤ کہ آج تجا کون ہے
جھوٹے کے گھر مین کیا ہے اور تو کیا کہون آپکی کج بحثی سو جانعالم کے ہاتھ یہ لوگ مر جہان ماہ سیاہ آئے تو ناچکر ہیا

میرے سبب سے آپکو ندامت ہوئی جھوٹے کے منھ مین گھی شکر ہوا انجمن آرا تو سیدھی بھولی تھی
تو تنگے سے بدمزہ ہوئی فرمایا دیوانے کیا بیہودہ بکتا ہے پھر ماہ طلعت سے کہا سنو میری جان یہ
جانور بےشعور عقل سے دور حیوانیت سے مجبور ہے دُنیا کا کارخانہ فسانہ ہے کیا حسن و خوبی عارض
عارضی ہے اسپر کیا اترانا ہے یہ کیفیت یہ جوبن یہ سن چار دن کا ہے ناپائدار اس کا کیا اعتبار رنگ
چمن دُنیا جاودان نہین کون سی بہار ہے جسے خزان نہین حسن پر غرور بیجا ہے سرور یہ کہتا ہے شعر

بہتا دریا ہے یہ حسن اسمین ارے دھو لے ہاتھ	بے خبر اتنا ہے کیون بر سر ساحل بیٹھا

کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام نظم

نظر پڑا چمن دہر مین جو ہم کو مکان	ہزار خار ہوئے دیکھی بلبل نالان
ہمارے زعم مین اُس سا نہین کوئی تاوان	جو اپنے حسن و دورزہ پہ کچھ ہوا نازان
شکستہ رنگی گل شاہد چمن ہے یہان	کہ اس بہار کا انجام آخرش ہے خزان
گھمنڈ اسپہ حماقت کی بس نشانی ہے	مقام عبرت و حیرت سرائے فانی ہے

آخرکار دونون نے ماہ طلعت کو شیرین زبانی اور اپنی خوش بیانی سے شگفتہ خاطر کیا دو چار گھڑی ہنسی خوشی
اختلاط رہا مگر تو تا نوک جھونک چھیڑ چھاڑ کیے گیا پھر رخصت ہوئین اسکے حاضر ہونے کا وعدہ کیا
واقعی جنھین اللہ حسن بیمثال مرتبہ جاہ و جلال دیتا ہے اُن لوگون کا دل صفا منزل غبار کلفت
اور عجب و نخوت سے صاف اور مرآت سینہ زنگ حسد و کینہ سے شفاف ہوتا ہے القصہ باہم
بے رنج و الم رہنے لگے سب شاد ہر روز خندان و خرم و فرحان بسر کرنے لگے نئے سر سے وہ اجڑا شہر بسا
بنائے ظلم و ستم منہدم ہوئی مرجع عدل و داد ہوا دونا سابق سے حال مین آباد ہوا خزان چمن سے
دور ہوئی بلبل نالان مسرور ہوئی ایک روز جابر ظالم نے تمام خلقت کو دور شہر پناہ پر طلب کر کے وہ
بکری کا بچہ دکھا کر کہا میان اسکی حشا جلاد سے حکم کیا اسکے اعضا اعضا سے جدا ہے دست و پا کر
زاغ و زغن گوشت کی بوٹیان اُڑا کر کھا او شکاری کتون کو لہو بہا کر چٹا دو پھر دارشاد سر اُس
بدنہاد کا تیغ جلاد سے جدا ہو گیا خلق خدا یہ حال دیکھ ماجرا اسکے تھرا گئی سب نے اُس بیدین
پر لعنت اور نفرین کی جابر ظالم نے دولتسرا کی راہ لی اُسی روز فیروز شاہ نے تاج و تخت
بیٹے کو حوالہ کیا خود گوشہ تنہائی لیا بادشاہ شب اپنی عبادت اور بیداری مین سحر کرتا تھا

وہ توصاحب ثم النہار قائم اللیل مشہور ہوا جانِ عالم ہر روز تخت پر جلوہ افروز ہوا عدل کی داد دیکے شب کو پری پیکر دن میں بسر کرتا تھا یہ عادل دتحنی و رحیم و شجاع یکتائے روزگار مشہور ہوا ذکر دونوں کا تا قیام قیامت صفحۂ روزگار و ورق لیل و نہار پر اور ہر زبان یگانہ و بیگانہ رہا بات باقی رہ گئی نہیں تو دور دوران میں کس کا دور کس کا زمانہ رہا جسطرح جانِ عالم کے مطلب ملے اسی طرح کل عالم کی مراد اور تمنائے دلی اللہ دے علی الخصوص سامعین ناظرین راقم و مؤلف کی خواہش و آرزو بہ تصدق رسول عربی برآئے بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد بالنون والصاد و بالاسباب ظاہر یہ فسانہ نادر زمانہ مضمون چکیدۂ دل و تحریر خامہ ہے اگر دیدۂ غور و نظر تامل سے ملاحظہ کرو تو حقیقت میں بیکارنامہ ہے فقط چند بہ نظر فیض اثر سے جناب قبلہ و کعبہ مخدوم و مکرم آغا صاحب قبلہ آغا نوازش حسین خان صاحب عرف مرزا خانی صاحب کے یہ گذرا لبعد اصلاح فنا گر دنوازی فرماکر قطعۂ تاریخ سے زینت بخشی قطعۂ استاد

برائے خاطرِ یاران واحباب		سرور این قصہ را چون کرد ایجاد	
بجستم سال تاریخش نوازش		فلک این گلستان بیخزان داد ۱۲۴۴	

ایک دوست بندے کے زمانے کے تعلق سے یعنی سرو آزاد لالہ درگا پرشاد صاحب ہنر میں عیب پوش تخلص مدہوش خم محبت سے مئے الفت جوش میں آئی تاریخ مستانہ زیبا نہ فرمائی

مدہوش

کہا فسانہ جو یہ عجائب سرورِ دل خستہ حزین نے ۔۔۔ کہ جسکی تاثیر سے بیان کے ہر ایک دل بیقرار دیکھا
جہان پہ کچھ گل کی گفتگو ہے دیا نہ کچھ اور رنگ دیئے ۔۔۔ وہ بستان حزان کی خلش ہے آئین ہاتھ پہ کیا کیا خار دیکھا
جہان کیا غم نے جگر خون نظر پڑا وان شفق کا عالم ۔۔۔ کہیں جو ہے داغ دل کا پھولا تو اسجگہ لالہ زار دیکھا
کہیں جو چشمہ کا ماجرا ہے دکھائی وہ آب و تاب اسنے ۔۔۔ کہ چشمہ چشم سے ہر ایک کے رواں ہوا چشمہ سار دیکھا
کہیں جو دریا کا ذکر آیا تو کشتی دل ہے نذر طوفان ۔۔۔ جو کوہ سے سر کہیں اٹھایا تو جان کو سنگسار دیکھا
ہوا ہے جس جس جگہ پہ آئین بیان سحر و طلسم جادو ۔۔۔ تو قدرت حق سے اُس مکان پر نئی طرح کا حصار دیکھا
جو قید میں دیو کی پھنسا ہے کسی جگہ پر کوئی پریرو ۔۔۔ تو کیا نہ سامان چھوٹنے کا دیا نہ پر دیوے کار دیکھا
کسی جگہ پر جو جوگ آسن کا جو گی نکلے بیان ہے اسمین ۔۔۔ تو خوب چھانا پر اسجگہ کچھ نہ غیر مشت غبار دیکھا

کہین جو آمد کی یار کے کچھ خبر کا چرچا کیا ہے اُس نے ۔۔۔ تو دیدہ ہر اہلِ دید کا وا نپہ وقفِ صد انتظار دیکھا

جو وصل کی شب کا کچھ بیان ہے تو جمع ہے خاطرِ پریشان ۔۔۔ جو روزِ ہجران کا غم لکھا ہے تو دل کو کیا انتشار دیکھا

جو بزم کا کچھ بیان کیا ہے تو کوئی محفل نہ دیکھی ایسی ۔۔۔ جہان پہ کچھ رزم کا بیان ہے ہر ایک کو اسفندیار دیکھا

کہین کھنچی ہے جو تیغِ ابرو تو ہوگئے دیکھتے ٹکڑے ٹکڑے ۔۔۔ کہین جو تیرِ نگاہ چھوٹا تو صاف سینہ کے پار دیکھا

خرابی حال عاشق ایسی کہ جسپہ رونا فلک کو آئے ۔۔۔ کہین پہ معشوق کی ہے خوبی کہ ملکِ تاتار نے نگار دیکھا

غرض پوچھو حال اس فسانہ کا کم کہ ڈھنگ کیا کیا ہے اسمین ۔۔۔ جو حسن دیکھا تو زور دیکھا جو عشق دیکھا تو زار دیکھا

ہوئی جو مدہوش کو یہ خواہش کہ سال تاریخ اسکا لکھیے
تو کھینچکر آہ دل سے نکلا خزان سے رنگِ بہار دیکھا

تاریخ از مصنف

جس نے کہ سُنا اسکو جی مین یہ لگا کہنے ۔۔۔ یارب یہ فسانہ ہے یا قصر ہے بابل کا
تاریخ سرور اس کی منظور ہوئی جسدم ۔۔۔ بے ساختہ جی بولا نشتر ہے رگِ دل کا
۱۲۴۰ھ

تقریظ

کسب کمال کن کہ عزیز جہان شوی ۔۔۔ کس بیکمال ہیچ نیرزد عزیز من

دُنیا مین کمال ایک ایسا جوہر نفیس ہے کہ جسکے سبب سے انسان ہر دلعزیز ہوتا ہے اپنا بیگانہ فریفتہ دل ہوتا ہین اُسکا تخم محبت بوتا ہے حاضر و غائب لوگ اُسکے ثناخوان رہتے ہین دُور دُور اُسکے کمال کے بیان رہتے ہین آدمیت عقل و فہم و ادراک سے عبارت ہے اگر کسی طرح کا کمال بھی حاصل نہ ہو تو یہ جوہر تیغ شرافت ہے بیکمال کی نفس الامر مین کچھ حقیقت نہین گو صاحب دولت ہو مگر عزت نہین کامل کے خواہشمند ہزار ہین یہی لوگ دُنیائے ناپائدار مین یادگار ہین فی زمانہ ذی کمالون مین اُنکی خوش الحان حدیقۂ معانی طوطی شکرین مقال بوستان سخندانی مہر سپہر سخنوری گوہر بحر نکتہ سنجی [illegible] آفرین بلبل شاعر نامی و جلیل دبیر تحریر منشی عطارد نظیر انشا پردازی مین معروف نزدیک و دور یادش بخیر مرزا رجب علی بیگ متخلص بسرور مرحوم و مغفور جنکے اشعار خوب و نثر ہائے مرغوب اطراف جہان تا [illegible] عالم مین مشہور ہین

فلک تفرقہ انداز کی کج بازی سے — وہ جدا ہوگئے فرقت کا نہ تھا جسکے گمان

المختصر فسانۂ عجائب جو تحریر فرمایا ہے زور طبیعت دکھایا ہے فی الحقیقت یہ فسانہ یادگار ہے شاہد بیمثالی مرزا صاحب ذی وقار ہے جب پڑھئے وہی لطف قبول خاطر پیدا ہو سبحان اللہ کیا کہنا عہد شباب کا لکھا ہی سہرچند اور لوگون نے تتبع کیا قدم بقدم چلے مگر تو یہ سمجھئے کیا ہوتا ہے نہ پھولے نہ پھلے ٭

این سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

الحق فسانۂ عجائب عجیب رنگین و دلفریب قصہ ہے مرزا صاحب ممدوح کا حصہ ہے زبان کوثر کی دھوئی شستہ و رفتہ سبکو مرغوب روزمرہ محاورے بہت اچھے نہایت خوب اردوئے معلی سراسر تجلی فقرے چست لفظین درست عبارت سلیس فصاحت آمیز معانی لطیف بلاغت انگیز سرور افزائے دل انجمن آرائے جہان جان عالم ہی جتنی کہانی لاثانی دلدادگی کی نشانی ہے جتنی اسکی تعریف لکھئے کم ہی جہان وصل کا بیان ہے عجیب لطف نہایت مزے کی داستان ہی جہان ہجر کا ذکر ہے وہان مرجانیکی فکر ہے جہان سفر کی سیر دی وہان شاہنامہ فردوسی طوسی گرد ہے جہان سحر کا بیان طلسم کی تقریر ہے وہان اور ہی نیرنگی تحریر ہے جہان جس چیز کا بیان ہے وہان ویسا ہی سامان ہی جہان لکھنؤ کا حال لکھا ہے وہان اس شعر کا مصداق سمجھیے

اگر فردوس بر روئے زمین ست — ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

مرزا صاحب موصوف کے اوصاف جمیلہ محامد جلیلہ کالشمس فی نصف النہار ہین کمالات صوری و معنوی ہین یادگار دیار و امصار ہین خداوند عالم انکی مغفرت فرماوے اور اس فسانہ کی یوماً فیوماً زیادہ تر شہرت فرماوے این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

فدا علی عیش

تاریخ طبع سابق از افضل الامثال والاقران عمدۃ الشعرا محمد حامد علیخان حامد شاہ آبادی مصحح فقط

سرور نکتہ دان مرحوم و مغفور
منفرد فی سخن اس بات کا ہے
کچھ ایسا اس نے لکھا یہ فسانہ
نہ ایسا گوش سامع نے سنا ہے
فسانے سب ہیں اسکے سامنے ہیچ
سراپا خوبیوں سے یہ بھرا ہے
زبان کی کیفیت اس میں الگ ہے
مقلد وہ اسی مرحوم کا ہے
جناب حضرت آغا نوازش
یہ بلبل بھی اسی گلزار کا ہے
یہ مطبع بھی اسی مطبع کی ہے شاخ
کہ جس پر بخششوں کا خاتمہ ہے
کمک خواروں میں اسکے جو ہوا وہ
کہ خاصیت میں مثل کیمیا ہے
جہان میں کون ایسا ہے کہ اسکا
شجاعت میں وہ رستم سے سوا ہے
مگر اسکے بھی مطبع کا ہے وہ شخص
بڑا لائق بڑا ذی مرتبہ ہے
کہوں جو کچھ میں ان دونو کی مدح
مری اب آخری یہ التجا ہے

عجب ذی مرتبہ شاعر ہوا ہے
وہ اس فن میں ہوا نقاش اول
کہ جسکو دیکھئے اس پر فدا ہے
فسانہ اس طرح یہ اس نے لکھا
کوئی قصہ نہیں اس لطف کا ہے
یہ افسانہ ہوا مشہور عالم
عبارت کا مزہ اس میں جدا ہے
ہے اس استاد نامی کا جو استاد
غزل خوانی میں جو یکتا ہوا ہے
اودھ اخبار مطبع ہے جو نامی
یہاں بھی بارہا چھاپا گیا ہے
پر اک اول میں نازاں ہو آخر
امیرانہ بسر فرما رہا ہے
مطابع اس نے وہ جاری کیے ہیں
دل و جان سے نہیں مدحت سرا ہے
بہر صورت وہ ہے ممدوح کونین
نہیں مانند اسکے دوسرا ہے
دیانت قابلیت میں ہے یکتا
لکھوں جو کچھ ان میں وہ بجا ہے
غرض تاریخ کی مجھکو ہوئی فکر

کلام اس کا ہے مقبول خلائق
اسی سے اسکی گویا ابتدا ہے
نہ ایسا چشم بینا نے ہے دیکھا
کوئی لکھے جواب مقدور کیا ہے
ہے خوبی دیکھنے پر اسکے موقوف
اس افسانے کی شہرت جا بجا ہے
لکھا بعد اسکے جس نے جو فسانہ
اسے بھی ایک عالم جانتا ہے
غزل گوئی میں بھی وہ فرد گذرا
اسی میں بارہا یہ چھپ چکا ہے
مگر مطبع کا مالک بھی ہے وہ شخص
کہ یہ نام مبارک کا پتا ہے
در دولت پہ اسکے کیوں نہ ہو فیض
کہ جس سے دین و دنیا کا بھلا ہے
سخاوت میں ہے حاتم سے زیادہ
خدا نے نام نیک اسکو دیا ہے
دیا آخر میں ہے اول میں بھگوان
یہ منشی جی کو قسمت سے ملا ہے
رہیں یہ سب کے سب دلشاد و خرم
کہا ہاتف نے کیوں تو سوچتا ہے

اگر تاریخ کی ہے فکر حامد
لکھو اچھی داستان فرحت فزا ہے
۱۳۲۶ھ

تاریخہائے طبع سابق از عدیم المثال مورخ کامل منشی بھگونڈیال صاحب عاقل سکنۂ ٹانگی

چو شد مطبوع این نادر فسانہ — ز تصنیف سرور خوش بیانی
پے تاریخ ہجری گفت عاقل — سرور آئین چہ نادر داستانی ۱۳۲۶ھ

ایضاً

طبع شد این فسانۂ نادر — بہ جہاں ہست خوشنما قصہ
گفت تاریخ ہجریش عاقل — فرحت انگیز دل کشا قصہ ۱۳۲۶ھ

ولہ

یہ وہ قصہ ہے جان فزا بخدا — جس سے دل کو سرور افزا ہے
سال ہجری بین تو بھی اے عاقل — کہہ یہ زیبا سرور خاطر ہے ۱۳۲۶ھ

خاتمۃ الطبع

للہ الحمد واللہ کہ یہ قصہ نادر و غرائب اسم باسمے فسانۂ عجائب معروف و مشہور فرد یکتائے دور من تصنیف ادیب ماہر نکات سخنوری واقف رموز شاعری سخنور ذی شعور فخر الشعراء مرزا رجب علی بیگ سرور مرحوم و مغفور تلمیذ رشید کلیم سخندانی موحد شعر خوانی آغا نوازش علیخان معروف بہ مرزا خوانی بہ مطبع نامی گرامی منشی نولکشور واقع شہر لکھنؤ بحسن اہتمام بی۔ بی کپور سپرنٹنڈنٹ بہ تصحیح تمام و تنقیح مالا کلام بماہ جون ۱۹۴۹ء اٹھتیسویں بار بحسن خوبی طبع ہوا

اعلان

N. R. KHAN

الف لیلہ بطرز ناول دو جلد

نتیجۂ قلم ظرافت رقم پنڈت رتن ناتھ سرشار مرحوم

الف لیلہ کی دلچسپی و دلکشی سے زمانہ واقف ہے ۔ اور سب جانتے ہین کہ مشرقی افسانون اور ایشیائی قصون مین کوئی کتاب اس کتاب سے بہتر نہیں لکھی گئی اس کا ایک ایک قصہ گزشتہ ایشیائی معاشرت کا صاف اور مجلےٰ آئینہ ہے ۔ زمانہ ہارون الرشید کے وہ وہ حیرت افزا قصے اس مین درج ہیں کہ دیکھکر آدمی نقش حیرت ہوجاتا ہے ۔ مگر ضرورت تھی کہ ان قصون کو بہترین اسلوب بیان اور اعلےٰ عبارت مین مکالمہ اور ناول کے طرز مین لکھکر تحسین سے رنگین بنایا جائے ۔ اسی کمی پر نظر ڈالتے ہوئے سرشار نے اسکو اپنے دلکش طرز مین تحریر کیا ۔ جہان شوخی کی ضرورت تھی شوخی ۔ اور جہان متانت کی احتیاج تھی متانت کا اضافہ کیا ۔ اور کتاب کو بالکل نئی اور اوریجنل بناکر ملک کے سامنے پیش کردیا ۔ فقرہ فقرہ پر بیساختہ داد دینا پڑتی ہے ۔ اور جملہ جملہ پر پڑھنے والا توصیف و تعریف مین رطب اللسان ہوجاتا ہے ۔ قیمت کامل دو جلد للعمہ ۔

خدائی فوجدار

انگریزی کی کتاب ڈان کوئکساٹ دی لامان کا ترجمہ ہے ۔ مگر کم ہونگے وہ لوگ جو اصل کو دیکھین اور اسکے ترجمہ سے قطع نظر کرین ۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس مین پنڈت رتن ناتھ کی طرز تحریر اور جادو نگاری نے سونے پر سہاگے کا کام کیا ہے اور اس مین وہ رنگ پیدا کردیا ہے جو اصل مین بھی نہ تھا جناب خدائی فوجدار جو اس قصہ کے ہیرو ہیں ۔ حماقت کے مجسمہ ۔ بلکہ بیوقوفی کی زندہ تصویر ہیں ۔ اول تو انکی حرکتین خود ہی اتنی عجیب و غریب ہیں کہ انکو زندہ پانے کی حالت مین ضرور کسی عجائب خانہ مین بھیجنا چاہیے مگر پھر سرشار کی جادو نگاری نے نمک مرچ لگا کر اور بھی چٹ پٹا بنادیا ہے اگر ہزار ناولون کے مقابلہ پر بھی اس کو رکھا جائے تو بھی شاید اسی کا رنگ غالب رہیگا ۔ قیمت ۱۲ المشتہر منیجر نولکشور پریس صدر بکڈپو لکھنؤ

Date	No.	Date	No.